غدیری اسلام
اور
یزیدی اسلام



مؤلف

خطیب عالم اسلام حضرت علامہ صادق حسن نجفی

غدیری اسلام اور یزیدی اسلام

عشرہ محرم الحرام پر مشتمل شاہکار کتاب

مجموعہ تقاریر

علامہ صادق حسن نجفی صاحب قبلہ

مرتب

مولانا ندیم عباس حیدری علوی

نظرثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

فون: 5425372

کتاب : غدیری اِسلام اور یزیدی اِسلام

تقاریر : علامہ صادق حسن نجفی صاحب قبلہ

مرتب : مولانا ندیم عباس حیدری علوی

نظرثانی : علامہ ریاض حسین جعفری، فاضل قم

پروف ریڈنگ : معصومہ بتول جعفری ایم-اے، شیر محمد عابد مولائی

فنی تعاون : زہرا بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری

تزئین : محمد عمران حیدر جعفری

کمپوزنگ : ایم-اعجاز احمد، احتشام اعجاز

اشاعت : مارچ 2013ء

ہدیہ : [redacted] روپے

ملنے کا پتہ

اِدارہ مِنہاجُ الصَّالِحِین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20- غزنی سٹریٹ- اُردو بازار- لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

ترتیب

★ مجلس اوّل:	4
ذکرِ مصائب: امامؑ کا صغریٰؑ کو مدینے میں چھوڑنا	25
★ مجلس دوّم:	31
ذکرِ مصائب: تیاری از مدینہ	51
★ مجلس سوم:	57
ذکرِ مصائب: امامؑ کا زمین کربلا کو خریدنا	78
★ مجلس چہارم:	85
ذکرِ مصائب: حضرت حُرؑ کا توبہ کرنا	110
★ مجلس پنجم:	117
ذکرِ مصائب: شہادت حضرت حبیبؓ ابن مظاہر	134
★ مجلس ششم:	142
ذکرِ مصائب: حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا جہاد	156
★ مجلس ہفتم:	163
ذکرِ مصائب: حضرت امام حسین علیہ السلام کا ایک رات کی مہلت مانگنا	178
★ مجلس ہشتم:	192
ذکرِ مصائب: شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام	198
★ مجلس نہم:	208
ذکرِ مصائب: شامِ غریباں	
★ مجلس دہم:	224
ذکرِ مصائب: حضرت امام سجاد علیہ السلام کا لاشوں کو دفن کرنا	242

مجلسِ اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورۂ مبارکہ مائدہ، آیت ۳)

سامعینِ محترم!

اعلان ہو رہا ہے:

"آج ہم نے تمھارے دین کو مکمل کر دیا' اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کر دیا اور اِسلام کو تمھارے لیے پسندیدہ دین قرار دیا۔"

غدیرِ خم کے اعلان کے بعد اللہ کی رضا کس اِسلام میں ہے؟

اچھا!

یہ قرآنِ کریم کا وہ message ہے جو اس سے پہلے بھی بار بار قرآن میں آیا ہے کہ اگر اللہ راضی ہے اور اللہ کی رضا ہے تو صرف اور صرف اِسلام میں' کبھی

اعلان ہوا:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (سورۂ مبارکہ آلِ عمران، آیت ۱۹)

"اللہ کے پاس تو ایک دین ہے اور وہ اِسلام ہے۔"

کبھی یہ اعلان ہوا:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (سورۂ مبارکہ آلِ عمران آیت ۸۵)

"اگر کوئی اِسلام کے علاوہ کسی اور دین پر عمل کرے گا تو اس سے کچھ قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔"

کبھی یہ اعلان ہوا:

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (سورۂ مبارکہ آلِ عمران آیت ۱۰۲)

"دیکھو! ایسا نہ ہونے پائے کہ جب ملک الموت تمہارے پاس آئے تو تم اِسلام کے علاوہ کسی اور دین پر ہو۔"

غرض یہ کہ اتنا repeat ہونے والا message خاص طور پر غدیرِ خم کے میدان میں۔ جب یہ فاتحِ اللہ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ اللہ اسی اِسلام پر راضی ہے۔

جس آیت کی آج میں نے تلاوت کی یہ اٹھارہ ذوالحجہ ۱۱ ہجری نازل ہوئی اور رجب ۶۰ ہجری تک صرف پچاس سال کے بعد مدینہ منورہ میں میرا مظلوم آقاؑ ایک عجیب جملہ کہہ رہا ہے:

عَلَی الْاِسْلَامِ اَلسَّلَامُ

"وہ اِسلام جس میں یزید کو خلیفہ بنا لیا جاتا ہے' اسے میرا الوداعی سلام ہے' یعنی ایسا اِسلام نہیں چاہیے۔"

اُدھر اٹھارہ ذوالحجہ ۱۱ ہجری کو قرآن کہہ رہا ہے:

"اللہ کے نزدیک کوئی دین ہے جس سے خدا راضی ہے تو وہ

اسلام ہے۔"

اُدھر میرا مظلوم آقاؑ کہہ رہا ہے:

"مجھے ایسا اسلام نہیں چاہیے جس میں یزید کو خلیفہ بنالیا جاتا ہے۔"

پچاس سال میں اسلام میں کون سی ایسی تبدیلی واقع ہوگئی ہے کہ

"قرآن مجید میں اللہ نے جس اسلام کو انسان کی نجات کا واحد

ذریعہ بتایا کہ آخرت اگر مل سکتی ہے تو اسی اسلام سے۔ اگر اللہ

کی رضا مل سکتی ہے تو اسی اسلام سے۔"

اُدھر دوسری طرف اسلام کو میرا مظلوم آقاؑ سلام کر رہا ہے۔

کیوں؟

اس لیے کہ اس اسلام میں یزید جیسے شخص کو خلیفہ بنادیا گیا ہے۔

اس کے بعد ہمارے پاس ایک تیسری حدیث بھی ہے۔ اس تیسری حدیث کو بھی ایک مرتبہ نہیں بل کہ معصومین علیہم السلام نے بار بار اس کو repeat کیا اور میں یہ تیسری حدیث اس لیے تلاوت کر رہا ہوں: گو اسلام تو ہمارے سامنے ہے اور وہ ہے ۱۱ ہجری کا اسلام' جس کے بارے میں قرآن نے کہا: اگر موت آئے تو اس اسلام پر آئے' لیکن ۶۰ ہجری کا اسلام جس کے بارے میں امامِ معصومؑ نے فرمایا:

"ایسے اسلام کو میرا آخری اور الوداعی سلام۔"

میں تیسری حدیث کی اس وقت تلاوت کر رہا ہوں اور جیسا کہ میں نے کہا کہ یہ تیسری حدیث بھی بار بار repeat ہوتی ہے' قریب قریب ہر امامِ معصومؑ نے بار

بار یہ message ہمیں دیا اور یہ تیسری حدیث کس کے بارے میں ہے؟

یہ تیسری حدیث ہمارے اور آپ کے بارے میں ہے یعنی ۱۱ ہجری کا اِسلام، ۶۰ ہجری کا اِسلام اور اب دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت کیا ہے؟ ان دو اِسلاموں میں سے کون سا اِسلام ہمارے گھروں میں ہے؟

وہ اِسلام جس میں اللہ کی رضا ہے یا وہ اِسلام جسے میرا مظلوم آقا چھوڑنے کو تیار ہے، الوداعی سلام کرنے کو تیار ہے؟

میں ان دو اِسلاموں کو دو ٹائٹل دیتا ہوں!

① غدیری اِسلام ② یزیدی اِسلام

۱۱ ہجری میں ہمارے سامنے غدیر والا اِسلام آیا اور ۶۰ ہجری میں ہمارے سامنے یزید والا اِسلام آیا، لیکن یہ تیسری حدیث جو ہمیں یہ بتا رہی ہے کہ اس وقت ہمارے گھر میں، اس وقت ہمارے معاشرے میں، اس وقت ساری دنیا میں جس اِسلام کا اتنا شور ہے، اتنا ہنگامہ ہے کہ ہر آدمی کہہ رہا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو ہمارے پاس کون سا اِسلام ہے؟

غدیر والا یا یزید والا؟

حدیث بہت مشہور ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ بار بار repeat ہوئی ہے، لیکن آدمی ایک مرتبہ پھر ذہن میں اس چیز کو واضح کر لے کہ ہمارے پاس جو اِسلام ہے اس کے لیے اللہ کے رسولؐ سے لے کر دسویں امامؑ تک بار بار یہ حدیث repeat ہوئی، کہیں پر یہ حدیث معصومؑ نے مختصر کر کے بتائی ہے جیسے نہج البلاغہ کے end میں اور کہیں پر پوری حدیث آئی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے

ہیں: ایک دن میرے جد (رسولؐ اللہ) نے مسجد نبویؐ میں اصحاب کے درمیان یہ ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں جو ہمارے ماننے والے ہوں گے' جو ہمارا کلمہ پڑھنے والے ہوں گے' جو اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والے ہوں گے ان میں دس چیزیں آ جائیں گی۔ (اگرچہ! ان میں سے آٹھ باتیں میرے اس عشرے کے عنوان سے متعلق نہیں ہیں لیکن پوری حدیث پڑھنے کے لیے میں پہلی آٹھ باتیں بھی پڑھ دیتا ہوں)۔

رسولؐ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

"آخری زمانے میں چار باتیں تو یہ آئیں گی کہ ہمارے ماننے والے' رسولؐ اللہ کا کلمہ پڑھنے والے' اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والے' وہ چار گناہ بہت زیادہ کریں گے:

① شراب پینا ② سود کھانا ③ گانا بجانا ④ رشوت لینا"

تاریخ بتاتی ہے کہ یہ چار گناہ ہر زمانے میں رہے۔

آخری زمانے میں کیا کوئی خاص بات ہے؟

رسولؐ اللہ ارشاد فرماتے ہیں: آخری زمانے کی علامت یہ ہے: یہ چار گناہ بہت زیادہ ہوں گے لیکن ہمارے ماننے والے' میرا کلمہ پڑھنے والے پہلے ان چار گناہوں کو کسی طرح سے حلال کریں گے اور پھر ان گناہوں کو انجام دیں گے۔

دیکھیے!

جب تک آدمی زندہ ہے اس کی زبان تو چل رہی ہے۔ اسے بولنے کا اختیار ہے اور آج کل تو ویسے بھی آزادی کا زمانہ ہے' جو دل چاہے کہو' اور جو دل چاہے کرو' نہ کوئی تمھیں روک سکتا ہے اور نہ کوئی تمھیں امر بالمعروف کرسکتا ہے اور پھر دنیا کے

کچھ ایسے ملک بھی ہیں کہ جہاں پر آدمی کے ذاتی کردار کو اتنا بڑا اثر دیا جاتا ہے کہ نہ کسی عالم کی اہمیت ہے' نہ کسی مجتہد کی حیثیت ہے' نہ کسی مرجع کے فتوے کی کوئی حیثیت ہے۔

چلیں مرجع کو بھی چھوڑیئے!

رسولؐ اور امامؑ کے قول کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے' جو ہمارے من میں آئے گا وہ ہم کریں گے اور وہی اِسلام ہے۔

دیکھیں!

بات اگر یہاں تک ہو کہ جو ہمارے من میں آئے گا' ہم وہ کریں گے تو بھی ٹھیک ہے۔

نہیں!

جو ہمارے من میں آئے گا وہی اِسلام ہے' چناں چہ آخری زمانے میں یہ چار باتیں ہوں گی۔

اچھا!

یہ یاد رکھیے گا کہ یہ اس وقت تک ہے جب تک کہ ملک الموت نہیں آ رہا' لیکن جب ملک الموت آ جائے گا تو اس کے بعد سب سے پہلے انسان کی زبان ہی بند ہو گی جیسے ہمارے ملک پاکستان میں اگر کسی کی کار خراب ہو جائے تو اس کے بارے میں مثال کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ یہ وہ گاڑی ہے جس کی ہر چیز بولتی ہے سوائے ہارن کے۔ جب تک آدمی زندہ ہے اس وقت تک اس کی زبان بول رہی ہے' مگر جب ملک الموت آئے گا وہیں پر یہ زبان بند ہو جائے گی اور باقی پورا جسم بولے

گا۔ ہاتھ بولیں گے کہ اس نے کیا گناہ کیا ہے' پیر بولیں گے کہ انھوں نے کیا گناہ کیے ہیں' آنکھیں بولیں گی کہ انھوں نے کیا گناہ کیے ہیں۔

جو بات اللہ کے رسولؐ کہہ رہے ہیں' وہ یہ ہے:

آخری زمانے میں ہر ایک کو دلیل پیدا کرنے کی ایسی عادت ہو جائے گی کہ اسلام کو ایک کھلونا بنا لیں گے' شراب حلال کی جائے گی ڈرنک یا دوا کے نام پر' گانا حلال کیا جائے گا انٹرٹینمنٹ کے نام پر' سود حلال کیا جائے گا منافع کے نام پر' رشوت حلال کی جائے گی گفٹ یا تحفہ کے نام پر۔

اللہ کا رسولؐ ارشاد فرما رہا ہے:

آخری زمانے میں شراب پہلے حلال کی جائے گی ڈرنک کے نام پر اور پھر اس کو پیا جائے گا' گانا پہلے حلال کیا جائے گا انٹرٹینمنٹ کے نام پر اور پھر اسے سنا جائے گا' سود پہلے حلال کیا جائے گا منافع کے نام پر اور پھر آدمی اسے لے گا' رشوت پہلے حلال کی جائے گی گفٹ اور تحفے کے نام پر اور پھر آدمی اس کو دے گا۔

یہ چار چیزیں ہیں ان کے بعد پانچویں اور چھٹی چیز تو بہت مشہور ہے' کیوں کہ اکثر علما اسے الگ سے پڑھا کرتے ہیں۔

پانچویں چیز یہ کہ جب انسان کا خدا اس کی دولت بن جائے گی۔

اللہ کسے کہتے ہیں؟

جس کی خوشی کے لیے' جس کی رضا کے لیے آدمی دنیا کا ہر کام کرتا ہے لیکن یہ مقام دولت کو حاصل ہو جائے گا اور جب عورتیں آدمی کا قبلہ بن جائیں گی۔

دیکھیے!

یہ حدیث بھی ایک طرح سے مسلمانوں کی خرابی کو بتا رہی ہے۔

رسولؐ خدا فرماتے ہیں: آخری زمانے میں انسان حلال اور حرام میں عمل دخل کرے گا۔ جب ہر چیز میں اس کی نظر عورتوں کی طرف ہو گی؛ جب اس کا خدا اس کی دولت بن جائے گا۔

سب سے پہلا ٹارگٹ اس کا پھر کیا بنے گا؟

اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں: آخری زمانے کی ایک نشانی یہ ہے کہ لوگ کسی چور یا قاتل کو سزا ملنے پر اتنے خوش نہیں ہوں گے لیکن اگر کسی عالم کے مرنے کی خبر پائیں گے تو بہت زیادہ خوش ہوں گے۔

آخری زمانے میں سب سے ذلیل علما کو بنا کر رکھ دیا جائے گا' کوئی ان کی بات سننے کو تیار نہیں ہو گا۔ اگر ان پر کوئی مصیبت آئے تو لوگ باقاعدہ خوش ہوا کریں گے' جب کہ کسی چور وغیرہ کو سزا دی جائے تو اس طرح کی خوشی نہیں ہو گی۔ جیسا کہ تاریخ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک قاتل ایک وقت میں پکڑے گئے اور اس زمانے کے بادشاہ نے کہا: ان دونوں میں سے ایک کو میں چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔

لوگوں نے کہا: قاتل کو چھوڑ دو' عیسیٰؑ کو مت چھوڑنا۔

اللہ کے رسولؐ کہتے ہیں: آخری زمانے میں یہ علما کی مشکل ہو گی۔

اب پیغمبرؐ یہاں پر ایک جملہ کہہ رہے ہیں: کاش! آخری زمانے کے علما معاشرے میں بالکل بے وقوف ہو کر بیٹھیں ورنہ لوگ نہ ان کی جان کو چھوڑیں گے' نہ ان کی عزت کو۔

خیر! آٹھویں بات!

اللہ کے رسولؐ ارشاد فرماتے ہیں: آخری زمانے کی ایک علامت یہ ہے کہ ہمارے چاہنے والے ہمارے شیعہ ہمارا کلمہ پڑھنے والے ایک دوسرے پر لعنت بھی کریں گے، برا بھلا بھی کہیں گے حتیٰ یہ کہ ایک دوسرے کو کافر قرار دیں گے۔

اگرچہ اس جملے کو بعد کے معصومینؑ نے اور زیادہ واضح کر کے بیان کیا۔ یہاں تک روایات میں آیا کہ شیعوں کے درمیان ایسا اختلاف ہو جائے گا کہ ایک دوسرے کے چہرے پر تھوکنے کو ثواب سمجھیں گے، ایک دوسرے پر صبح و شام لعنت کریں گے، ایک دوسرے کو کافر قرار دیں گے اور ایک دوسرے کو قتل کرنا جائز قرار دے دیں گے۔

نویں اور دسویں بات!

اللہ کے رسولؐ ارشاد فرماتے ہیں:

لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ

وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ

''اسلام میں سے کچھ باقی نہ رہے گا مگر صرف نام باقی رہے گا اور قرآن میں سے صرف جو کاغذ پر لکھا ہوا ہے وہی باقی رہے گا۔''

اچھا!

قرآن کیا اس کاغذ پر لکھے ہوئے کا نام ہے یا قرآن ہر مومن کا اپنا گھر ہے؟

دیکھیے!

مومن کے لیے حدیث میں ایک لفظ آیا ہے کہ مومن کسے کہتے ہیں؟

مومن کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ مومن موبائل آف قرآن ہوگا' اس لیے کہ جو کچھ قرآن میں لکھا ہے وہ چاہے کاغذ پر اس کو پڑھ لو چاہے کسی مومن کو دیکھ لو تو تمھیں پورا قرآن مل جائے گا' لیکن اللہ کے رسولؐ کہہ رہے ہیں:

لَا یَبقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ

"آخری زمانے میں صرف اِسلام کا نام رہ جائے گا۔"

وَلَا یَبقٰی مِنَ الْقُرآنِ اِلَّا رَسْمُہٗ

"قرآن صرف کتاب میں محدود ہو کر رہ جائے گا باقی کچھ نہ رہے گا۔"

اب ۱۱ ہجری کا غدیری اِسلام' وہ خالی نام کا اِسلام تھا یا حقیقی اِسلام تھا؟

۱۱ ہجری کا غدیری اِسلام' اس میں قرآن خالی کتابی صورت میں تھا یا ہر آدمی کی پوری زندگی قرآن کی عکاسی کرتی تھی؟

۶۰ ہجری کا یزیدی اِسلام' یزید بھی تو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا' عاشورہ کے دن کربلا کے میدان میں امامِ مظلوم علیہ السلام کو شہید کرنے والے' یہ بھی تو شور مچا رہے تھے کہ جلدی کرو' جلدی کرو کہ نماز کی فضیلت کا وقت نکلا جا رہا ہے۔

نماز تو اس وقت بھی تھی' کلمہ تو اس وقت بھی تھا' قرآن تو اس وقت بھی تھا' اِسلام کا نام تو اس وقت بھی تھا' کسی نے کسی بھی موقع پر یہ نہیں کہا کہ میں کافر ہوں لیکن وہ نام کا اِسلام تھا اور وہ قرآن خالی کاغذ پر لکھا ہوا قرآن تھا یا اصل قرآن تھا؟

۱۱ ہجری کا اِسلام کیا ہے اور ۶۰ ہجری کا اِسلام کیا ہے؟

۱۱ ہجری کا اِسلام حقیقی اِسلام ہے' ۱۱ ہجری کا قرآن حقیقی قرآن ہے' لیکن ۶۰

ہجری کا اسلام خالی نام کا اسلام ہے۔ معلوم ہوا کلمہ پڑھ لیا' معلوم ہوا ایک نماز پڑھ لی' ۶۰ ہجری کا قرآن خالی کاغذ پر لکھا ہوا قرآن ہے' ورنہ کسی کی زندگی قرآن کی عکاسی نہیں کرتی۔

اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا:

''آخری زمانے میں اسلام خالی نام کا رہ جائے گا اور قرآن خالی کاغذ پر لکھا ہوا نظر آئے گا۔''

اس کا مطلب کیا ہوا؟

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری زمانے میں غدیری اسلام تمھیں نہیں ملے گا' بل کہ آخری زمانے میں یزیدی اسلام تمھیں ملے گا' وہی یزیدی اسلام جس کو سن کر میرے مظلوم آقاؑ نے فرمایا تھا:

''اس اسلام کو میرا سلام ہو''۔

یہ اسلام ہمیں نہیں چاہیے بل کہ ہمیں اصلی اسلام چاہیے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آخر ان دونوں اسلاموں میں کیا فرق ہے اور آج کے اس ہمارے اسلام میں کیا ایسی کمی ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ کے رسولؐ نے کہہ دیا کہ تم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو؟ حالاں کہ تم خالی نام کے مسلمان ہو۔

پہلے یہ دیکھنا ہے کہ آخر ان دونوں اسلاموں میں فرق کیا ہے؟

اس سے پہلے کہ میں اس کی detail میں جاؤں' ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کر دوں۔

واقعہ یہ ہے کہ کوئی شخص ہو' عالم ہو یا متقی اور پرہیزگار ہو' وہ مارکیٹ میں غلام

خریدنے کے لیے گیا۔

بہر حال!

تاریخ میں یہ ملتا ہے کہ پہلے زمانے میں انسانوں کو بھی اسی طریقے سے خریدا اور بیچا جاتا تھا' جس طریقے سے آج کل جانوروں کو خریدا اور بیچا جاتا ہے۔

اب وہ شخص گیا غلام خریدنے' مارکیٹ میں گیا جو غلام اس کو پسند آیا وہ لے کر آ گیا۔ غلام کو گھر میں لانے کے بعد اس نے غلام سے تین سوال کیے۔

پہلا سوال یہ کیا کہ تمھیں کھانے میں کیا پسند ہے؟ غلام نے بہت حیران ہو کر اس شخص کو دیکھا اور کہا: آپ مجھ سے یہ سوال کر رہے ہیں' میں آپ کا غلام ہوں' جو آپ مجھے کھانا دیں گے مجھے وہی کھانا' کھانا پڑے گا۔

کہا: اچھا! یہ بتاؤ کہ تم کپڑے کیسے پہنتے ہو؟

بڑی حیرت کے ساتھ غلام نے اس شخص کو دیکھا اور کہا: آپ مجھ سے پوچھ رہے ہو' میں تو آپ کا غلام ہوں' جو کپڑے آپ پہنائیں گے وہی میں پہنوں گا۔

کہا: اچھا! یہ بتاؤ تمھیں کہاں پر رکھا جائے؟

غلام نے بڑی حیرت کے ساتھ دیکھا۔

کہا: آپ مجھ سے پوچھتے ہیں' میں ایک غلام ہوں میرے لیے کوئی اختیار نہیں ہے' آپ میرے آقا ہیں جہاں رکھیں گے' میں وہی رہوں گا۔

غلام کی باتیں سن کر یہ شخص رونے لگا' گھر والے حیران ہو گئے۔

اُنھوں نے کہا: آپ بہت خوش خوش مارکیٹ سے آئے ہیں کہ بھئی! میں نے بہت اچھی ڈیل کی ہے اور بہت اچھا اور بہت ہی سستا مجھے غلام مل گیا' اس نے

کیا ایسی بات کہہ دی کہ آپ رونے لگے؟

کہا: اس نے مجھے یہ یاد دلا دیا کہ اسلام کسے کہتے ہیں۔

گھر والوں نے کہا: وہ کیسے؟

اس نے کہا: میں نے اس سے پوچھا: تم کیا کھاؤ گے؟

اس نے کہا: جو آپ کھلائیں گے۔

میں نے کہا: تم پہنو گے کیا؟

اس نے کہا: جو آپ پہنائیں گے۔

میں نے کہا: کہاں رہو گے؟

اس نے کہا: جہاں پر آپ رکھیں گے۔

اس کی ان باتوں نے مجھے بتا دیا کہ اسلام کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ میں اس کا خالق نہیں ہوں بلکہ میں تو صرف اسے مارکیٹ سے خرید کر لایا ہوں اور یہ کہہ رہا ہے کہ آقا کی ہر بات چلے گی؛ اصل میں تو ہمارا آقا و مولا اللہ ہے، یہ ہے اصل اسلام کہ کھاؤ وہ جو اللہ کھلانا چاہتا ہے، پہنو وہ جو اللہ پہنانا چاہتا ہے، رہو وہاں جہاں اللہ رکھنا چاہتا ہے۔ یہ ہے اسلام اور جہاں پر اللہ نے کہا: یہ چیز حرام ہے، لہٰذا اس سے ہمیں بچنا ہے۔

بہر حال!

وہ کھاؤ جو اللہ کھلانا چاہتا ہے، لیکن جہاں تم نے کہا کہ مجھے شراب میں مزہ آتا ہے، مجھے خنزیر کے گوشت میں مزہ آتا ہے، مجھے حرام گوشت میں مزہ آتا ہے تو یہ اسلام نہیں ہے۔

لباس کیسا پہننا ہے؟

دیکھیں!

لباس کو پسند کرنا بھی ایک بڑا مسئلہ ہے' خصوصاً عورتوں کے لیے' لیکن مرد حضرات بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں' ہر جگہ کا لباس الگ ہوتا ہے لیکن یہ ساری چیزیں بعد کی ہیں۔

سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ کیا یہ وہ لباس ہے جو اللہ کو پسند ہے؟ جو اللہ تمھیں پہنانا چاہتا ہے؟ جس میں اللہ راضی ہے؟

اسلام اس چیز کا نام ہے کہ کھاؤ وہ جو اللہ کھلانا چاہے' پہنو وہ جو اللہ پہنانا چاہے' رہو وہاں جہاں اللہ رکھنا چاہے۔

یاد رکھیے!

اس لیے مکمل طور پر ٹریننگ حج پر ملتی ہے۔

امامِ مظلوم علیہ السلام نے کربلا کا جہاد شروع کیا حج سے' مدینے کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ میں تشریف لے گئے' لیکن حقیقت میں کربلا کا آغاز حج سے ہوتا ہے۔

حج میں ہم کو یہی ٹریننگ ملتی ہے۔ حج میں ہم کون سا لباس پہنتے ہیں؟

حج پر ہم اپنے سارے لباس چھوڑ دیتے ہیں صرف دو چادریں پہنتے ہیں۔

کیا آپ یہ سوچ سکتے ہیں کہ زندگی میں ایسا لباس آپ پہنیں گے' لیکن حج پر پہننا پڑتا ہے اور مومن بڑی خوشی کے ساتھ پہنتا ہے۔

حج میں ہم کہاں رہتے ہیں؟

دیکھیے!

حج وہ نہیں ہے کہ جب آپ مکہ اور مدینہ میں رہائش پذیر ہوتے ہیں' بل کہ حج آٹھ ذوالحجہ سے شروع ہوتا ہے اور بارہ ذوالحجہ کو ختم ہو جاتا ہے' حج آٹھ ذوالحجہ سے لے کر بارہ ذوالحجہ تک پانچ دنوں کا نام ہے۔ ان دنوں میں آپ کہاں رہتے ہیں؟

جہاں پر اللہ آپ کو رکھنا چاہتا ہے' چناں چہ اگر ٹینٹ میں بھی رہنا پڑے تو ٹینٹ میں بھی رہتے ہیں اور اگر کبھی فٹ پاتھ کے کنارے اللہ سلا دے تو ہم سوتے ہیں اور وہ مزدلفہ کی رات ہے۔ وہ ایک رات ایسی ہے کہ جب ٹینٹ بھی نہیں ہوتا ہے۔ بس سڑک کنارے جہاں جگہ ملی اور وہیں پر لیٹ گئے' جہاں پر اللہ سلا دے وہیں پر سو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اِسلام میں حج کی اہمیت سارے واجبات سے زیادہ ہے۔

حدیث میں ہے: حج نماز سے بھی زیادہ اہم واجب ہے۔

اس لیے کہ حج مکمل طور پر ٹریننگ کا نام ہے' جو غدیری اِسلام کو بتاتا ہے۔

اس لیے میرے دو جملے آپ سن لیں!

پہلی بات یہ ہے کہ غدیر کا اعلان بھی اللہ کے رسولؐ نے حج کے موقع پر کیا' غدیر کا اعلان بھی حج سے ملا ہوا ہے۔ ابھی ابھی حج کر کے آئے تھے' ابھی ابھی اِسلام کی ٹریننگ لے کر آئے تھے اس لیے اللہ کہہ رہا ہے:

رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (سورۂ مبارکہ مائدہ، آیت ۳)

غدیر بھی حج سے ملا ہوا ہے اور کربلا بھی حج سے شروع ہوا۔

دونوں میں فرق ہے!

غدیر نام ہے حج مکمل کر کے واپسی کا اور کربلا نام ہے حج کو نامکمل چھوڑ کر

چلے جانے کا' لیکن دونوں غدیر اور کربلا حج سے ملے ہوئے ہیں' کیوں کہ حج اسلام کی ایک مکمل ٹریننگ ہے' وہ کھاؤ گے جو اللہ کھلا رہا ہے' وہ پہنو گے جو اللہ پہنا رہا ہے' وہاں رہو گے جہاں اللہ رکھ رہا ہے۔

لباس کیسا؟

خالی دو چادریں جن کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ سلی ہوئی نہ ہوں' لیکن ان کے علاوہ بھی حج میں بار بار یہ ٹریننگ ملتی ہے کہ تمھیں ساری زندگی اس طرح گزارنا ہے' خالی کپڑے کی بات نہیں ہے' خالی خیمے یا ٹینٹ کی بات نہیں ہے' بل کہ پوری زندگی۔

اِسلام کا خلاصہ کیا ہے؟

اس طرح سے زندگی گزارو جس طرح سے اللہ راضی ہے۔ اللہ کی رضا چاہیے' نہ اپنا امن دیکھنا ہے' نہ معاشرے کو دیکھنا ہے' نہ اپنے گھر کو دیکھنا ہے۔

دیکھیے کہ حج کس طرح سے ایک مکمل ٹریننگ دے رہا ہے۔

جب ہر ایک کا دل چاہے کہ وہ آئینہ دیکھے تو اللہ نے کہا: آئینہ دیکھنا حرام ہے۔ مومن نے آئینہ رکھ دیا اور جب کسی کا آئینہ دیکھنے کا دل نہ چاہے تب اللہ نے کہا۔ اب رضا ہے آئینہ دیکھنے کی۔ چناں چہ دیکھنا پڑتا ہے۔

کیا مطلب؟

جب آپ کے سر پر بال ہیں' بڑے خوب صورت بال ہیں۔

حج میں مجھ سے اکثر سوال یہ پوچھا جاتا ہے اور مردوں کی جانب سے یہ سوال آتا ہے کہ مولانا! کوئی ایسا طریقہ ہے کہ ہمیں اپنا سر نہ منڈوانا پڑے؟!

وہاں جا کر پتا چلتا ہے کہ بال کتنی اہم چیز ہے' بالوں سے کتنی محبت ہوتی ہے'

اب جب بال ہیں، آدمی نے ان میں تیل لگایا ہے، آدمی نے اپنے بالوں کو soft کیا ہے اور جب حج شروع ہوا تو شریعت اِسلامیہ میں آئینہ دیکھنا حرام قرار دیا گیا۔

دیکھیے!

جب سر پر بال تھے، دل آئینہ دیکھنے کو چاہ رہا تو اِسلام نے کہا حرام ہے، مومن نے آئینہ بند کر کے رکھ دیا اور جس وقت آپ نے منیٰ کے میدان میں اپنے سر کو منڈوایا اور گنجے ہو گئے اور ایسے ہوئے کہ خود اپنے آپ کو دیکھنے کو دل نہ چاہے تو اس وقت شریعت نے کہا: اب آئینہ اُٹھا لو اب تمھیں اپنا سر دیکھنے کی اجازت ہے۔ سر منڈواتے ہی، گنجا ہوتے ہی احرام اُتر جاتا ہے۔ سوائے تین چیزوں کے سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں۔ ان سب چیزوں میں آئینہ بھی شامل ہے۔ اُدھر جب آئینہ دیکھنے کا دل چاہ رہا تھا تو اللہ نے آئینہ دیکھنا حرام قرار دیا تھا اور جس وقت آدمی کا دل آئینہ دیکھنے کو نہ چاہ رہا تھا تو اس وقت اللہ نے کہا: اب آئینہ اُٹھا لو اب دیکھو کہ کیسے نظر آ رہے ہو؟

خالی مسئلہ آئینہ کا نہیں ہے، بلکہ اللہ کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کا مسئلہ ہے۔ ہمارا دل آئینہ دیکھنے کو چاہ رہا ہے، اللہ نے کہا: حرام ہے، ہمارا دل نہیں چاہ رہا اپنے آپ کو دیکھنے کا، لیکن اللہ نے کہا: حلال ہے تو ہم نے آئینہ اُٹھا کر دیکھا کہ کیسے نظر آ رہے ہیں۔

یہ خالی حج کے دنوں کی بات نہیں ہے بلکہ یہ اُصول جو (اِسلام حج میں) تمھیں ٹریننگ دلوا رہا ہے یہ ساری زندگی کا اُصول ہے۔

اب اسی میں ایک اور بات سنیے!

یہ کہ ہم شریعت کے واجبات بھی اللہ کے لیے نہیں کرتے ہیں' بلکہ اپنی مرضی سے کرتے ہیں' نام اللہ کا لے لیتے ہیں' نام شریعت کا لے لیتے ہیں۔

یہاں میں ایک چھوٹی سی مثال دے دوں!

وہ یہ کہ دیکھیے اِسلام میں کتنا اہم واجب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

ہر سال علما محرم الحرام میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا وہ وصیت نامہ پڑھ کر سناتے ہیں جو امامؑ نے اٹھائیس رجب کو مدینے میں لکھا تھا' اس میں امامؑ فرماتے ہیں:

اِنِّی لَم اَخرُج اَشِرًا وَ لَا بَطَرًا وَ لَا مُفسِدًا وَ لَا ظَالِمًا وَ اِنَّمَا خَرَجتُ لِطَلَبِ الْاِصلَاحِ فِی اُمَّۃِ جَدِّی اُرِیدُ اَن اٰمُرَ بِالمَعرُوفِ وَ اَنْھٰی عَنِ المُنکَرِ

"میں کسی قسم کا فساد پھیلانے' غرور و تکبر کا اظہار کرنے' سلطنت حاصل کرنے یا ظلم وستم کرنے کے لیے نہیں نکل رہا' بلکہ اپنے ناناؐ کی اُمت کی اصلاح کی خاطر نکل رہا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ معروف (نیکی) کا حکم دوں اور منکر (برائی) سے روکوں۔"

اِسلام کی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کتنی اہم عبادت ہے؟ لیکن آج کے زمانے میں امر بالمعروف بھی کیا جاتا ہے تو خالی اپنے کسی مقصد کے لیے یعنی کسی مومن سے اختلاف ہو گیا ہے' اُسے ذلیل کرنا ہے' لوگوں کے سامنے اس کی توہین کرنا ہے چناں چہ ہم کھڑے ہو گئے امر بالمعروف کرنے کے لیے۔

اگر اللہ کے لیے امر بالمعروف ہو تو اپنے گھر کے فرد کا بھی ہو گا' اپنے قریبی

دوستوں پر بھی ہوگا' پھر یہ نہیں دیکھا جائے کہ فلاں آدمی تو معاشرے کا ایک بڑا آدمی ہے۔ بھئی! اس کے بارے میں کچھ نہ بولو ورنہ نقصان پہنچا دے گا اور یہ ایک غریب آدمی ہے' اس لیے ساری دنیا کا امر بالمعروف اسی پر لاگو کرو۔

اگر اللہ کے لیے امر بالمعروف ہوگا تو اس میں چھوٹے اور بڑے کا فرق نہیں ہوگا۔ پیسے والا ہو یا غریب' اس میں یہ فرق نہیں ہوگا کہ دشمن پر تو امر بالمعروف ہو رہا ہے اور جو قریبی دوست ہے' وہ ہمارے سامنے بیٹھ کر اگر شراب بھی پی رہا ہے تو ہم کچھ کہنے کو تیار نہیں ہیں' اس لیے کہ جہاں اللہ کے لیے امر بالمعروف ہوتا ہے وہاں سب سے زیادہ طاقت ور اگر یزید بھی ہو تو اس کے سامنے بھی امر بالمعروف کیا جائے گا اور جہاں اپنے کسی مقصد کے لیے امر بالمعروف ہوتا ہے' جہاں اپنا غصہ اُتارنے کے لیے امر بالمعروف ہوتا ہے وہاں پر آدمی فرق کر دیتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو اللہ اِسلام کی ٹریننگ دے رہا ہے' جو حج پر مل رہی ہے' جو کربلا کا بھی ایک حصّہ ہے اور غدیر کا بھی ایک حصّہ ہے اس میں یہی message ہے' کام اس لیے نہیں کرنا ہے کہ خود کو اچھا لگ رہا ہے بل کہ اس لیے کرنا ہے کہ اللہ کو اچھا لگ رہا ہے' اللہ جب حلال کہے تو حلال ہے اور اللہ جب حرام کہے تو حرام ہے۔

اس کی ایک مثال اور سن لیجیے!

وہ یہ کہ مرد تو حج میں سر منڈواتے ہیں' لیکن عورتوں کے لیے حرام ہے' بل کہ عورتوں کو اپنے تھوڑے سے بال کاٹنا پڑیں گے جسے شریعت کی زبان میں "تقصیر" کہا جاتا ہے۔

دیکھیے!

حج کا ایک مسئلہ ہے کہ مرد "حلق" کر کے اپنا احرام اُتارتا ہے تو جو چیزیں اس پر حرام ہیں وہ حلال ہو جائیں گی اور عورتوں کو تقصیر کر کے تھوڑے سے بال کاٹنے ہیں' لیکن اے خدا! مرد اپنے بالوں سے محبت کرتے ہیں' لیکن اتنی محبت نہیں کرتے جتنی محبت عورتیں کرتی ہیں۔ مردوں سے کہا کہ تمھیں اپنے بالوں کی قربانی دینا ہے۔ یہ قربانی تم سے چاہیے تو عورتوں سے بھی تو یہی کہنا چاہیے تھا' عورت کے لیے سارے بال منڈوانے کا حکم کیوں نہیں آیا؟

کہا: ایسی بات نہیں ہے' بل کہ وہاں پر عورت کا ایک امتحان ہونے والا ہے وہ اس امتحان سے زیادہ اہم ہے' اس لیے کہ وہ عورت جو اپنے بالوں سے مردوں کے مقابلے میں زیادہ محبت کرتی ہے اُس سے کہا کہ بال منڈوانا نہیں ہیں' بل کہ تھوڑے سے بال کاٹنا ہیں۔

کیوں؟

کہا: دیکھو! اگر عورت سے یہ کہا جائے کہ اپنے سارے بال منڈواؤ تو جسے حج پر آنا ہے وہ تو یہ عمل انجام دے گی' لیکن جب وہ اپنا سر منڈوا لیتی تو پھر وہ حجاب یا چادر لیتی یا نہ لیتی؟

ضرور لیتی۔

جب سر پر بال نہ ہوتے تو سر پر ضرور چادر آ جاتی' لیکن یہ کیسے پتا چلتا کہ یہ حجاب اس نے اللہ کے لیے کیا ہے یا اپنے عیب کو چھپانے کے لیے کیا ہے؟

مرد کے لیے واجب ہے کہ وہ اپنا سر منڈوائے' کیوں کہ مرد نے تو حجاب نہیں

کرنا۔ اس کا امتحان یہ ہے کہ عوام کے سامنے اس طرح سے آئے اور عورت کا امتحان کیا ہے؟

سر نہ منڈوائے' بلکہ سر پر بال ہوں اور پھر حجاب کرے' تاکہ پتا چلے کہ یہ اللہ کے لیے سر چھپا رہی ہے' یہ عورت کا امتحان ہے۔

یہ ہے حج......

اسی لیے ہمارے پاس حضرت امام علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی وہ حدیث آ رہی ہے' جس میں امامؑ نے مختصر طور پر پورے حج کے بارے میں ایک جملہ کہا۔

کسی نے سوال کیا: یا امیرالمومنینؑ! ایک طرف تو ایسا لگ رہا ہے کہ اللہ یہ پسند کرتا ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان حج کے لیے آئیں اور دوسری طرف ایسا لگتا ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ لوگ حج پر نہ آئیں؟

امامؑ نے فرمایا: تیری پہلی بات تو صحیح ہے' لیکن یہ دوسری بات تُو نے کہاں سے کہہ دی؟

کہا: اس لیے کہ اللہ نے حج ایسی جگہ پر رکھا ہے کہ بہت سارے لوگ' ان کا من چاہے گا حج پر جانے کا' لیکن اس جگہ کی وجہ سے حج پر نہیں جائیں گے یعنی خود قرآن میں جو لفظ آگیا:

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ

"خداوندا! میں اپنی اولاد کو ایسی جگہ چھوڑ کر جا رہا ہوں جہاں گھاس کی ایک پتی بھی نہیں اُگتی" (سورۂ مبارکہ ابراہیم، آیت ۳۷)۔

جب آدمی لوگوں کو بلانا چاہتا ہے تو ان کو سہولیات بھی تو فراہم کرتا ہے' لیکن

اگر بلائے اور سہولیات فراہم نہ کرے تو next time تو پھر کوئی بھی نہیں آئے گا۔ اگر اللہ سب کو حج پر بلانا چاہتا تو حج کسی اچھی جگہ پر رکھا جاتا' تاکہ جن کا دل نہیں بھی کرتا وہ بھی حج پر آ جاتے؟

حضرت مولا علی علیہ السلام نے مسکرا کر فرمایا: اے بندۂ خدا! تُو نے خود ہی تو اپنے سوال کا جواب دے دیا ہے۔

وہ شخص حیران ہو گیا۔

عرض کیا: مولاؑ! میں تو ایک سوال کر رہا ہوں' میں نے جواب کیا دیا ہے؟

مولاؑ نے فرمایا: تیرے سوال میں ہی جواب ہے۔ تُو نے یہی تو کہا' تاکہ اللہ اگر کسی اچھی جگہ پر حج رکھتا تو وہ لوگ بھی آ جاتے جن کا حج کرنے کا دل نہیں چاہتا' اس لیے کہ اگر اللہ کسی اچھی جگہ حج کو رکھتا تو پھر پتا کیسے چلتا کہ اللہ کے لیے کون حج کرنے کے لیے آیا ہے؟

اللہ نے کہا: میں ایسی جگہ پر حج رکھوں گا جہاں پر خالی وہی آدمی آئے گا جس کو مجھ سے محبت ہے اور جو میرے حکم پر عمل کرنا چاہتا ہے۔ وہ ساری مشکلات برداشت کر کے بھی حج کو آئے گا (صلوات)۔

ذِکرِ مصائب: امامؑ کا صغریٰؑ کو مدینے میں چھوڑنا

اِسلام اسی چیز کا نام ہے کہ جو کام کرو چاہے کھانے کا ایک لقمہ ہو اور چاہے اس سے بڑا کام ہو' یہاں سے لے کر وہاں تک جو کام کرو تو صرف اللہ کے لیے کرو' جس میں اللہ راضی ہے وہ کام کرتا ہے' جس میں اللہ راضی نہیں ہے وہ کام نہیں کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آقا حسین علیہ السلام کو ہر ایک نے بتایا کہ آقاؑ! جہاں پر آپؑ جا رہے ہیں وہاں پر نقصان ہی نقصان ہے۔ آقاؑ! اگر آپؑ کو یزید کی بیعت نہیں کرنی تب بھی دنیا میں اس کے علاوہ اور بھی جگہیں ہیں جہاں جا کر آپؑ بیعت سے بھی جان چھڑا سکتے ہیں اور یہ جو نقصان ہونے والا ہے اس سے بھی آپؑ بچ سکتے ہیں' لیکن آپؑ کوفہ نہ جایئے' عراق نہ جایئے' اس لیے کہ وہاں نقصان ہی نقصان ہے' یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے پہلے آپؑ کے باباؑ کے ساتھ دغابازی کی' یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے آپؑ کے بڑے بھائی امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دیا تھا اور ان کے ساتھ دغابازی کی تھی۔

مولاؑ! آپؑ عراق نہ جایئے' اس کے علاوہ آپؑ جہاں بھی چلے جائیں۔

امامؑ نے فرمایا: میرا پروردگار یہ چاہتا ہے کہ ہماری گردنیں کٹیں' ہمارا خون بہے' اپنے بچوں کے لاشے ہم اپنے ہاتھوں سے اُٹھائیں۔

تو جو حج کا پیغام تھا کہ کام وہ کرنا ہے جس پر اللہ راضی ہو' وہی message کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام دے رہے ہیں۔

حج میں تو تھوڑی دیر کے لیے آپ کو اپنا یہ لباس اُتارنا پڑتا ہے اور اپنے گھر کو چھوڑنا پڑتا ہے' لیکن کربلا تھوڑی دیر کے لیے گھر کو چھوڑنے کا نام نہیں ہے' بل کہ کربلا اکبرؑ کے لاشے کو اُٹھانے کا نام ہے' کربلا اصغرؑ کے گلے میں تیر دیکھنے کا نام ہے' کربلا اپنے گھر والوں کو قیدی بنتے دیکھنے کا نام ہے' کربلا نوکِ نیزہ پر کٹے ہوئے سروں کے بلند ہونے کا نام ہے۔

آقا حسین علیہ السلام نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ میرا پروردگار اسی میں راضی ہے

کہ ہمارا خون بہے' ہماری گردنیں کٹیں اور ہمارے بچوں کے لاشے اُٹھیں' ہر قربانی دینے کے لیے حسینؑ تیار ہے۔

عزادارو!

ایک مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا وہ یہ کہ اٹھائیس رجب کو حضرت امام حسین علیہ السلام کا قافلہ مدینے سے چل رہا ہے اور امامؑ ہر امتحان کے لیے تیار ہیں' مگر صرف ایک چیز سمجھ میں نہیں آتی۔

کتاب ''نہضت الحسینؑ'' میں ایک روایت ہے جس سے اس سوال کا حل سامنے آتا ہے۔ وہ یہ کہ ہر قربانی دینے کے لیے حضرت امام حسین علیہ السلام تیار ہیں۔

اٹھائیس رجب کو حضرت امام حسین علیہ السلام کا قافلہ تیار ہو رہا ہے' جب حسینؑ قافلہ تیار ہو رہا ہے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی ساری اولاد کو message دیا' سارے گھر والوں کو message دیا کہ سب لوگ میرے ساتھ چلنے کی تیاری کریں' مگر میری بیٹی فاطمہ صغریٰؑ میرے ساتھ نہیں جائے گی۔

دیکھیے!

آپ میں سے اکثر لوگ صاحبِ اولاد ہیں' اگر کسی کی چھ اولادیں ہیں' تین کو ایک چیز دے اور تین کو وہ چیز نہ دے تو جس کو نہیں ملے گی وہ صبر کرلے گا' چار کو دے اور دو کو نہ دے تو جن دو کو نہیں ملی تو وہ بھی صبر کرلیں گے' لیکن سب کو دے دے اور خاص ایک کا نام لے کر کہے کہ اس کو نہیں ملے گی تو اس بچے کی سمجھ میں نہیں آتا کہ میری غلطی کیا ہے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میرے سارے بیٹے میرے ساتھ جائیں

گے میری ساری بیٹیاں میرے ساتھ جائیں گی' لیکن میری بیٹی صغریٰ" میرے ساتھ نہیں جائے گی۔

حضرت فاطمہ صغریٰ" خود اپنی جگہ پریشان ہیں اور ہم بھی پریشان ہیں۔

آقا! جب سب کو لے کر جا رہے ہیں تو صغریٰ" کو کیوں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟

کبھی دل میں خیال آیا کہ شاید اس لیے کہ صغریٰ" لڑکی ہے اور یہ سفر بڑا خطرناک ہے' لیکن جب میں نے فہرست میں دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام دوسری لڑکیوں کو لے کر گئے' فاطمہ کبریٰ'' سکینہ' لیکن صغریٰ" کو کیوں چھوڑا؟ کبھی میرے دل میں خیال آیا کہ صغریٰ" بیمار ہے' لیکن جب چوتھا امام" بیمار جا سکتا ہے تو صغریٰ" کیوں نہیں جا سکتی؟

کبھی میرے دل میں خیال آیا کہ شاید اس لیے کہ صغریٰ" بہت چھوٹی ہے' لیکن جب دو ہفتوں کا علی اصغر" جا سکتا ہے تو صغریٰ" 'اصغر" سے زیادہ چھوٹی تو نہ تھی؟

میں پریشان' لیکن کتاب "نہضت الحسین"" میں اس کا جواب ملا اور وہ جواب یہ ہے کہ اٹھائیس رجب حسین علیہ السلام کا قافلہ تیار ہو گیا۔ message آیا کہ جاؤ میری بیٹی صغریٰ" کو خدا حافظ کہہ کر آ جاؤ' لیکن دیکھو کوئی صغریٰ" سے بات نہ کرے ایسا نہ ہو کہ صغریٰ" کسی کی سفارش لے کر آ جائے۔

اب ہر بی بی' صغریٰ" کے کمرے میں جاتی ہے سر پر ہاتھ رکھتی ہے: بیٹی! خدا حافظ اور واپس چلی آتی ہے۔ آخر میں جب صغریٰ" نے دیکھا کہ میری مہربان پھوپھی ثانی زہراؑ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا میرے حجرے میں آئیں تو صغریٰ" کو یقین تھا کہ اگر پھوپھی اماں" نے میری سفارش نہ کی تو پھر کوئی میری سفارش نہیں

کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی زینبؑ نے سر پر ہاتھ رکھا ہے کہ صغریٰؑ نے تڑپ کر کہا: پھوپھی اماںؑ! آپؑ کی بیمار بھتیجی ایک درخواست کرتی ہے' وہ یہ کہ باباؑ سے کہیں مجھے اکیلا چھوڑ کر نہ جائیں' مجھے اپنے ساتھ لے کر جائیں۔

حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: صغریٰؑ! گھبراؤ نہیں چند دنوں کی ہی تو بات ہے' ہمارا قافلہ واپس آئے گا' ہم لوگ واپس آئیں گے۔

صغریٰؑ تڑپ کر کہتی ہے: پھوپھی اماںؑ! مجھے پتا ہے کہ آپؑ واپس آئیں گی لیکن میرا باباؑ واپس نہیں آئے گا' میں تو اپنے باباؑ کے بارے میں پریشان ہوں۔

اب زینبؑ گھبرا گئی۔

صغریٰؑ! یہ تُو نے کیا کہہ دیا؟

عرض کیا: پھوپھی اماںؑ! کل رات کو میری طبیعت خراب تھی' سب گھر والے سو رہے تھے' میں نے کسی کو بے آرام نہ کیا' میں کمرے سے نکل کر باہر صحن میں آئی تو میں نے دیکھا کہ گھر کی پچھلی دیوار کے ساتھ کوئی سیاہ پوش بی بیؑ زمین پر بیٹھی ہے اور کہہ رہی ہے: ہائے میرا لالؑ! ہائے میرا بیٹا! ہائے میرا حسینؑ!

پھوپھی اماںؑ! میں نے پہچان لیا کہ یہ میری دادی فاطمہ زہراؑ تھیں' جو میرے باباؑ کا ماتم کر رہی ہے۔

بس عزادارو!

جب زینبؑ نے ماں کا نام سنا' اب تو زینبؑ سے بھی برداشت نہ ہوا۔ صغریٰؑ کو لے کر چلی' حسینؑ کے حجرے میں داخل ہوئی' حسینؑ نے دیکھا کہ زینبؑ صغریٰؑ کو لا رہی ہے' حسینؑ سمجھ گئے کہ میری بہن صغریٰؑ کی سفارش لے کر

آ رہی ہے۔

فرمایا: زینبؑ! میں تیری ہر بات مانوں گا، مگر صغریٰؑ کی سفارش نہ کرنا۔

زینبؑ نے کہا: بھیا! آخر کیوں؟ میری صغریٰؑ نے کیا خطا کی ہے؟

امامؑ نے فرمایا: زینبؑ! تمھیں پتا ہے کہ کیا ہونے والا ہے؟ کربلا سے کوفہ جانا ہے، کوفہ سے شام جانا ہے، بازاروں میں جانا ہے، درباروں میں جانا ہے، حسینؑ اپنی ہر بیٹی کی بے پردگی برداشت کرسکتا ہے، لیکن صغریٰؑ کی بے پردگی برداشت نہیں کرسکتا۔

ہم ہاتھ جوڑ کر پوچھیں گے: آقا! کیوں؟

آقا کا جواب ہوگا: اس لیے کہ میری باقی بیٹیاں میرے ناناؐ کی تصویر ہیں یا میرے باباؑ کی شبیہ ہیں لیکن میری صغریٰؑ میری ماں فاطمہ زہراؑ کی شبیہ ہے۔

ارے!

حسینؑ کیسے برداشت کرے کہ فاطمہؑ کی شبیہ بے مقنع و چادر نامحروں کے درمیان بازاروں میں جائے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلسِ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ
رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۂ مبارکہ مائدہ آیت ۳)

غدیر والا اِسلام اور یزید والا اِسلام!

۱۸ ذوالحجہ ۱۱ ہجری میں جس اِسلام کے بارے میں قرآن نے یہ فرمایا:

رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۂ مبارکہ مائدہ آیت ۳)

"اللہ اس اِسلام سے راضی ہوا۔"

یہ غلط فہمی نہ ہونے پائے کہ میرا موضوع حج ہے۔

نہیں!

موضوع تو وہی ہے کہ دو اِسلام ہیں، جن میں سے ایک کو اللہ پسندیدہ اور راضی دین کہہ رہا ہے اور ایک اِسلام کو میرا مظلوم آقا خدا حافظ کہہ رہا ہے۔

کل ایک جملہ میں نے حج اور کربلا کے حوالے سے بھی عرض کیا تھا کہ حج وہ عبادت ہے کہ جو ایک طرف تو غدیر خم سے ملی ہوئی ہے کیوں کہ حج کے مکمل ہونے پر غدیر کا اعلان آیا اور دوسری جانب کربلا سے یہ عبادت ملی ہے، اس لیے کہ امامِ مظلومؑ نے اپنے جہاد کو لوگوں کے سامنے حج سے ہی پیش کرنا شروع کیا۔

ذرا غور کیجیے!

لوگوں کے لیے یہ کتنی عجیب بات ہو گی کہ جب ساری دنیا سے لوگ حج کرنے آ رہے ہیں اس وقت وہ دیکھیں گے کہ ایک قافلہ ایسا ہے جو حج کو چھوڑ کر جا رہا ہے۔

مکہ مکرمہ میں آٹھ ذوالحجہ کو اتنا رش ہو جاتا ہے کہ چاروں طرف سے جتنی بھی سڑکیں مکہ کی طرف آتی ہیں وہ احرام پہنے ہوئے ان لوگوں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں جو "اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" کی صدائیں بلند کرتے ہوئے اللہ کے گھر کی طرف آ رہے ہوتے ہیں۔

جیسا کہ آپ نے ساری زندگی سنا، ٹھیک اسی دن آٹھ ذوالحجہ کو آقا حسین علیہ السلام نے اپنے احرام کو اُتار کر دوسرا لباس پہنا اور اس قافلے کی سمت اس طرح سے کی کہ اس قافلے کی خانہ کعبہ کی طرف پشت ہو رہی ہے اور یہ مکہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

یہاں پر جتنے بھی مسلمان حج کرنے آ رہے ہوں گے تو پہلے ان کے ذہن میں یہ سوال ضرور آیا ہو گا کہ آخر وجہ کیا ہے کہ رسولؐ کا نواسہ اس وقت حج کو چھوڑ کر جا رہا ہے؟ اور حضرت امام حسین علیہ السلام لوگوں کے دماغ میں یہی سوال پیدا کرنا چاہتے تھے۔

اب اس کی detail تو بعد میں آئے گی کہ حج حضرت امام حسین علیہ السلام کے جہادِ کربلا کا بھی ایک طرح سے ایک starting point ہے بھی اپنے action کے ذریعے سے ساری دنیا سے آنے والے مسلمانوں کو امامِ مظلوم علیہ السلام نے جو بھی message دینا شروع کیا وہی message شام کے بازار اور دربار میں جا کر

اس وقت مکمل ہوا جب سید زین العابدین علیہ السلام کے گلے میں طوق، ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔

حج اور شام کا بازار اور دربار!

جہاں بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کا message زبان سے کم تھا، مگر action سے زیادہ تھا، سب لوگوں نے ایک لباس پہنا ہے، لیکن حسین علیہ السلام کے قافلے نے دوسرا لباس پہنا ہے اور یہی message شام کے دربار میں اور بازار میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیا۔

خیر!

حج اِسلام کا ویسے ہی ایک انتہائی اہم پلیٹ فارم ہے، لیکن غدیر اور کربلا کے حوالے سے کربلا کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔

جیسا کہ کل میں عرض کر رہا تھا کہ حج مومن کے لیے ایک مکمل ٹریننگ بھی ہے اور یہ بتا بھی رہی ہے کہ غدیر کا اِسلام کیا ہے اور یزید کا اِسلام کیا ہے؟!

اچھا!

کل مجلس کے بالکل end میں مولاؑ کی ایک حدیث آئی تھی جس میں مولاؑ نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ نے مکہ میں حج کو رکھا ہی اس لیے ہے کہ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ خلوصِ نیت کے ساتھ حج کرنے کون آ رہا ہے، لیکن اگر کوئی یہ سوال کرے کہ مولا! اب تو وہ بات نہیں رہی، اب تو مکہ اتنا زیادہ ترقی کر چکا ہے کہ یورپ اور امریکہ میں رہنے والے بھی جب مکہ میں جاتے ہیں تو وہاں جا کر انھیں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا، دنیا کی ہر چیز مکہ میں موجود ہے؟

اس لیے میں ایک حدیث عرض کر کے اپنے آج کے موضوع کو آگے بڑھا رہا ہوں۔

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے!

جو کل میں نے حدیث پڑھی تھی وہ امام علی علیہ السلام کی تھی اور آج جو حدیث پڑھ رہا ہوں وہ اللہ کے رسولؐ کی ہے۔ خود رسولؐ خدا نے پہلے ہی سے حج کے حوالے سے یہ بات کہہ دی تھی کہ آخری زمانے میں کس طرح پورے حج کی فلاسفی کو تبدیل کر دیا جائے گا۔

وہ والی حدیث جس میں امام علی علیہ السلام نے کہا کہ ہماری نیت کو چیک کرنے کے لیے اللہ نے مکہ میں حج رکھا۔ اس سے پہلے رسولؐ خدا نے بتا دیا کہ آخری زمانے میں حج کی پوری فلاسفی ہی تبدیل ہو کر رہ جائے گی اور یہ والی حدیث یہ بھی بتاتی ہے کہ آخری زمانے کی علامت کیا ہے؟ کیسے پتا چلے کہ کون سا زمانہ آخری زمانہ ہے؟

پیغمبرؐ کی حدیث یہ ہے کہ جب آخری زمانہ آئے گا تو لوگ حج پر جائیں گے اور بہت بڑی تعداد میں جائیں گے۔ اسی حدیث میں پیغمبرؐ نے ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا جسے شیعہ اور سنی علما نے تحریر کیا ہے کہ خانۂ کعبہ کے چاروں طرف جو مسجد ہے اگر اس کو دیکھتے چلے جائیں تو جو نیا حصّہ ہے کیا اس کو بھی مسجد مانا جائے گا؟

کیا یہ وہ والی مسجد ہے جو رسولؐ اللہ کے زمانے کی تھی یا آج کے زمانے کی مسجد ہے؟ پیغمبرؐ کی اس حدیث میں اس کے لیے بھی ایک اشارہ ہے اللہ کے رسولؐ ارشاد فرماتے ہیں:

کب؟

جب آپؐ آخری حج ادا فرما رہے تھے اور اس وقت خانہ کعبہ کے صحن میں اتنا رش تھا کہ طواف کرنے کے لیے لوگوں کو جگہ نہیں مل رہی تھی۔

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: تم کیا سمجھ رہے ہو کہ آج جو اتنا بڑا لوگوں کا ہجوم ہے یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ آخری زمانے میں تو اتنے مسلمان آئیں گے جو اس سے زیادہ ہوں گے۔

لوگوں نے گھبرا کر عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آج جب ایک لاکھ حاجی آئے ہیں تو طواف کرنے کی جگہ نہیں ہے اور جو آخری زمانے میں آپؐ بتا رہے ہیں کہ دو لاکھ یا تین لاکھ آئیں گے تو وہ خانہ کعبہ کا کیسے طواف کریں گے؟

اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: اس وقت اس مسجد کو بڑا کیا جائے گا۔

لوگوں نے فوراً سوال کیا: یارسولؐ اللہ! اگر یہ مسجد بڑی بنائی جائے گی تو جو نئی جگہ اس میں شامل ہوگی تو کیا اس کو بھی مسجد حرام کا حصہ مانا جائے گا؟

پیغمبرؐ اسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ کی یہ مسجد اگر بڑھا بڑھا کر یمن تک لے جائی جائے تو وہ ساری کی ساری مسجد حرام رہے گی اور اس میں وہی ایک لاکھ نمازوں کا ثواب رہے گا (صلواۃ)۔

اس کے بعد رسولؐ اللہ نے کچھ اور ایسی باتیں بتائیں جن کا تعلق فقہی مسائل سے ہے چناں چہ میں اس حدیث کو مختصر کر دیتا ہوں' البتہ ایک بات میں اور کرتا ہوں کہ آخری زمانے کے بارے میں جتنی بھی حدیثیں ہمارے پاس آئی ہیں کہ آخری زمانے کی علامات کیا ہیں؟

آخری زمانے میں مسلمانوں کی حالت کیا ہوگی؟ ان سب حدیثوں میں یہ

ایک بات آئی کہ مسلمانوں میں عبادت کا شوق اتنا بڑھ جائے گا کہ چاہے نماز ہو' چاہے روزہ ہو' چاہے خمس ہو اور چاہے حج ہو۔

دیکھیے!

اگر اس انداز سے آپ آخری زمانے کے بارے میں حدیثیں پڑھیں تو ایسا لگتا ہے کہ آخری زمانے میں مسلمان بہت بری حالت میں ہوں گے' کردار اور عقیدے کے لحاظ سے' لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جتنی حدیثیں آئی ہیں سب میں لکھا ہے کہ آخری زمانے میں نمازیوں کی تعداد بہت بڑھ جائے گی۔

روایت ہے کہ جتنی بڑی بھی مسجد بنالو چاہے تمہارے اپنے شہر کی ہو' چاہے مکہ کی ہو اتنے نمازی آئیں گے کہ کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہوگی' بل کہ ایک آدمی کا جسم دوسرے آدمی کے جسم سے ٹکرا رہا ہوگا۔ روزہ رکھنے والوں کی تعداد بڑھ جائے گی' خمس دینے والوں کی تعداد بڑھ جائے گی اور حج کرنے والوں کی تعداد تو اتنی بڑھ جائے گی کہ جیسا حدیث میں بتایا گیا ہے مگر نماز اور روزہ' خمس اور حج اس میں جتنا بھی اضافہ ہو جائے۔

روایت ہے کہ عمل کے اعتبار سے یہ انتہائی بُرے ہوں گے چناں چہ نماز کے لیے بھی یہی حدیث ہے کہ جتنا یہ لوگ مسجدوں میں زیادہ ہوں گے (کہ نماز کے لیے جگہ نہیں ملے گی) اتنا ہی ان کے دل ایک دوسرے سے دور ہوں گے۔ جسم ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔ جسم جتنے ایک دوسرے کے قریب ہوں گے' دل اتنے ہی دور ہوں گے۔ ایک دوسرے کے خلاف دل میں حسد' دشمنی اور عداوت رکھ کر یہ نماز کی صفوں میں کھڑے ہوں گے' یعنی جو کچھ بھی حقوق اللہ ہیں نماز ہے' روزہ ہے' خمس

ہے یا حج ہے اس میں تعداد بڑھ جائے گی' لیکن عمل کے اعتبار سے جھوٹ' حسد' غیبت' تہمت' مومن کے خلاف دشمنی' علما کی توہین کرنا یہ بھی اتنا ہی زیادہ بڑھ جائے گا۔

جیسا کہ میں نے کل بھی کہا اور آج بھی کہہ رہا ہوں کہ یہ والی چیز detail کے ساتھ بعد میں آئے گی۔

حج جو ہر زمانے میں ایک اہم عبادت جانی جاتی تھی' آخری زمانے میں حاجیوں کی تعداد بہت بڑھ جائے گی' لیکن رسولؐ اللہ کہہ رہے ہیں۔

صحیح معنوں میں یہ والی حدیث پڑھیں تو وہ والی حدیث سمجھ میں آتی ہے کہ جب پانچویں امام علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی کو عرفات کے میدان میں دکھا دیا تھا کہ یہ جو لوگ حج کرنے کے لیے آئے ہیں یہ حاجی نہیں ہیں بل کہ ان میں کتے ہیں' ان میں خنزیر ہیں' ان میں بندر ہیں اور ان میں شیر ہیں' لیکن انسان تو سو دو سو میں ایک نظر آتا ہے۔

بہت ہی مشہور حدیث ہے۔

پیغمبرؐ فرماتے ہیں: آخری زمانے میں لوگ اللہ کے گھر کی طرف آئیں گے اور حج کریں گے لیکن ان میں حج کرنے والے کہاں ہوں گے؟ پیسے والے صرف سیر و تفریح کرنے کے لیے آئیں گے۔ ہر سال holiday کے لیے' مختلف جگہوں پر جاتے تھے' چلو اس سال مکہ کو بھی جا کر دیکھ لو۔

اس حدیث کا مطلب کیا ہوا؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ آخری زمانے میں مکہ اتنا ترقی کر جائے گا کہ

holiday کو جانے والے بھی مکہ میں جانا پسند کریں گے' بلڈنگ کے اعتبار سے' ہوٹل کے اعتبار سے اور عام سہولیات کے اعتبار سے اتنی چیزیں ملنے لگیں گی کہ لوگ دوسرے ممالک کو بھول جائیں گے۔

رسولؐ اللہ یہ پہلے سے بتا چکے ہیں کہ آخری زمانے میں حج کو اس طرح سے تبدیل کر دیا جائے گا کہ پیسے والے سیر و تفریح کی غرض سے جائیں گے اور غریب لوگ صرف اس لیے جائیں گے تاکہ ریاکاری ہو' یعنی لوگ ان کو واہ واہ کریں اور یہ کہیں کہ دیکھو غریب آدمی ہیں' لیکن کس طرح سے ہر سال حج پر جاتا ہے۔

دیکھیے!

یہ بھی ایک' لوگوں کی زبان سے بہت بڑا اثر ہے کہ اپنی تعریف سننا بہت اچھا لگتا ہے مثلاً کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کو کہہ دے کہ دیکھو: یہ کتنا بڑا نمازی ہے تو اندر سے نفس اس جملے سے اتنا خوش ہو رہا ہے۔

ایک صاحب شادیاں بہت کرتے تھے حتیٰ کہ ساٹھ' ستر سال کے ہو گئے پھر بھی شادیوں کا سلسلہ جاری رکھا۔

کسی نے کہا: بھائی! اب تو قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھے ہو' ملک الموت کا انتظار کرو' یہ کیا ہے کہ آپ ابھی بھی شادیاں کر رہے ہیں۔

کہا: شادی میں کسی اور مقصد کے لیے نہیں کرتا ہوں بل کہ اس لیے کرتا ہوں کہ جب نکاح ہوتا ہے اور پھر عورتوں میں لے جاتے ہیں تو عورتیں کہتی ہیں: راستا دو لڑکا آ رہا ہے۔ بس یہ جملہ سننے کے لیے کہ لڑکا آ رہا ہے۔ میں شادیاں کرتا ہوں اس لیے کہ یہ جملہ سن کر اتنا مزہ آتا ہے کہ میں خود کو جوان سمجھنے لگتا ہوں۔

اللہ کا رسولؐ کہہ رہا ہے کہ آخری زمانے میں پیسے والا بھی خانۂ کعبہ جائے گا' لیکن اللہ کے لیے نہیں بل کہ صرف سیر و تفریح کے لیے اور غریب آدمی بھی حج پر جائے گا اور ہر سال جائے گا' لیکن وہ بھی اللہ کے لیے نہیں جا رہا بل کہ اس لیے جا رہا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں کہ دیکھو! کتنا متقی آدمی ہے' اس کے گھر کھانے کو کچھ نہیں ہے' لیکن ہر سال حج پر پہنچ رہا ہے یعنی جس مقصد کے لیے اللہ نے مکہ کو منتخب کیا تھا آخری زمانے میں وہ مقصد ہی فوت ہو کر رہ جائے گا۔

یہ تو حضرت امامِ علی علیہ السلام کی کل والی حدیث کا مفہوم ہے کہ امامِ علی علیہ السلام کے خطبے سے پہلے رسولؐ خدا نے یہ بتا دیا تھا کہ یہ حدیث ابھی جو امامِ علی علیہ السلام کہنے والے ہیں' یہ آخری زمانے کے لیے نہیں ہے۔

اب دو چھوٹی چھوٹی باتیں!

حج کے حوالے سے کل میں یہ کہہ رہا تھا کہ انتہائی خالی message نہیں' message ہوتا ہے زبانی بل کہ ٹریننگ ہے' خود ہمیں اور آپ کو practically وہ کام کرنا ہوتے ہیں۔ حج میں ایسا نہیں ہے کہ کسی نے منبر پر بیٹھ کر کوئی تقریر کی اور بات ختم۔

نہیں!

آپ کو احرام خود پہننا ہے' آپ کو آئینہ دیکھنا خود ترک کرنا ہے۔

اسی میں دو چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں!

حج اور عمرہ کے واجبات میں سے ایک اہم واجب ہے صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کرنا۔

دو پہاڑیاں ہیں:

① صفا ② مروہ

تاریخ میں ان کے بارے میں ہے کہ اگرچہ پہلی سعی حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی' لیکن اس وقت جس انداز میں سعی ہوتی ہے (یعنی صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑنا) یہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی سنت ہے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کون تھیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دوسری بیوی یعنی حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ (جو اس وقت بچے تھے) ان کو مکہ میں لاکر چھوڑ دیا' اس وقت مکہ میں کچھ نہیں تھا' ایک صحرا تھا' نہ کوئی آدمی رہتا تھا' نہ کوئی جانور تھا' اس لیے کہ یہاں پانی کا کہیں نام ونشان تک نہیں تھا۔ چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یہاں بٹھایا۔ یہاں پہنچے تو دیکھا کہ چاروں طرف صحرا ہے' کوئی سبزہ نہیں' گھاس کی ایک پتی بھی نہیں تھی اور وہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے کہا: سواری سے اُترو۔

اپنی گود میں اسماعیل علیہ السلام کو لو اور یہاں بیٹھ جاؤ۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام زمین پر بیٹھ گئیں' لیکن اب اُنھوں نے دیکھا کہ جیسے ہی مجھے زمین پر اُتارا گیا ویسے ہی میرے شوہر نے اپنی سواری کا رُخ تبدیل کیا اور واپس جانے لگے' بالکل میں اکیلی ہوں' بالکل میں تنہا ہوں۔

ابھی تک حضرت ہاجرہ علیہا السلام یہ سمجھ رہی تھیں کہ میں سفر کر رہی ہوں اور

میرا شوہر میرے ساتھ ہے' بی بیؑ نے دیکھا کہ میں اکیلی ہوں' نہ کھانا ہے' نہ پانی ہے' نہ کوئی بندہ ہے' نہ کوئی سایہ ہے' نہ کوئی درخت ہے اور نہ کوئی سبزہ ہے۔

گھبرا کر کہا: آپؑ مجھے یہاں اکیلا چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک جملہ کہا:

بِأَمرِ اللّٰہِ

''خدا کے حکم سے''۔

بس!

اتنا سننا تھا کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام خاموش ہو گئیں' کوئی سوال نہیں کیا' ایک لفظ نہیں کہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے ہر مومن کو اپنے action کے ذریعے سے اِسلام کے حوالے سے ایک اُصول دیا۔

کیا؟

وہ یہ کہ کوئی بھی اللہ کا حکم تمھارے سامنے آئے تو بس وہیں پر اپنے منہ پر تالا لگا لو وہیں پر اپنی زبان کو خاموش کر لو اور اللہ کے حکم پر عمل کرو۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام زمین پر بیٹھ گئیں' لیکن جب بچے کو پیاس لگی تو اب بچے کے لیے پانی تلاش کرنے لگیں۔ قریب میں صفا پہاڑی تھی اس پر گئیں پھر مروہ کی طرف گئیں' سات چکر اس طرح سے لگائے مگر اپنے بیٹے کو زمین پر لٹا گئیں۔ یہ پریشانی بھی لاحق ہے کہ میرا بیٹا اکیلا ہے' ایسا نہ ہو کہ کوئی جانور اس کے قریب آ جائے (اگرچہ صفا سے مروہ جا رہی ہیں لیکن دیکھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف رہی

ہیں) حضرت ہاجرہ علیہا السلام چل رہی ہیں بیچ میں سلوپ (slop) ہے اس کے اندر جانا ضروری ہے۔ جس وقت اس میں جاتی ہیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اب بیٹا نظر نہیں آ رہا' ایک طرف پانی کے لیے جانا بھی ضروری ہے اور دوسری طرف بیٹا نظر نہیں آ رہا' چناں چہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس جگہ کو دوڑ کر طے کرتی ہیں' تا کہ جلدی سے یہاں سے نکل سکیں اور بیٹا نظر آنے لگے' جاتے وقت بھی اسی راستا سے اور واپس بھی اسی راستے سے آتی ہیں۔

جس وقت وہ سلوپ آتا ہے' جس وقت زمین کے نیچے جاتی ہیں اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام نظر نہیں آتے تو ماں دوڑ کر اس جگہ کو عبور کرتی ہے' تا کہ بیٹا آنکھوں کے سامنے رہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی جانور اس کو نقصان پہنچا دے۔ یہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی سعی تھی۔ یہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا طریقہ تھا۔

آج چار ہزار سال ہو گئے' نہ ہمارا کوئی بیٹا زمین پر لیٹا ہے کہ ہم اس کو دیکھیں اور نہ ہی راستے میں کوئی سلوپ ہے۔ اب وہ پورا کا پورا راستا بالکل صاف ہے' اب نہ بیٹے کی جان خطرے میں ہے اور نہ ہی وہاں پر ایسا کوئی مسئلہ ہے کہ وہ بیت کعبہ نظر آنا بند ہو جاتا ہے یا راستے میں کوئی رکاوٹ آتی ہے' لیکن خدا نے کہا کہ چار ہزار سال پہلے حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اپنے بیٹے کی وجہ سے اتنا سفر دوڑ کر طے کیا تھا (اب چاہے اب وہ مسئلہ نہیں رہا' لیکن حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے طریقے پر تمھیں اس طرح چلنا ہے کہ جہاں وہ دوڑ کر چلیں' وہاں تمھیں بھی دوڑ کر چلنا ہے' جہاں وہ آہستہ چلیں' وہاں تمھیں بھی آہستہ چلنا ہے)۔

آیئے!

ایک سوال یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام بیٹے کی محبت میں وہاں دوڑ کر چلیں اور اب حکم کیا ہونا چاہیے؟

حضرت ہاجرہ علیہا السلام ایک عورت ہیں اور ماں ہیں' ماں یہاں سے دوڑ کر چلی' اس لیے قیامت تک کی ماں عورت جب یہاں سے جائے تو وہ دوڑ کر جائے' خاص کر عورتوں کے لیے حکم ہونا چاہیے' کیوں کہ عورتوں کی سنت پر تو عورتوں کو ہی چلنا چاہیے' عورتوں کے لیے حکم ہوتا ہے۔

چلیں!

مردوں کے لیے بھی ہوتا ہے' لیکن کتنی اہم بات ہے کہ آج بھی یہ شرعی مسئلہ ہے کہ جب عورت اور مرد حج کریں تو (اگرچہ تمام طریقہ ایک جیسا ہے مگر کچھ جگہوں پر مختلف ہے):

① مرد کے لیے تلبیہ یعنی لبیک کی صدا کو زور سے ادا کرنا مستحب ہے اور عورت کے لیے خاموشی سے پڑھنا مستحب ہے' جیسا کہ نماز میں حکم ہے۔

② جب صفا اور مروہ کے بیچ میں وہ جو گرین مقام ہے مرد وہاں پر دوڑ کر جاتے ہیں جیسے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام دوڑ کر گئیں اور عورتیں وہاں پر جائیں تو اپنی معمولی سپیڈ سے چلیں۔ ان کے لیے دوڑنے کا حکم نہیں ہے' ان کے لیے حکم ہے کہ تمھیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے طریقے سے نہیں جانا اور مردوں کے لیے حکم ہے کہ تمھیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے طریقے سے جانا ہے۔

دیکھیے!

یہ واجبات کا مسئلہ نہیں ہے بل کہ مستحبات کا مسئلہ ہے لیکن دل چسپ ہے کہ آخر کیوں حضرت ہاجرہ علیہا السلام ایک عورت تھیں' حضرت ہاجرہ علیہا السلام ایک ماں تھیں اور ماں ہونے کی وجہ سے دوڑ کر گئیں' اگر بیٹا نہ ہوتا تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام دوڑ کر نہ جاتیں' مگر عورت کا طریقہ عورت کے لیے role model نہیں ہے بل کہ مردوں کے لیے بھی role model ہے۔

کیوں؟

کیا وجہ ہے؟

اس کی وجہ ہے عورت کا حجاب۔ وہ حجاب جو آج کی عورت کے نزدیک سب سے حقیر چیز ہے' ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔

کیوں؟

اس لیے کہ انھوں نے حجاب کی فلاسفی کو سمجھا ہی نہیں۔ حجاب اتنا اہم ہے کہ اگر آج سے چار ہزار سال پہلے حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنے بیٹے کی محبت میں دوڑ کر جا رہی تھیں تو اس لیے کہ وہاں ان کو دوسرا کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ اگر کوئی دیکھنے والا نہ ہو تو عورت کے لیے حجاب واجب نہیں ہے' لیکن آج اللہ نے کہا کہ جب عورت صفا اور مروہ کے درمیان جائے گی تو ایک لاکھ آدمی اس کو دیکھ رہے ہوں گے اور ہوں گے بھی سارے حاجی' حالاں کہ حاجی کا دل بھی پاک ہوتا ہے اور آنکھ بھی پاک ہوتی ہے بل کہ چاہے اس کا دل اور آنکھ پاک ہو یا نہ ہو لیکن حج کے دوران ہر آدمی اپنے واجبات میں اتنا busy ہوتا ہے کہ اس کے پاس time ہی نہیں ہوتا کسی اور کو دیکھنے کا' لیکن اسلام نے کہا کہ عورت اگر دوڑے گی تو چاہے اس نے کیسا ہی

لباس پہنا ہو تو اس کا یہ دوڑنا خود اس حجاب کے خلاف ہے۔

خدا نے کہا: عورت کا حجاب اتنا اہم ہے کہ میں ہاجرہؑ کی سنت کو صرف مردوں کے لیے رکھ سکتا ہوں لیکن عورت کے حجاب کو معاف نہیں کر سکتا ہوں' اسے حجاب کرنا پڑے گا (صلواۃ)۔

اب آپ حج کا آخری message سنیے!

اس عشرہ میں ایک کل کی مجلس میں دو باتیں آئی تھیں اور آج کی مجلس میں دو باتیں آ رہی ہیں۔

دوسری بات سنیے!

سب سے مشکل ترین حج کا جو واجب رکن ہے وہ شیطانوں کو پتھر مارنا ہے۔

اب یہ جو شیطان کو ہم کنکر مارتے ہیں اس میں ایک بہت ہی دل چسپ سوال آتا ہے وہ یہ کہ جب ہم شیطان کو کنکر مارتے ہیں تو اس کے لیے شریعت نے اجازت دی ہے کہ یہ کنکر حرم میں سے آپ کہیں سے بھی اُٹھا سکتے ہیں' لیکن بہتر یہ ہے کہ مزدلفہ کے میدان سے کنکر اُٹھائے جائیں۔ مزدلفہ کا میدان وہ میدان ہے جہاں ایک رات ہم بغیر ٹینٹ کے رہتے ہیں۔

سنت موکدہ ہے یہ کہ کنکر مزدلفہ کے میدان سے اُٹھائے جائیں اور ایک عجیب منظر رات کے وقت ہوتا ہے کہ بیس لاکھ حاجی مزدلفہ کے میدان میں گھوم رہے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں کنکر جمع کرنے کی ایک تھیلی ہے۔ دوسرے ہاتھ میں ٹارچ ہوتی ہے' جگہ جگہ سے کنکر اُٹھائے جا رہے ہیں' ہر کنکر کا پہلے پوسٹ مارٹم کیا جا رہا ہے کہ کیا اس کو پھینکا جا سکتا ہے یا نہیں پھینکا جا سکتا ہے اور مجھے حج میں سب سے زیادہ

یہی منظر اچھا لگتا ہے' لیکن سوال یہ ہے کہ آخر مزدلفہ کے میدان میں جہاں شریعت نے لازم نہیں کیا بل کہ کہا کہ پورے حرم میں اپنے گھر سے بھی کنکر اُٹھا سکتے ہو' منیٰ کے میدان سے جہاں دو راتیں رہنا ہے وہاں سے بھی اُٹھا سکتے ہو' لیکن مستحب ہے کہ مزدلفہ کے میدان سے کنکر اُٹھاؤ اور ایسا مستحب ہے کہ سارا عالم اِسلام اس پر عمل کرتا ہے۔

ایک جملہ میں اور کہہ رہا ہوں!

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''علل الشرائع'' میں بھی یہ حدیث لکھی ہے اور اپنی کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' میں بھی' وہ یہ کہ رسولؐ اللہ نے جب بھی حج کیا اور مزدلفہ کے میدان میں گئے اور چاہے رسولؐ اللہ کو ضرورت ہو یا نہ ہو اس میدان میں رُک کر پیغمبرؐ نے پیشاب ضرور کیا۔

یہ ایک روایت آئی ہے اور امامؑ نے اس کی عِلّت بیان فرمائی ہے۔ پیغمبرؐ کا یہ عمل یعنی ایک طرح سے مزدلفہ کی مٹی کو ذلیل کرنا ہے اور یہ ہمارا عمل کہ منیٰ کے میدان میں جہاں شیطان ہے۔

دیکھیے!

شیطان تیسرے میدان منیٰ میں ہے اور کنکر اُٹھا رہے ہیں دوسرے میدان سے اور وہ ہے مزدلفہ' ان دونوں چیزوں کی عِلّت کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب شیطان نے پوری دنیا کے انسانوں کو گم راہ کیا خصوصاً مکہ والوں کو۔

مکہ والوں کو کیسے گم راہ کیا؟

ان کو اس طرح گم راہ کیا کہ جو خانہ کعبہ اللہ کے لیے بنایا گیا تھا اس میں لا کر تین سو ساٹھ بت رکھے اور سب سے بڑا بت تھا "ہبل"، لیکن اس کے علاوہ تین سو انسٹھ بت رکھے گئے تھے۔

خانہ کعبہ اللہ کا گھر، ایک اللہ کے لیے بنایا گیا لیکن اس میں تین سو ساٹھ بتوں کو لا کر رکھ دیا گیا۔

قرآنِ کریم میں دو جگہ ایک آیت آئی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (سورۂ مبارکہ نساء، آیت ۴۸، سورۂ مبارکہ نساء، آیت ۱۱۶)

"اللہ تمہارے بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کر دے گا، لیکن شرک کو معاف نہیں کرے گا۔"

خانہ کعبہ شرک کا سنٹر بن گیا۔ لیکن ایک عجیب بات یہ ہے کہ مکہ والے خانہ کعبہ میں جو یہ بت لا کر رکھتے تھے تو وہ بت کون سی مٹی سے بنائے جاتے تھے؟

وہ بتوں کو مزدلفہ کے میدان کی مٹی سے بناتے تھے اس لیے مزدلفہ کے میدان کی مٹی بت بنانے کے لیے بڑی اچھی مانی جاتی تھی۔ وہ تین سو ساٹھ بت جو خانہ کعبہ میں رکھے گئے ان سب کے لیے جو مٹی لائی گئی تھی وہ مزدلفہ کے میدان کی مٹی تھی، اس لیے شیطان نے لوگوں کو اور خصوصاً مکہ والوں کو گم راہ کرنے کے لیے اور خانہ کعبہ جو اللہ کا گھر ہے اس میں جھوٹے خدا یا تین سو ساٹھ بتوں کے لیے مزدلفہ کے میدان کی مٹی کو استعمال کیا۔ اب پیغمبرؐ نے بھی اپنی سنت کے ذریعے اور اسلام نے جو ہمارے لیے مستحب قرار دیا کہ وہاں سے کنکر اٹھاؤ اس کے ذریعے ایک

message دیا۔

یہ کنکر کیوں اُٹھا رہے ہو؟

یہ کنکر اس لیے اُٹھا رہے ہو کہ منیٰ میں شیطانوں کو مارنا ہے۔

اچھا!

شیطان سے ہماری دشمنی کیا ہے؟

کیوں ہم شیطان کو کنکر مارتے ہیں؟

شیطان سے دشمنی صرف اس لیے ہے کہ ہمیں اور آپ کو گم راہ کرتا ہے۔ وہ ہمیں اور آپ کو اللہ کے مقابلے میں لے کر جاتا ہے۔

یہاں بھی ایک اُصول ہمارے سامنے آ رہا ہے!

شیطان کے ساتھ ہماری کوئی خاص دشمنی نہیں ہے' بل کہ حقیقت میں ہماری دشمنی اس کے ساتھ اس لیے ہے کہ وہ ہمیں گم راہ کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اصل وجہ شیطان نہیں ہے بل کہ اصل وجہ ہے جو گم راہ کرے اس کے ساتھ ہماری دشمنی ہے۔ اب اگر گم راہ کرنے والی ہماری بیوی ہے تو اس سے اتنی ہی دشمنی رکھنی ہے' اگر گم راہ کرنے والا شوہر ہے تو اتنی ہی دشمنی اس سے رکھنی' اگر گم راہ کرنے والی ہماری اولاد ہے تو اتنی ہی دشمنی اس سے رکھنی ہے' اگر گم راہ کرنے والے ہمارے دوست واحباب ہیں تو اتنی ہی دشمنی ان سے رکھنی ہے تو شیطان سے ہماری دشمنی صرف اس لیے ہے کہ وہ ہمیں اللہ کے مقابلے میں لے جاتا ہے' تو جو جو ہمیں اللہ کے مقابلے میں لے جائے اس کو بھی اسی طرح سے کنکر مارے جاتے ہیں بل کہ کبھی کبھار خود آدمی میں جو ایک شیطان چھپا ہوا ہے' وہ اللہ کے مقابلے میں لے

جاتا ہے تو اس سے بھی اتنی ہی دشمنی رکھتی ہے۔

اب ایک چھوٹا سا مسئلہ سن لیجیے!

شیعہ اور سنی فقہا میں فقہی اعتبار سے حج کے مسائل میں ایک بہت اختلاف یہ بھی ہے کہ اہل سنت والجماعت کے فتوے میں یہ ہے کہ جب شیطان کو کنکر ماریں تو کنکر کا اس دیوار کو لگنا ضروری نہیں ہے' بل کہ اس کے چاروں طرف ایک حد قائم کی گئی ہے اگر کنکر اس میں چلا گیا تب بھی کنکر مارنے کا حق ادا ہو جائے گا اور ہماری فقہ میں واجب ہے کہ جب آپ کنکر ماریں تو شیطان کا وہ جو ستون ہے اسے لگے۔

اچھا!

یہ ہمارا مسئلہ ہے۔ مجتہد اپنے دل سے نہیں بناتا بل کہ مجتہد ادلہ عقلیہ ونقلیہ سے فتویٰ دیتا ہے۔ حدیث میں یہ بات آتی ہے کہ جب بھی آپ شیطان کو کنکر ماریں تو کنکر کا دیوار کو لگنا ضروری ہے۔

اچھا!

جب شیطان کو کنکر ماریں گے اور یہ کنکر جا کر دیوار کو لگے گا تو تھوڑا سا واپس آئے گا' یعنی جو مارے گا اس کی طرف واپس آئے گا۔

ٹھیک ہے!

ہمیں ایک اشارہ ملا وہ یہ کہ ہم نے شیطان کو کنکر مارا تو کنکر واپس ہماری طرف آیا۔ اس سے یہ message ملا کہ یہ دیوار اور ستون اتنا اہم نہیں ہے بل کہ اصل شیطان تو تمہارے اندر چھپا ہوا ہے۔ اصل میں کنکر تو اسے مارو' اصل میں تو اسے ختم کر کے جاؤ (صلوٰۃ)۔

اب آخری بات کر رہا ہوں تا کہ message مکمل ہو جائے!

رسولؐ اللہ سے لے کر گیارھویں امامؑ تک جب ہم سے یہ کہہ رہے ہیں کہ شیطان کو کنکر مزدلفہ کے میدان سے اُٹھا کر مارو اور مزدلفہ وہ میدان ہے جسے بتوں کے بنانے کے لیے شیطان نے use کیا تھا۔ ہمیں گم راہ کرنے کے لیے یہاں کی مٹی سے بت بنائے گئے تھے' یہاں کی مٹی ہمیں گم راہ کرنے کے لیے استعمال ہوئی تھی۔

تو message کیا ملا؟

message یہ ملا کہ حج کا message' شیطان کا message' مزدلفہ کا message اور اِسلام کی ایک بہت اہم ترین سنت کہ جس چیز کے ذریعے سے شیطان تمھیں گم راہ کرے۔ مومن کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ اسی چیز سے وہ شیطان پر حملہ کرے' جو ہتھیار شیطان تمھارے مقابلے میں لے کر آئے تو مومن کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہی شیطان کا ہتھیار شیطان سے چھینے اور اسی کے ذریعے سے شیطان پر حملہ کرے۔

اُردو میں ایک محاورہ ہے!

میاں کی جوتی اور میاں کا سر۔

جو ہتھیار شیطان تمھارے لیے استعمال کرے تو وہی ہتھیار شیطان کے مقابلے میں تمھیں استعمال کرنا ہے۔ جس میدان سے شیطان نے بت بنا کر ہمیں گم راہ کیا' اب اسی میدان سے کنکر اُٹھا کر اسی شیطان کو ہم مار رہے ہیں اور ایک ٹریننگ لے کر واپس آ رہے ہیں' کہ دیکھو تمھارے ماحول میں کس چیز کے ذریعے

شیطان تمھیں گم راہ کر رہا ہے۔ اب تمھاری ڈیوٹی ہے کہ تم اسی کے ذریعے شیطان پر حملہ کرو۔

آج کل شیطان کس چیز کے ذریعے ہمیں گم راہ کرتا ہے؟

آج کل شیطان ہمیں عورتوں کے ذریعے سے گم راہ کرتا ہے۔

اب ہماری ڈیوٹی یہ بنی کہ ہمارے معاشرے کی جو عورتیں ہیں انھیں کو شیطان کے مقابلے میں استعمال کیا جائے۔

آج کل شیطان ہمیں میڈیا کے ذریعے سے گم راہ کرتا ہے تو آج ہماری ڈیوٹی یہ بنی کہ اسی میڈیا کو شیطان سے چھین کر اسی میڈیا کے ذریعے سے شیطان پر حملہ کیا جائے۔

آج کل شیطان سکول کی ایجوکیشن کے ذریعے ہمارے نوجوانوں اور بچوں کو بھکاتا ہے تو ہماری ڈیوٹی یہ بنی کہ انھیں چیزوں کو ہم شیطان سے چھینیں اور انھیں کے ذریعے شیطان پر حملہ کریں۔

ایک فارمولا ہمارے سامنے حج میں آیا کہ غور کرو' اپنے حالات دیکھو! جس جس چیز کے ذریعے شیطان ہم کو گم راہ کر رہا ہے' شیطان کا ہتھیار شیطان کے مقابلے میں استعمال کرتا ہے۔

ذکرِ مصائب: تیاری از مدینہ

یہی کربلا کا message ہے' کربلا نے بھی یہی کہا' شیطان کربلا میں یزید کی شکل میں سامنے آیا' لیکن یزید نے کس کس چیز کے ذریعے سے حضرت امام حسینؑ کے خلاف عام مسلمانوں کو گم راہ کیا؟

کون سی چیزیں استعمال کیں؟

اس وقت یزید کا سب سے بڑا ہتھیار جمعہ کا خطبہ تھا۔ مسجد کے منبر اور اس زمانے میں نماز پڑھانے والے یزیدی امامِ جماعت۔

اس وقت یہی چیزیں تھیں۔

کس چیز کے ذریعے سے گم راہ کیا جا رہا ہے؟

غلط علما' قاضی شریح جیسے جن سے فتوے خریدے جا رہے تھے۔ ہر جمعہ کے خطبے میں امامِ علی علیہ السلام اور پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کو برا بھلا کہا جا رہا تھا' بازاروں اور درباروں میں یزید کے نمک خوار کھڑے ہو کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے خلاف تقریریں کر رہے تھے۔

اس کا جواب حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد نے کیسے دیا؟

جس جمعہ کے خطبہ میں مسجد کے منبر پر یزید کا آدمی یزید کی تعریف کر رہا ہے اسی منبر سے سید الساجدینؑ نے ایسا خطبہ دیا کہ شام کا بھرا ہوا دربار رونے لگا۔

جس عوام کے ذریعے سے یزید نے پہلے اہل بیتؑ رسالتؐ پر ظلم کرنا چاہا' لیکن میرے چوتھے امامؑ کے خطبوں' شہزادی زینب سلام اللہ علیہا کی تبلیغ اور ننھی سکینہؑ کے ماتم نے اسی عوام کو ایسا تبدیل کیا کہ یہی لوگ متاثر ہو کر چاروں طرف سے یزید کے محل کو گھیرتے ہیں اور کہتے ہیں: اے یزید! ان کو رہا کرو' آزاد کرو' ورنہ ہماری تلواریں تمہارے مقابلے میں آ جائیں گی۔

جو ہتھیار یزیدؔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے خلاف لا رہا ہے وہی ہتھیار حضرت

امام حسین علیہ السلام چھین کر یزید کے خلاف استعمال کر رہے ہیں تو جو حج کا message ہے وہ اپنی انتہا پر پہنچا کربلا میں اور یہی وجہ تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو یزید کا ہتھیار یزید کے مقابلے میں استعمال کرنا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مدینے سے چلے تو ایک مشورہ سب نے دیا کہ آقا حسینؑ! آپؑ جہاد کے لیے جایئے وہ آپؑ پر واجب ہے' لیکن کم از کم اپنے ساتھ ان عورتوں اور بچوں کو نہ لے جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: خدا کی مشیت یہی ہے کہ میں ان عورتوں اور بچوں کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام چوں کہ یہ دیکھ رہے ہیں کہ یزید کے مقابلے میں جو میں تلوار کربلا میں چلاؤں گا اس سے جہاد مکمل نہیں ہوگا' بل کہ جہاد تو اس وقت مکمل ہوگا جب یزید کا ہتھیار یزید کے خلاف استعمال ہوگا اور یہ ہتھیار کوفہ اور شام میں سامنے آئیں گے' وہاں پر تو میں نہیں ہوں گا' وہاں پر یہی زینبؑ ہوں گی' وہاں یہی سکینہؑ ہوں گی' وہاں پر یہی بچے ہوں گے' وہاں پر یہی عورتیں ہوں گی' تو یہی message مکمل کرنے کے لیے ۲۸ رجب کو حضرت امام حسین علیہ السلام مدینے سے اکیلے نہیں چلے' خالی مردوں کو لے کر نہیں گئے بل کہ مردوں سے زیادہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اہمیت عورتوں اور بچوں کو دی۔ ایک ایک بچے کو لے کر جا رہے ہیں۔

۲۸ رجب کو یہ قافلہ کس شان سے چلا؟!

عجیب منظر تھا۔

پورے بنی ہاشمؑ کے محلے میں حضرت عباس علیہ السلام اور حضرت علی اکبر علیہ السلام اس

قافلے کے انتظامات سنبھالے ہوئے ہیں۔ پورے محلہ بنی ہاشمؑ میں ہر طرف پہرہ لگ گیا۔ خبردار! کوئی بارہ برس کا بچہ بھی اِدھر سے نہ گزرے اس لیے کہ حسینؑ کا حرم جارہا ہے رسولؐ کی نواسیاں جارہی ہیں علیؑ و بتولؑ کی بیٹیاں جارہی ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد قافلے کے اُونٹ لائے گئے عجیب انداز کے اُونٹ تھے۔ آج عماریاں بھی ہیں آج محملیں بھی ہیں آج پردے بھی پڑے ہیں اور ایک بار جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا message پہنچا کہ اے سیدانیو! اب ایک ایک کر کے باہر آؤ تمھاری سواریاں آ گئی ہیں۔

جیسے ہی اُمّ فرویؑ باہر آئیں تو قاسمؑ دوڑ کر آگے بڑھے سہارا دے کر ماں کو سوار کرایا۔

اُمّ لیلیٰؑ آئیں تو علی اکبر علیہ السلام آگے بڑھے سہارا دے کر ماں کو سوار کرایا۔

اُمّ کلثومؑ آئیں اُمّ کلثومؑ کی اولاد نہیں ہے تو چھوٹا بھائی عباسؑ دوڑ کر آیا اور سہارا دے کر اُمّ کلثومؑ کو سوار کرایا۔

عزادارو!

آخر میں ایک عجیب منظر تھا وہ یہ کہ جیسے ہی ثانیٔ زہراؑ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا باہر آئیں تو ایک طرف سے اکبرؑ دوڑے ایک طرف سے عباسؑ دوڑے۔

آقا حسین علیہ السلام نے فرمایا: نہیں عباسؑ! تم نہیں۔

اکبرؑ! تم نہیں میری بہن جارہی ہے زینبؑ کو میں سہارا دوں گا۔

یہ کہہ کر حسینؑ نے زینبؑ کو سہارا دیا زینبؑ سواری میں بیٹھیں قافلہ چلا۔

عزادارو!

ذرا سوچو!

جب گیارہ محرم کو کربلا کے میدان میں سواریاں لائی گئیں تو یہ بیبیاںؑ جو ۲۸ رجب کا قافلہ دیکھ چکی تھیں' ہائے اُونٹ تو ہیں لیکن پردے ہیں' نہ محملیں ہیں' نہ عماریاں ہیں۔

ارے!

کوئی سوار کرانے والا بھی نہیں ہے۔

اُمّ فرویؑ نے میدان کو دیکھا۔

آواز دی: قاسمؑ بیٹا! ارے! تیری ماں سوار ہو رہی ہے' کیا تُو بھی نہ آئے گا؟

لیلیٰؑ نے اکبرؑ کو پکارا۔

بس!

زینبؑ یہ منظر دیکھ رہی ہے' ایک بار علیؑ کی بیٹی آگے بڑھی۔

فرمایا: بیبیوؑ! گھبراؤ نہیں' پریشان نہ ہو' اگر آج کوئی نہیں رہا زینبؑ تو موجود ہے' میں تمھیں سوار کراتی ہوں' آؤ لیلیٰؑ! آؤ کلثومؑ! آؤ ربابؑ! آؤ فرویؑ!

عزادارو!

ایک ایک بی بیؑ کو زینبؑ نے سوار تو کر دیا' لیکن آخر میں زینبؑ کی باری آئی' ایک بار دائیں طرف دیکھا' ایک بار بائیں طرف دیکھا' نہ عباسؑ ہے' نہ حسینؑ ہے۔

ایک بار فرات کی طرف دیکھ کر فرمایا: عباسؑ! کیا تم مجھے سوار نہ کراؤ گے؟

بس!

یہ سننا تھا کہ میرا مظلوم آقا سجادؑ آگے بڑھا۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں، پاؤں میں بیڑیاں ہیں۔

رو کر کہا: پھوپھی اماںؑ! گھبرائیے نہیں، اگر چچا عباسؑ نہ رہا، اگر بابا حسینؑ نہ رہا تو میں سجادؑ تو موجود ہوں، آیئے میں آپؑ کو سوار کراتا ہوں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَىَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُونَ

مجلسِ سوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (سورۂ مبارکہ مائدہ آیت ۳)

سامعین گرامی قدر!

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرما رہا ہے:

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور میں تمہارے لیے دینِ اسلام سے راضی ہو گیا۔"

ان مجالس میں ہمارا موضوع ہے (جس پر میں مسلسل دو دن سے بات کر رہا ہوں) کہ "غدیری اسلام اور یزیدی اسلام کے درمیان فرق"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے یہ سوال کیا کہ اے فرزند رسولؐ!

مَا اَکۡبَرُ الۡکَبَائِرِ

"سب سے بڑے بڑے گناہ اسلام میں کون سے ہیں؟"

میں یہاں پر اکثر اپنی طرف سے ایک بات بتا دیتا ہوں وہ یہ کہ ہمارے علما نے پوری کتابیں لکھی ہیں کہ جتنے بھی گناہ ہیں ان کی تعداد کتنی ہے؟

قریب قریب تین ہزار کے قریب ایسے گناہ بنتے ہیں' جس میں چھوٹے اور بڑے سب شامل ہیں جو حرام ہیں اور آدمی کو جہنم کا ایندھن بنا دیتے ہیں' لیکن یہ تین ہزار جو ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

① صغیرہ ② کبیرہ

یہ بڑے بڑے گناہ ستر ہیں یا چالیس ہیں' بے حجابی گناہِ کبیرہ ہے' ڈاڑھی کا منڈوانا گناہِ صغیرہ ہے' شراب پینا گناہِ کبیرہ ہے' بغیر اجازت کے کسی کی mail کو دیکھنا' چاہے وہ e-mail ہی کیوں نہ ہو گناہِ صغیرہ ہے' خنزیر کا گوشت کھانا گناہِ کبیرہ ہے' سونے کے برتن میں کھانا کھانا' گناہِ صغیرہ ہے۔

یہ detail بتانے سے کچھ مفہوم ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا گناہانِ صغیرہ کو انسان کرسکتا ہے؟

نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہے' بلکہ یہ بھی حرام ہیں اور خالی حرام ہی نہیں بلکہ وہ جملہ جو میں نے کہا تھا' یہ میرا جملہ نہیں ہے' بلکہ حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم خوئی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا تھا جو ان کی کتاب میں بھی موجود ہے' جب ان سے کسی نے یہ سوال کیا: قبلہ! ڈاڑھی منڈوانا جو گناہِ صغیرہ ہے اگر کوئی یہ گناہ کرے تو اس کی سزا کیا ہوگی؟

انھوں نے فرمایا تھا: وہ جہنم کا حق دار بن جائے گا' ایسا نہیں ہے کہ آپ گناہِ صغیرہ کرسکتے ہیں۔

بہرحال!

یہ آج کا موضوع نہیں ہے۔

ستر یا چالیس گناہانِ کبیرہ ہیں۔

راوی کہتا ہے: مولاؑ! مجھے اور بھی مختصر کر کے بتائیں۔

مَا اَکْبَرُ الْکَبَائِرِ

''یہ جو گناہِ کبیرہ ہیں ان میں سب سے بڑے گناہ کون سے ہیں؟''

کیا یہ سب کے سب برابر ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: نہیں!

هُنَّ فِی کِتَابِ عَلِیٍّ سَبعَةٌ

''میرے دادا علیؑ کی کتاب میں جو بڑے بڑے گناہ لکھے ہیں وہ سات ہیں۔''

راوی نے عرض کیا: مولاؑ! بیان فرمائیں۔

امامؑ نے فرمایا:

اَلْکُفرُ بِاللّٰهِ وَ قَتلُ النَّفسِ الْمُحتَرَمَةِ وَ عُقُوقُ الْوَالِدَینِ

''گناہانِ کبیرہ میں سے پہلا اللہ کے ساتھ کفر اختیار کرنا ہے دوسرا کسی ایسے انسان کو قتل کرنا جس کے نفس کو اللہ نے محترم قرار دیا ہو اور تیسرا ہے والدین کے دل کو تکلیف پہنچانا۔''

امامؑ فرماتے ہیں: چوتھا گناہِ کبیرہ۔

اَکلُ الرِّبَا

''سود کھانا''

پانچواں گناہ کبیرہ ہے:

اَلفَرَارُ

''میدانِ جہاد سے بھاگنا''۔

چھٹا گناہ کبیرہ ہے:

اَکْلُ مَالِ الْیَتِیمِ

''کسی یتیم کے مال کو کھانا''۔

ساتواں گناہ کبیرہ ہے۔

وَ تَعَرُّبُ بَعدَالھِجرَۃِ

''مسلمانوں کے علاقے میں پیدا ہونے یا رہنے کے بعد ایسے ملک میں جا کر رہنا جہاں دین پر عمل کرنا ناممکن یا بہت مشکل ہو جائے۔''

جس وقت امامؑ نے ان سات گناہانِ کبیرہ کی فہرست مکمل کی تو راوی بہت حیران رہ گیا' اس لیے کہ اس نے علما سے جو سنا تھا' اس نے متقی لوگوں سے جو سنا تھا اس میں ایک گناہ بہت مشہور تھا اور وہ اس فہرست میں شامل نہیں ہے' چناں چہ وہ حیران ہو کر عرض کرتا ہے:

مولاؑ! اتنا تو بتایئے کہ نماز کا ترک کر دینا بڑا گناہ ہے یا اگر کوئی یتیم کے مال میں سے کوئی چیز کھائے؟

امامؑ نے فرمایا: نماز کا ترک کر دینا بڑا گناہ ہے۔

راوی نے عرض کیا: مولاؑ! آپؑ کی فہرست میں یتیم کا تذکرہ تو ہے' لیکن نماز کا ذکر نہیں ہے۔

امامؑ نے فرمایا: میں نے سب سے پہلے نماز کا ذکر کیا ہے۔

راوی حیران ہو کر عرض کرتا ہے: مولاؑ ! آپؑ نے نماز کا ذکر نہیں کیا۔

امامؑ نے فرمایا: میں نے نا صرف یہ کہ ذکر کیا ہے بل کہ سب سے پہلے نماز کا ذکر کیا ہے۔

راوی نے پھر عرض کیا: مولاؑ ! آپؑ نے نہیں فرمایا۔

امامؑ نے فرمایا: اچھا! یہ بتاؤ میری فہرست تمھیں یاد ہو گئی ہے؟

اُس نے عرض کیا: جی مولاؑ !

امامؑ نے فرمایا: سب سے پہلے کیا تھا؟

عرض کیا: مولاؑ ! سب سے پہلے اللہ کا انکار کرنا تھا۔

اب امامؑ نے یہ جملہ کہا:

مَنۡ تَرَكَ صَلٰوةً مُتَعَمِّدًا فَقَدۡ كَفَرَ

"جو جان بوجھ کر نماز کو ترک کر دیتا ہے وہ کفر اختیار کرتا ہے۔"

سورۂ مبارکہ روم کی آیت کو یاد کیجیے!

اَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ (سورۂ مبارکہ روم آیت ۳۱)

"نماز قائم کرو اور ایسا نہ ہو کہ تم مشرکوں میں سے ہو جاؤ۔"

نماز نہ پڑھنے والے کو کبھی قرآن مشرک کہتا ہے اور کبھی امامؑ کافر کہتے ہیں۔

ٹھیک ہے!

اس مشرک سے مراد وہ والا مشرک نہیں ہے اور اس کفر سے مراد وہ والا کفر نہیں ہے لیکن بے نمازی اس کفر اور شرک کے اتنا قریب ہے اپنے action میں

عقیدے میں نہیں، کیوں کہ یقیناً یہ اللہ کو مانتا ہے۔ اس لیے کہ اتنا بڑا گناہ کرنے کے بعد بھی جو بھی سزا اللہ اس کے لیے رکھے گا۔ یہ واپس جنت میں آئے گا، لیکن اپنے action کے اعتبار سے اتنا قریب ہے کہ کبھی قرآن نے اس کے لیے لفظ مشرک کہا اور کبھی امامؑ نے اس کے لیے لفظ کافر کہا۔

ہم مسلسل دیکھتے ہیں کہ پورے اسلام میں اس طرح سے نماز کی اتنی زیادہ اہمیت بتائی گئی ہے جو کربلا میں اپنی انتہا پر پہنچ چکی ہے کہ صبح عاشور بھی علی اکبر علیہ السلام کی اذان اور امام مظلوم علیہ السلام کی نماز سے شروع ہوئی اور دوپہر بھی اس عالم میں آتی ہے کہ امامؑ اپنے دو صحابیوں کو اپنے آگے کھڑا کر کے اپنی نماز کو انجام دے رہے ہیں اور عاشور کی سہ پہر بھی اس عالم میں آتی ہے اور پھر یہ جو حدیث ہمارے پاس آتی ہے کہ جب اہل بیتؑ کا لٹا ہوا قافلہ شہر مدینہ میں داخل ہوتا ہے تو لوگ پُرسہ دینے کے لیے آ رہے ہیں اور چوتھے امامؑ کے پاس پہنچ کر مختلف طریقے سے پُرسہ دے رہے ہیں، مگر ایک آدمی نے پُرسہ دیتے دیتے ایک عجیب بات کہہ دی۔

آ کر عرض کرتا ہے: فرزند رسولؐ! یہ تو بتائیے کہ جب مدینے سے آپؑ کے بابا کا قافلہ گیا تھا تو مولا! میں بھی اس وقت تھا، میں نے دیکھا کہ کس شان سے یہ قافلہ جا رہا ہے اور جب یہ قافلہ مدینے میں واپس آیا تو آج بھی میں مدینے میں ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ کس طرح سے سارا قافلہ لٹ چکا ہے، آپؑ کے سوا مردوں میں کوئی نظر نہیں آ رہا۔ جب قافلہ جا رہا تھا تو اس دن جو علم تھا وہ بھی سبز رنگ کا تھا، لیکن آج میں علم دیکھتا ہوں تو کالے رنگ کا نظر آ رہا ہے۔

مولا! صرف اتنا بتائیے کہ اتنی بڑی قربانی دینے کے بعد، کربلا سے کوفہ اور

کوفہ سے شام تک کا امتحان دینے کے بعد جس مقصد کے لیے آپؑ کے بابا گئے تھے اس مقصد میں کام یاب ہوئے ہیں یا ناکام ہوئے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: میں تیرے سوال کا جواب بعد میں دوں گا پہلے جا کر میرے نانا کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ کر واپس آ۔

وہ جب نماز پڑھ کر واپس آیا تو جس طرح چھٹے امامؑ نے اس راوی سے کہا تھا کہ میں نے ذکر کر دیا ویسے ہی چوتھے امامؑ نے فرمایا: تجھے تیرے سوال کا جواب میں نے دے دیا ہے۔

وہ حیران ہو گیا۔

عرض کیا: مولاؑ! آپؑ نے تو کچھ کہا ہی نہیں۔

فرمایا: تجھے تیرے سوال کا جواب مل گیا ہے۔

مولاؑ! میری سمجھ میں نہیں آیا' آپؑ نے کیا جواب دیا؟

فرمایا: تیرا سوال کیا ہے؟

عرض کیا: مولاؑ! میرا سوال یہ تھا کہ جس مقصد کے لیے آپؑ کے بابا کربلا گئے اور یہ ساری قربانی دی وہ مقصد پورا ہو گیا یا نہیں؟

امامؑ نے فرمایا: مجھے یہ بتا یہ ابھی تو کیا کر کے آیا ہے؟

عرض کیا: مولاؑ! میں نماز پڑھ کر آ رہا ہوں۔

فرمایا: تیری نماز تیرے سوال کا جواب ہے' کیوں کہ میرا بابا اسی نماز کو بچانے کے لیے کربلا گیا تھا اور جب تک یہ نماز پڑھی جائے گی یہ میرے بابا کی کام یابی کا اعلان ہو گا۔

ایک ایسی حدیث جو ہر شب جمعہ ہم اپنے الفاظ میں ادا کرتے ہیں۔ ہر شب

جمعہ ہم یہ حدیث پڑھتے ہیں:

اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتَ الزَّكٰوةَ

"اے میرے کربلا والے آقا حسینؑ! میں گواہی دیتا ہوں کہ

آپؑ نے نمازوں کو قائم کیا۔"

اسی طریقے سے ہمارے پاس جب چھٹے امامؑ کی شہادت والی حدیث آئی تو

وہاں بھی تو یہی جملہ ہے کہ حضرت ابوبصیرؓ جب پُرسہ دینے کے لیے چھٹے امامؑ کی

زوجہ حضرت اُمّ حمیدہؑ کے پاس آیا۔

دیکھیے!

پُرسہ ہمیشہ بیٹے کو دیا جاتا ہے' لیکن آپ کے علم میں ہوگا کہ چھٹے امامؑ کی

شہادت کے فوراً بعد ساتویں امامؑ غیبت میں چلے گئے تھے' جس کی وجہ سے اسماعیلی

فرقہ اور دوسرے فرقے وجود میں آئے یا اِن فرقوں کے بننے کی وجہ سے امامؑ اس

وقت غیبت میں تھے۔

خیر!

حضرت ابوبصیرؓ نے حضرت اُمّ حمیدہؑ سے پوچھا: شہزادیؑ! ہمارے چھٹے

امامؑ کی آخری وصیت کیا تھی؟ آخری جملہ چھٹے امامؑ کی زبان مبارک پر کیا تھا؟

آپ کو معلوم ہے' چھٹے امامؑ وہ ہیں جن کی وجہ سے ہماری شناخت ہے' یعنی

ہم جعفری کہلاتے ہیں۔ ہماری فقہ بھی فقہ جعفری ہے اور ہمارا ایک نام جعفری ہے۔

حضرت اُمّ حمیدہؑ نے ارشاد فرمایا: چھٹے امامؑ کی زبان پر آخری جملہ یہ تھا:

لَا تَنَالُ شِفَاعَتُنَا مُسْتَخِفًّا بِالصَّلٰوۃِ

"قیامت والے دن ہم اپنے شیعوں کی شفاعت کریں گے لیکن جو نماز کو حقیر سمجھتا ہے اس کو ہماری شفاعت نہیں ملے گی۔"

امامؑ نے یہ وصیت کیوں کی؟

اس لیے کہ امامؑ کو معلوم ہے کہ شیعہ کبھی توحید کے مسئلے میں غلطی نہیں کرے گا' رسالت کے عقیدے میں کبھی غلطی نہیں کرے گا' امامت کے عقیدے میں کبھی غلطی نہیں کرے گا' قرآن کے بارے میں کبھی غلطی نہیں کرے گا' اسلام وایمان کے بارے میں کبھی غلطی نہیں کرے گا اور محبت اہل بیتؑ کے بارے میں کبھی غلطی نہیں کرے گا مگر نماز کے بارے میں کم زور ہو جائے گا تو جاتے جاتے یہ message دے کر گئے۔

حدیثیں تو بہت ساری ہیں' لیکن یہاں پر ایک آخری بات کہہ دوں۔

وہ یہ کہ یہی وجہ ہے کہ والدین کی پہلی ذمہ داری یہی قرار دی گئی ہے کہ اپنی اولاد کو نماز کا پابند بنائیں۔ جیسے ہی بچہ پیدا ہو' لڑکا ہو یا لڑکی تو یہ ذمہ داری والدین پر آتی ہے کہ اس کے کان میں اذان اور اقامت کہہ کر نماز کا message اس کے کان میں پہنچاؤ اور جب تک وہ تمہارے گھر میں ہے اس وقت تک تمہاری ڈیوٹی ہے مگر یہ ساری اہمیت' یہ سارا تذکرہ کون سی نماز کا ہے؟

یہ اس نماز کا ہے کہ جو خالی رسمی طور پر نہ پڑھی جائے' بلکہ نماز کو نماز سمجھ کر پڑھا جائے' نماز کو اہمیت دے کر پڑھا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ چھٹے امامؑ نے یہ نہیں کہا کہ جو تارکِ صلوٰۃ (بے نمازی) ہے'

بل کہ کہا کہ جو نماز کی اہمیت نہیں سمجھ رہا۔ اس میں وہ نمازی بھی آ گئے جو پابندی سے نماز پڑھتے ہیں لیکن وہ صرف رسمی طور پر ادا کرتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: جو نماز کی اہمیت نہیں سمجھتا۔

کیوں؟

اس لیے کہ نماز بھی ایک ٹریننگ ہے جو مومن کو صحیح اِسلام روزانہ سکھاتی ہے۔

دیکھیے!

یہ نماز ہمیں وہ ٹریننگ دیتی ہے جو کل حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا تھا۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو پتا چلا کہ اللہ کا حکم ہے کہ اس عورت کو یہاں صحرا میں چھوڑ دو تو اس کے بعد ایک جملہ بھی اُنھوں نے اپنے شوہر سے نہیں کہا۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے چار ہزار سال پہلے مکہ کی سرزمین پر اپنا عمل کر کے دکھایا تھا نماز ہمیں اس کی ٹریننگ دیتی ہے۔ نماز ہم کو بتاتی ہے کہ اِسلام میں سب سے زیادہ آزادی ہے لیکن اِسلام کے اُصولوں کے مطابق' ہمیں ہنسی آ رہی ہے لیکن ہنس نہیں سکتے کیوں کہ نماز پڑھ رہے ہیں' ہمیں رونا آ رہا ہے' ہم رو نہیں سکتے اس لیے کہ نماز پڑھ رہے ہیں۔

دیکھیے!

یہ ساری کی ساری نیچرل باتیں ہیں' لیکن اِسلام نے کہا کہ نہیں بل کہ نماز تمھیں ٹریننگ دے رہی ہے۔ اس وقت اللہ تمھاری ہنسی نہیں چاہتا' اس لیے ہنسی آ رہی ہے تو اسے روکو ورنہ نماز غلط ہو جائے گی۔ اس وقت تمھیں رونا آ رہا ہے لیکن رونا نہیں ہے اپنے رونے کو روکو' بھوک لگ رہی ہے' پیاس لگ رہی ہے لیکن اگر نماز

کی حالت میں ہو تو نہ کھانا کھا سکتے ہو، نہ پانی پی سکتے ہو۔ وہ ماہِ رمضان کا روزہ ہی نہیں بلکہ روزانہ نماز بھی ہمیں ٹریننگ دے رہی ہے کہ کس طرح سے ہمیں اللہ کے حکم کے مطابق اپنی نیچرل پوزیشن کو بھی درست کرنا ہے۔

اب خالی اتنی سی بات نہیں ہے بلکہ امامؑ فرماتے ہیں کہ نماز میں جس وقت تم "اللہ اکبر" کہتے ہو۔

دیکھیے!

دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ گمراہی ہے۔

یہ ساری گمراہی کہاں سے آتی ہے؟

ساری گمراہی آتی ہے کہ جب ہر آدمی اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتا ہے، یہی وہ چیز ہے جو آدمی کو متکبر بناتی ہے، پیسے رکھنے والا اپنے پیسے پر، کوئی پاور رکھنے والا اپنی اس پاور پر، کوئی status رکھنے والا اپنے status پر اور جس کی کوئی بھی پوزیشن نہ ہو بلکہ خالی کسی دوسرے ملک کا پاسپورٹ موجود ہو تو آدمی کا تکبر اتنا بڑھ جاتا ہے کہ نہ باپ کو حق ہے اس کے کسی معاملے میں دخل دینے کا، نہ کسی عالم کو حق حاصل ہے، نہ کسی مجتہد کو، نہ کسی مرجع کو حتیٰ کہ نہ کسی نبیؐ کو، نہ کسی امامؑ کی بات ماننا ہے۔ آج کل لوگوں میں اس طرح تکبر پیدا کیا جاتا ہے اور ہر نماز سب سے پہلے یہی message دیتی ہے کہ تکبر، کس چیز پر فخر کر رہے ہو؟

دن میں پانچ مرتبہ ہمارے تکبر کو ذبح کیا جاتا ہے نماز کے ذریعے سے، اگر نماز کو نماز سمجھ کر پڑھے۔

وہ کس طرح؟

وہ اس طرح کہ امامؑ نے فرمایا: جب تم نے "اللہ اکبر" کہا اور "اللہ اکبر" میں مستحب ہے کہ آدمی اپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھا کر کان تک لائے' تو امامؑ فرماتے ہیں: "اللہ اکبر" کہتے وقت تمھارے ذہن میں یہ دو مفہوم ہونے چاہئیں۔

جو لوگ حج پر جا رہے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ آج کل حاجیوں کو حج کے بارے میں ایک پرنٹنگ حدیث دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جس میں ہمارے چوتھے امامؑ نے ایک حاجی کے حج کا جب پوسٹ مارٹم کیا۔

اس نے آ کر عرض کیا: مولاؑ! میں حج کر کے آ رہا ہوں۔

امامؑ نے پھر اس کا پوسٹ مارٹم کیا۔

فرمایا: تم نے احرام پہنا تھا؟

عرض کیا: جی پہنا تھا۔

امامؑ نے فرمایا: کیا تمھاری یہ حالت تھی' عرفات گئے' تو کیا تمھاری یہ حالت تھی؟

بہت تفصیل کے ساتھ یہ حدیث ہے اسی طرح سے نماز کے لیے بھی حدیث ہے۔

امامؑ فرماتے ہیں: جب "اللہ اکبر" کہو تو یہ دو مفہوم تمھارے ذہن میں ہونے چاہئیں۔

پہلا یہ ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے' جو کچھ اس دنیا میں ہے اللہ کی وجہ سے ہے۔

امامؑ فرماتے ہیں: ہاتھ اُٹھا کر "اللہ اکبر" کہو یعنی یہ ٹریننگ دی جا رہی ہے کہ ہر چیز سے میں اپنے ہاتھوں کو اُٹھا لیا ہے' ہر چیز کو میں نے چھوڑ دیا ہے نہ میری دولت' نہ میرا status' نہ میرا خاندان' نہ میری طاقت' نہ میرا بڑا ہونا۔

امامؑ سے پوچھا گیا: مولاؑ! یہ جو اکثر آپؑ اپنے شیعوں کی نماز چیک کرتے

ہیں اور آپؐ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ رکوع کس طرح کر رہے ہیں تو اس کا کیا فلسفہ ہے؟

فرمایا: اس لیے کہ رکوع میں تم اللہ کو یہ message دیتے ہو کہ اے میرے اللہ! میں نے اپنا یہ سر اور گردن ابھی سے تیرے لیے قربان کر دیا ہے۔ اب اگر یہ تیرے نام پر کٹ بھی جائے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے اور یہ میں ابھی سے تیرے حوالے کر رہا ہوں۔

اگر اپنی ہر نماز کے رکوع میں آدمی اپنے ذہن میں اس چیز کو repeat کرتا رہے تو یہی نماز ہر گناہ سے انسان کو روک سکے گی کہ جب گردن ہم نے اللہ کے لیے وقف کر دی ہے جب ہم نے اپنی زندگی اللہ کے حوالے کر دی ہے تو باقی یہ حلال و حرام اور واجبات کیوں ہمارے لیے مسائل ہیں؟

اور سنو!

سجدہ۔

سجدہ کیا ہے؟

سجدہ اس ٹریننگ کا جو "اللہ اکبر" سے شروع ہوتی ہے، کا آخری مقام ہے۔

کیا؟

اللہ سب سے بڑا ہے۔

تم کیا ہو؟

تم اتنے حقیر ہو، تم اتنے چھوٹے ہو گویا زمین کی مٹی کے برابر کہ تمھاری کوئی پوزیشن ہی نہیں ہے۔

یہ بھی سمجھ لو کہ اللہ نے نماز میں دو سجدے کیوں رکھے؟

رکوع ایک ہے اس لیے کہ جو رکوع کا message ہے وہ ایک ہی بار ہے'
ایک بار ہم نے اللہ کو اپنی زندگی دے دی اور اپنی گردن کٹوانے کے لیے تیار ہو گئے۔

دیکھیے!

جب پہلے زمانے میں کسی کی گردن کاٹی جاتی تھی تو اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ گردن کو ذرا آگے نکال کر رکھے اس کے بغیر گلا کاٹا نہیں جاتا ہے۔

رکوع کا message ایک رکوع سے مل گیا' لیکن سجدے کا message ایک سجدے سے نہیں ملا بلکہ اس کے لیے دو سجدے ضروری ہیں۔

عرض کیا: مولاؑ! وہ message کیا ہے؟

فرمایا: سجدوں کے دو message ہیں۔

پہلا message تو یہ ہے کہ تم ہو کیا؟ تمہاری حیثیت کیا ہے؟ اسی مٹی سے بنے ہو واپس اسی مٹی میں چلے جانا ہے اور اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھتے ہو؟ اللہ کے مقابلے میں آ جاتے ہو؟

جب ایک انسان گناہ کرتا ہے تو ایک طرح سے اپنے action کے ذریعے وہ اللہ کو چیلنج کر رہا ہے۔

اے اللہ کو چیلنج کرنے والے! تیری پوزیشن کیا ہے؟

مٹی سے نکلا ہے اور ایک دن واپس اسی مٹی میں جانا ہے۔

پھر امامؑ فرماتے ہیں: جب ایک سجدہ کر لو تو اٹھو اور دوسرے سجدے کے لیے جاؤ۔

کتنی دیر بیٹھتے ہو؟

اللہ اکبر!

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّي وَ أَتُوبُ إِلَيْهِ

بس! تم یہ سمجھو کہ تمہاری life صرف اتنی ہے کہ جتنا دو سجدوں کے درمیان تم نے stay کیا ہے۔

مٹی سے نکل کر آئے تو پہلا سجدہ، دوسرا سجدہ یہ message دے رہا ہے کہ دوبارہ اس مٹی میں جانا ہے اور دو سجدوں کے درمیان جتنی دیر تم بیٹھے ہو اتنی تمہاری ساری life ہے، لیکن اتنی کم life کے لیے کبھی شراب پی جا رہی ہے، کبھی حرام کھایا جا رہا ہے، کبھی مومن کی غیبت کی جا رہی ہے، کبھی کسی سے دشمنی کی جا رہی ہے، ہر نماز، مل کہ روزانہ جتنی نمازیں پڑھ رہے ہو (سترہ رکعات ہیں)، یہ تو واجب ہے اکیاون رکعات پڑھنے والے کا کیا کہنا، لیکن سترہ رکعات، ایک روٹین نہیں، ایک ورزش نہیں، اُٹھے، بیٹھے، گھومے، پھرے یہ نہیں مل کہ رکوع میں روزانہ اپنے ذہن میں یہ خیال لے کر آئے۔ ہر سجدے کے بیچ میں یہ خیال آئے کہ ہماری دولت کیا ہے؟ ہماری فیملی کیا ہے؟

ہماری اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم مٹی سے نکلے ہیں، مٹی میں جا رہے ہیں اور جب "أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّي وَ أَتُوبُ إِلَيْهِ" کہہ رہے ہو تو بس اتنا سا message کہ یہ ہے تمہاری پوری زندگی، جس میں تم اللہ کی مخالفت کرتے ہو، اللہ کے باغی بنتے ہو اور اللہ کو چیلنج کرتے ہو؟

یہی وجہ ہے کہ جو دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا ہے تو کہا کہ "أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّي وَ أَتُوبُ إِلَيْهِ" پڑھو یعنی انسان کی ساری life استغفار میں گزرنی چاہیے۔

استغفار کا مطلب کیا ہے؟

اپنے action کو چیک کرتے رہو جہاں پر کوئی غلطی ہو تو فوراً اللہ سے توبہ کرو، یہ نماز کا message ہے، لیکن اس نماز میں ایک message اور بھی ہے۔

دیکھیے!

کچھ نماز بلند آواز سے پڑھتی ہیں اور کچھ نمازیں آہستہ آواز میں پڑھتی ہیں، بلکہ ایک ہی نماز میں کچھ رکعتیں بلند آواز سے اور کچھ رکعتیں آہستہ آواز سے پڑھتی ہیں جیسے مغرب اور عشا۔

یاد رکھیے!

یہ مسئلہ واجب ہے۔ نماز مغرب اور عشا میں قرأت اگر مرد آہستہ آواز میں پڑھے گا تو اس کی نماز باطل ہے اور تیسری اور چوتھی رکعت اگر اس میں آواز بلند ہوگی تو نماز باطل ہے۔

یہ کیوں ہے؟

مغرب و عشا کی نماز میں ایک حصہ بلند آواز میں پڑھ رہے ہیں اور ایک آہستہ آواز میں پڑھ رہے ہیں۔ اگر پہلی دو رکعتوں میں آہستہ آواز میں پڑھیں تو نماز ختم ہوگئی، تیسری اور چوتھی رکعت میں اگر آواز بلند کی تو نماز باطل ہوگئی، ایک نماز میں کچھ حصہ بلند آواز میں اور کچھ حصہ آہستہ آواز میں پڑھنا چاہیے۔

کیوں؟

اس لیے کہ ہمارے معاشرے کا ایک بہت بڑا مسئلہ نماز کے بلند آواز میں پڑھنے کا بھی ہے اور آہستہ آواز میں پڑھنے کا ایک message ہے۔

یہ ہمارے معاشرے کا بہت بڑا مسئلہ ہے' وہ یہ کہ ہمارے ہاں بہت سارے لوگ ایسے بھی ہیں سمجھوتہ کرنے والے ہیں کہ جو کبھی کچھ نہیں بولتے' ان کے سامنے کچھ بھی کیوں نہ ہوتا رہے' مثل کہ ہمارے پاکستان میں جب کسی کی تعریف کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ بہت اچھے مومن ہے۔ کبھی یہ کسی کے خلاف اپنی زبان پر ایک لفظ نہیں لاتے' نہ کسی کے لینے میں ہیں' نہ کسی کے دینے میں ہیں' کسی کے خلاف بولتے ہی نہیں۔

یہ مومن کی تعریف ہے یا برائی؟

یقیناً آج کے معاشرے میں یہ بہت اچھی بات سمجھی جاتی ہے' لیکن اگر یزید سامنے بیٹھا ہو تو پھر بھی خاموش' پیسے والا سیٹھ شرابی سامنے بیٹھا ہو تو پھر بھی خاموش' زنا کرنے والا کوئی گناہ گار بیٹھا ہو تو پھر بھی خاموش۔

ہاں!

بہت اچھے نہ کسی کے لینے میں' نہ کسی کے دینے میں۔ ایسا مومن جہنم کا حق دار ہے جو ہر جگہ خاموش رہتا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو بہت زیادہ بولتے ہیں۔ امر بالمعروف ہر جگہ بولنے کا نام نہیں ہے۔ نہی عن المنکر ہر جگہ استعمال کرنے کا نام نہیں ہے۔ اس کا بھی کوئی موقع و محل ہوتا ہے' جیسے نماز کے لیے کہا جاتا ہے کہ چوبیس گھنٹے نماز نہیں پڑھی جاتی۔ امر بالمعروف اور نہی المنکر بھی ہر وقت نہیں ہوتا۔ اس کا موقع و محل ہوتا ہے' کسی بھی مرجع کی کتاب میں جا کر دیکھ لیں' لیکن کچھ لوگوں کی فطرت بن چکی ہے کہ وہ ہر چیز پر اعتراض کریں گے' چاہے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا موقع ہو یا نہ ہو۔

اِسلام نہ اس مومن سے خوش ہے جو ہر جگہ چپ بیٹھا رہتا ہے اور نہ اس مومن سے خوش ہے جو ہر چیز پر اعتراض کر رہا ہے۔

اِسلام کیا چاہتا ہے؟

اِسلام یہ چاہتا ہے کہ جہاں بولنا ہے وہاں بولو اور جہاں خاموش رہنا ہے وہاں خاموش رہو۔

اگر کسی آدمی کی عادت ہے بولنا تو وہ ہر جگہ بولے گا اور کسی آدمی کی عادت ہے' خاموش رہنا تو وہ ہر جگہ خاموش رہے گا' لیکن اِسلام کہتا ہے کہ ہمیں تمھاری عادت نہیں چاہیے۔ ہمیں تو عبادت چاہیے اور یہ ٹریننگ نماز نے دلوائی ہے' نماز کہتی ہے کہ نہ ہر جگہ بولنا ہے' نہ ہر جگہ خاموش رہنا ہے' بل کہ کہیں پر بولنا ہے اور کہیں پر خاموش رہنا ہے' یہی message نماز سے لو اور اپنی life میں اس کو استعمال کرو (صلواۃ)۔

اگر ہماری قوم یہ سمجھ جائے کہ کہاں بولنا ہے اور کہاں خاموش رہنا ہے تو ہمارے نوے فی صد (90%) مسائل حل ہو جائیں گے۔

اب میں یہاں پر ایک بات اور کہہ دوں!

اسی میں عورت کے لیے ایک message بھی آ جاتا ہے کہ عورت جب گھر میں اکیلے نماز پڑھتی ہے۔ کوئی بھی موجود نہیں ہے' بجلی بھی گئی ہوئی ہے' بالکل اندھیرا ہے' وہ خود بھی اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی' لیکن اگر نماز پڑھنی ہے اگر اس کا ایک بال بھی نظر آ رہا ہے تو اس کی نماز باطل ہے۔

یہ نماز اگر دن میں پانچ بار عورت کے جسم کو سر سے لے کر پیر تک چھپائے گی۔

انڈیا اور پاکستان میں لوگوں نے حجاب کو ایک معمولی سی چیز سمجھ لیا ہے۔

کہا: فلاں سے کیا حجاب کرنا ہے وہ تو ہمارے بھائی کی مانند ہے۔

ارے! فلاں سے کیا حجاب کرنا ہے وہ تو ہماری بہن کی مانند ہے۔

فلاں سے کیا حجاب کرنا ہے وہ تو ہمارے بیٹے کی مانند ہے۔

یہ عجیب بات ہے!

ان کو حجاب کے مفہوم کا زیادہ پتا ہے؟

کیا خدا کو معلوم نہیں ہے؟

بھئی!

نماز کے وقت تو عورت اللہ کے پاس جا رہی ہے' اس کے سامنے تو اپنے آپ کو چھپا کر جائے کہ ایک بال بھی نظر نہ آئے اور فلاں کے سامنے بے شک جیسے ہی آ جائے وہ تو بھائی کی طرح سے ہے۔

کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی گم راہی ہو گی؟

پھر دلیل یہ دیتے ہیں کہ جی اس کی نیت بالکل پاک و پاکیزہ ہے' کیوں کہ وہ بھائی کی طرح ہے۔

پروردگار نماز میں جب اپنے پاس بلا رہا ہے اور اندھیرا ہے' عورت بھی اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی' جب وہ وہاں بھی یہ کہہ رہا ہے کہ ایک بال بھی نظر نہ آئے' تو وہ message دے رہا ہے کہ حجاب کا تعلق ان چیزوں سے نہیں ہے' حجاب کا تعلق عبادت سے ہے' جس طرح سے اللہ رکھنا چاہے' جس کے سامنے رکھنا چاہے' اسی حالت میں یہ عورت جائے گی' لیکن یہ پہلی ٹریننگ ہے' جو نماز دیتی ہے' اس کے علاوہ

بھی بہت ساری باتیں ہیں۔

"اللہ اکبر" سے لے کر سجدے تک ایک ایک جگہ پر نماز ٹریننگ دے رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی نے جا کر ہمارے پانچویں امام حضرت امام محمد باقر علیہ الصلواۃ والسلام سے دریافت کیا: فرزند رسولؐ! یہ جو آپؑ اور آپؑ کے بزرگ بار بار کہتے ہیں کہ نماز قبول ہونی چاہیے۔ مولاؑ اس میں دل بڑا ڈرتا ہے، ہم نماز تو پڑھ رہے ہیں لیکن اندر سے ایک گھبراہٹ اور ایک پریشانی ہوتی ہے کہ پتا نہیں نماز قبول بھی ہے یا نہیں، نماز کے قبول ہونے کی کوئی علامت ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ہاں ہے۔ نماز قبول ہونے کی نشانی یہ ہے کہ نماز کے بعد تم خود یہ دیکھو گے کہ تمھارے گناہوں میں کمی آ رہی ہے۔

نماز انسان کو گناہوں سے پاک کرتی ہے، جیسے قرآن میں اللہ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ (سورۂ مبارکہ عنکبوت، آیت ۴۵)

"بے شک نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔"

اگر نماز پڑھ رہے ہو اور پھر بھی بے حیائی کی اور گناہ کے کام ہو رہے ہیں تو

اب دو چیزیں ہیں:

① اللہ نے غلط کہا (معاذ اللہ) یہ تو ہو نہیں سکتا۔

② یا جو نماز ہم نے پڑھی ہے یہ وہ نماز نہیں ہے، جو اللہ نے بتائی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہماری نماز ہمیں برائیوں اور بے حیائی کے کاموں سے کیسے روکے، کیوں کہ نماز خضوع و خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا نام ہے۔ ایسی نماز جو پڑھے گا وہ غدیری مومن ہے۔

غدیری مومن کسے کہتے ہیں؟

اب سنیے ابو بصیرؓ کی ایک اور حدیث!

جناب ابو بصیرؓ کہتے ہیں: میں امامؑ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ غلام نے آ کر عرض کیا: مولاؑ! اُمِّ خالدؓ آئی ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: اچھا! بلا کر لاؤ۔

وہ اندر آ گئی اور پورے حجاب میں تھی۔

اُس نے عرض کیا: مولاؑ! ایک مسئلہ شرعی پوچھنے کے لیے آپؑ کے پاس آئی ہوں، وہ یہ ہے کہ میں کافی دنوں سے بیمار ہوں اور درد بھی بہت ہو رہا ہے۔

مولاؑ! بیمار اور درد کا ہونا یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے، لیکن اس وقت میں بہت پریشان ہوئی، جب میں نے دیکھا کہ یہی بیماری مدینے میں دوسرے لوگوں کو بھی ہے اور جو میرے ڈاکٹر ہیں، ان کے بھی وہی ڈاکٹر ہیں۔ ان کی بیماری تو ختم ہو گئی اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئے ہیں۔ لیکن میں ٹھیک نہیں ہوتی۔ میں نے اس ڈاکٹر سے پوچھا: وجہ کیا ہے کہ تمھاری دوا سے وہ لوگ تو ٹھیک ہو گئے ہیں، لیکن میں ویسی کی ویسی ہوں۔

اس ڈاکٹر نے کہا: تمھاری اور ان کی بیماری تو ایک ہی ہے، لیکن ہمارے پاس اس بیماری کے لیے فقط ایک دوا ہے۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا: ایسی کون سی دوا ہے؟

اس نے کہا: اب تم پوچھ رہی ہو تو میں بتائے دیتا ہوں ہمارے پاس اس بیماری کا واحد علاج شراب ہے۔ اس کو شراب پینا پڑے گی، ان لوگوں نے پی لی ہے اور وہ ٹھیک ہو گئے ہیں۔

مولاؑ! ڈاکٹر نے جیسے ہی یہ بتایا تو میں آپؑ کے پاس آ گئی۔

امامؑ نے فرمایا: اے اُمّ خالد! جب سارے ڈاکٹر ایک بات کہہ رہے ہیں اور اُنھوں نے بتا دیا ہے کہ اس کی ایک ہی دوا ہے تو پھر تُو میرے پاس کیوں آئی ہو؟

اُمّ خالد نے عرض کیا: مولاؑ! میں اپنا امام آپؑ کو مانتی ہوں ڈاکٹر کو میں اپنا امام نہیں مانتی' اس لیے کہ قیامت کے دن جب نامہ اعمال کھولا جائے گا تو ہر عمل کے بارے میں سوال ہو گا کہ یہ کام کیوں کیا؟ مجھ سے بھی ہو گا اور اللہ جس عمل کے بارے میں مجھ سے پوچھے گا: یہ کیوں کیا؟ میں کہوں گی: میرے امامؑ نے کہا تھا۔

مولاؑ! اس وقت اگر آپؑ مجھے شراب پینے کی اجازت دے دیں تو میں شراب پی لوں۔ اگر قیامت میں مجھ سے پوچھا جائے گا کہ کیوں شراب پی تھی؟ تو میں کہوں گی کہ میرے امامؑ نے حکم دیا تھا۔ اگر آپؑ منع کر دیں اور میں مر جاؤں اور قیامت میں اگر پوچھا جائے کہ تُو نے خودکشی کیوں کی تو میں کہوں گی کہ میرے امامؑ کا حکم تھا۔

ابوبصیرؒ کہتے ہیں: امامؑ زمین پر بیٹھے تھے کہ ایک بار اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔

فرمایا: اے ابوبصیرؒ! اس عورت کو دیکھا؟ کاش! ہمارا ہر شیعہ اس عورت کی طرح سے ہماری پیروی کرے (صلوات)۔

ایسا شیعہ امامؑ کو چاہیے کہ جو امامؑ حکم دیں تو وہ امامؑ کے حکم کی پیروی کرے۔

ایسا شیعہ کیسے بنے گا؟

اس نماز سے بنے گا۔

ذکرِ مصائب: امامؑ کا زمینِ کربلا کو خریدنا

ایسا شیعہ امامؑ کو چاہیے اور ایسے شیعہ مل گئے تھے تو حضرت امام حسین علیہ السلام

کربلا پہنچے اور اب تک ایسے شیعہ نہیں ملے اس لیے زمانے کا امامؑ غیبت میں ہے۔

کربلا میں ایسے شیعہ تھے کہ جو حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہہ دیا تو اُنھوں نے فوراً امامؑ کے حکم پر عمل کیا' چناں چہ ہمارے سامنے کربلا کی تاریخ کا یہ واقعہ ملتا ہے کہ قبیلہ بنی اسد کے بوڑھوں کی بات سننے کی بات ہوئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے کسی ساتھی نے عرض کیا: آقا! ذرا ان کی بات سن لیجیے' کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

حسینؑ کے ساتھی وہ ہیں' حسینؑ کے شیعہ وہ ہیں' کربلا میں حسینؑ کو وہ سپاہی ملے جو وفاداری کی انتہا پر پہنچے ہوئے تھے۔

میں بنی اسد کے کون سے واقعہ کی بات کر رہا ہوں؟

اس کو بیان کرنے سے پہلے ایک جملہ کہہ دوں کہ آپ حضرات کتنی عظیم عبادت کر رہے ہیں۔ یقیناً آپ لوگ بھی آقا حسینؑ کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں' لیکن آپؑ نے آقا حسینؑ کو اب یاد کیا ہے اور آقا حسینؑ نے تم کو کربلا پہنچتے ہی یاد کیا تھا۔

ہم اگر غلام ہو کر آقا کا حق ادا کر رہے ہیں تو کوئی بڑی بات نہیں ہے' لیکن ذرا سوچیے کہ وہ آقا جس کو معلوم ہے کہ ہم اس زمین پر پہنچے ہیں کہ جہاں پر اکبرؑ کا لاشہ اُٹھے گا' جہاں پر اصغرؑ کی ننھی سی قبر بنے گی' جہاں پر عباسؑ کے بازو کٹیں گے' لیکن وہاں پہنچ کر بھی آقا حسینؑ نے سب سے پہلے کس کو یاد کیا ہے؟

وہاں پہنچ کر آقا حسینؑ نے سب سے پہلے اپنے شیعوں کو یاد کیا ہے۔ سب سے پہلا وعدہ بنی اسد سے اپنے شیعوں کے لیے لیا ہے۔

عزادارو!

دو محرم کا دن چند گھنٹے پہلے ختم ہوا۔ حسینی قافلہ مکہ سے کوفہ کی جانب جا رہا ہے' راستے میں حُر نے اس قافلے کو روکا' قافلے کا رُخ تبدیل ہوا اب یہ قافلہ اس طرح سے چل رہا ہے کہ اس کا کوئی رُخ نہیں ہے' مگر دو محرم کو چلتے چلتے حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذوالجناح رُک جاتا ہے۔

امامؑ نے کئی بار ذوالجناح کو آگے بڑھانا چاہا' مگر آج ذوالجناح آگے نہیں بڑھ رہا۔

عجیب ہے کہ یہ وہ گھوڑا ہے جو امامؑ کی سواری کے فرائض انجام دے رہا ہے' جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے اشاروں پر حرکت کرتا ہے' لیکن کربلا کے آغاز میں بھی ذوالجناح رُک گیا تھا اور کربلا کے اختتام پر بھی ذوالجناح رُکا ہے۔ آج دو محرم کو ذوالجناح آگے نہیں بڑھا اور وہ جو دس محرم کو حضرت امام حسین علیہ السلام آخری رُخصت کے بعد کربلا کے میدان کی طرف چلنے لگے تو اس وقت بھی ذوالجناح آگے نہیں بڑھا۔

عزادارو!

اس وقت تو ذوالجناح اس لیے رُک گیا تھا کہ ننھی سکینہؑ گھوڑے سے لپٹ گئی تھی' لیکن آج ذوالجناح کیوں رُکا؟ یہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔

بس!

امامؑ نے فرمایا: عباسؑ! دوسرا جانور لاؤ' شاید یہ تھک چکا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ سات گھوڑے بدلے گئے' لیکن آج کوئی گھوڑا آگے نہیں بڑھتا۔

فرمایا: عباسؑ! جو قبیلہ قریب رہتا ہے ذرا ان کو بلا کر لاؤ۔ قبیلہ بنی اسد کربلا کے قریب رہتا ہے۔ ان کو بلایا گیا۔

بس!

قبیلہ بنی اسد والے آئے۔ آقا نے فرمایا: یہاں میری سواری کا جانور رُک گیا ہے۔ مجھے اتنا بتا دو کہ اس زمین کا نام کیا ہے؟

کسی نے عرض کیا: آقا! ہم اسے نینویٰ کہتے ہیں۔

فرمایا: اس کا کوئی اور نام بھی ہے؟

کسی نے عرض کیا: ہم اسے غاضریہ کہتے ہیں۔

فرمایا: کوئی اور نام بھی ہے؟

کسی نے عرض کیا: ہم اسے شَطُّ الفُرات کہتے ہیں۔

آقا نے فرمایا: کوئی اور نام بھی ہوگا؟

اب سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

آقا! ہمیں تو اتنے ہی نام معلوم ہیں کوئی اور نام نہیں ہے۔

آقا نے فرمایا: کوئی اور نام بھی ہے؟

اُنھوں نے عرض کیا: ایک بہت بوڑھا آدمی ہمارے قبیلے کا ہے وہ بستر سے اُٹھ نہیں سکتا' اسے اُٹھا کر لاتے ہیں اس سے پوچھتے ہیں۔

وہ بوڑھا لایا گیا۔

امامؑ نے فرمایا: اس زمین کا کوئی اور نام بھی ہے؟

اس نے عرض کیا: ہاں ہے' اس زمین کا نام کرب و بلا بھی ہے۔

بس عزادارو!

امامؑ نے کربلا کا نام سنا۔

فرمایا: عباسؑ! سواریاں بٹھالو خیمے لگادو سیدانیوںؑ کو خیموں میں پہنچادو۔

وہ بوڑھا بولا: آقا! یہاں پر قیام نہ کریں' اس لیے کہ یہ وہ زمین ہے کہ ہمارے بزرگوں نے بتایا کہ کوئی نبی' کوئی وصی' کوئی امام یہاں سے نہیں گزرا' مگر اس کے جسم سے خون نہ نکلا ہو۔

امامؑ نے فرمایا: تم نے تو خالی سنا ہے' جب کہ میں تو دیکھ رہا ہوں کہ اس کربلا کے میدان میں ہم پر کیا گزرنے والی ہے' ہم یہیں قیام کریں گے۔

بس!

حسینؑ بنی اسد کے لوگوں سے بات کر رہے ہیں کہ بی بی زینبؑ اپنے خیمے میں گئیں اور فوراً کہا: اماں فضہؒ! ذرا میرے بھیا کو بلا کر لاؤ' ایک ضروری بات کرنی ہے۔

امامؑ اپنی بات کو آدھا چھوڑ کر آئے۔

زینبؑ! کیا بات ہے؟

کہا: بھیا! یہ کون سی زمین پر لے آئے ہو' جب سے خیموں میں آئی ہوں کسی بی بیؑ کے رونے کی آواز سن رہی ہوں' کوئی بی بیؑ ماتم کر رہی ہے۔

امامؑ نے فرمایا: زینبؑ! یہ میری اور تیری ماں فاطمہ زہراؑ ہے اور یہ کربلا کی زمین ہے۔ امامؑ یہ کہہ کر باہر آئے۔

فرمایا: بنی اسد کے لوگو! یہ تمھاری زمین ہے' میں اسے خریدنا چاہتا ہوں۔

اُنھوں نے عرض کیا: آقا! آپؑ نبی زادے ہیں' آپؑ ہمارے مہمان ہیں' آپؑ ہماری طرف سے یہاں ٹھہر جائیے۔

فرمایا: میں یہاں صرف چند دن کے لیے نہیں آیا ہوں' بل کہ اب تو ہمیں قیامت تک یہاں رہنا ہے' مگر اس کی قیمت دیں گے اور دو شرطیں ہیں:

- پہلی شرط یہ ہے کہ قیامت تک جب ہمارا کوئی شیعہ ہماری زیارت کو آئے تو تین دن کے لیے اسے ہمارا مہمان بنانا۔
- دوسری شرط یہ ہے کہ جب لشکرِ یزید چلا جائے اور ہمارے لاشے جلتی ریت پر پڑے ہوں تو ہماری لاشوں کو دفن کر دینا۔

سارے مردوں نے عرض کیا: آقا! آپؑ پر ہماری جانیں قربان' ہمارا وعدہ ہے۔

فرمایا: اپنے قبیلے کی عورتوں کو بھیجو۔

عورتیں آئیں۔ امامؑ نے فرمایا: ہو سکتا ہے کہ تمھارے مرد لشکرِ یزید سے ڈر جائیں' وعدہ کرو کہ جب تم فرات کے کنارے پانی بھرنے آؤ گی تو ہماری لاشوں کو دفن کرتی جانا' عورتوں نے وعدہ کیا۔

امامؑ نے فرمایا: اب اپنے بچوں کو بھیجو۔

ارے!

چھوٹے چھوٹے بچے آئے۔ عرض کیا: آقا! ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ہو سکتا ہے کہ تمھارے والدین لشکرِ یزید کے ڈر سے باہر نہ نکلیں' مجھ سے وعدہ کرو کھیلتے کھیلتے فرات کے کنارے پر آنا اور ہماری لاشوں کو دفن کر دینا' لیکن اگر لاشوں کو دفن نہ کر سکو تو مٹھی میں خاک لے کر ہماری لاشوں پر

ڈال دیتا۔

عزادارو!

آقا کو کتنی تمنا تھی کہ جلتی ریت پر لاشہ نہ پڑا رہے' لیکن ہائے زیارت ناحیہ میں امام زمانہ علیہ السلام کا جملہ ہے:

"میرا سلام ہو ان بے گور و کفن لاشوں پر جو تین دن تک جلتی ریت پر پڑے رہے۔"

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

مجلسِ چہارم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورۂ مبارکہ مائدہ آیت ۳)

"آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے (اس) دین اسلام کو پسند کیا۔"

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَ ھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (سورۂ مبارکہ آل عمران آیت ۸۵)

"اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی خواہش کرے تو اس کا وہ دین ہرگز قبول ہی نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں سخت گھاٹے میں رہے گا۔"

یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ (سورۂ مبارکہ یٰسین آیت ۳۰)

"ہائے افسوس بندوں کے حال پر کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر ان لوگوں نے اس کے ساتھ مسخرا پن ضرور کیا۔"

آج کی مجلس اگرچہ کل ہی کی مجلس کے تسلسل میں ہے' مگر یاد رہے کہ آج کی

رات شبِ جمعہ ہے اور شبِ جمعہ کے اپنے کچھ ایسے موضوعات ہیں یا شبِ جمعہ کی اپنی کچھ ایسی ٹریننگ ہے کہ اس کا خیال بھی آج کی مجلس میں رکھنا پڑے گا۔

کل بات نماز کی ہو رہی تھی' دن میں پانچ مرتبہ پڑھی جانے والی نماز بذاتِ خود ایک مکمل ٹریننگ ہے اور اِسلام کا مکمل message ہے' کہ آدمی اگر صحیح نماز پڑھنا شروع کر دے تو اس کے بعد یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص کبھی اللہ کی کوئی نافرمانی کرے۔ ہمیں نماز پڑھنی ہی نہیں آتی۔ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ اللہ ہم سے کون سی نماز چاہتا ہے؟

اچھا!

یہ بات کل ہو چکی ہے' اس لیے نماز کی فضیلت میں ایک اور بہت اہم message ہے جو ایک دو دن کے بعد تمھارے سامنے پیش کروں گا۔

کل کی مجلس پیش کروں گا۔ کل کی مجلس کے بعد ہر ایک کے دماغ میں ایک سوال آیا ہو گا کہ ٹھیک ہے کہ اِسلام نے یہ بتا دیا کہ نماز اس طرح پڑھو' لیکن ہم ایسی نماز آخر کس طرح پڑھ سکتے ہیں؟ اور ہم میں وہ طاقت کیسے آئے کہ ہم ایسی نماز پڑھیں؟

اس کے بھی دو طریقے ہیں!

پہلا طریقہ یہ ہے کہ دل میں خوفِ خدا ہونا چاہیے۔ آج ہم میں خوفِ خدا ختم ہو کر رہ گیا ہے۔

یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ

"جب کوئی امامِ معصوم علیہ السلام نماز پڑھتا ہے تو ایسے لگتا ہے کہ کوئی

درخت زمین میں ہے کہ ذرا سی بھی جسم میں کوئی حرکت نہیں
ہوتی اور چہرے کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے۔"

ایک روایت ایسی ہے جو ہر سال حاجیوں کو حج پر سنائی جاتی ہے، لیکن وہ حج کی روایت نہیں ہے وہ نماز کی بھی روایت ہے۔

ہر سال حج میں یہ روایت پڑھی جاتی ہے کہ جب امامؑ میقات پر پہنچتے ہیں (میقات وہ جگہ ہے جہاں پر احرام پہنا جاتا ہے)' احرام کی نیت کی جاتی ہے تو ایک بار امامؑ کا جسم کانپتا ہے اور امامؑ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑتے ہیں۔

لوگوں نے پوچھا: مولاؑ! حج کا احرام پہنتے وقت آپؑ بے ہوش کیوں ہو گئے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں لبیک کہہ رہا ہوں اور اگر خدا نے کہہ دیا:

لَا لَبَّیْکَ

تو میرا کیا بنے گا؟

دیکھو!

یہ خالی حج کی روایت نہیں ہے، بل کہ روایتوں میں ہے کہ ہر نماز کے وقت جب امام معصومؑ وضو کرتے تھے تو آپؑ کے چہرے کا رنگ زرد پڑ جاتا اور آپؑ کا سارا جسم کانپنے لگتا۔

لوگوں نے گھبرا کر پوچھا: مولاؑ! وضو کے وقت آپؑ کی کیا حالت ہے؟

امامؑ نے فرمایا: وائے ہو تمھارے حال پر، کیا تمھیں پتا نہیں کہ اس وقت میں

کس کے دربار میں حاضری دینے جا رہا ہوں؟

خوفِ خدا کے حوالے سے ایک روایت جو ہمارے پاس آتی ہے وہ یہ ہے کہ پوچھا گیا: مولاؑ! نماز کس طرح پڑھی جائے؟

امامؑ نے فرمایا: نماز جب پڑھو تو ایسے پڑھو جیسے تم اللہ کو دیکھ رہے ہو' ایسے سمجھو کہ اللہ تمھارے سامنے ہے۔ جب تمھیں یہ یقین ہو جائے کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو تو کم از کم یہ تو سمجھو کہ اللہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

جب انسان اپنے ذہن میں یہ خیال لے آئے گا یعنی ایسی ٹریننگ ہو جائے کہ ہر نماز کے وقت وہ یہ سمجھے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے تو یاد رکھیے پھر خود بخود نماز حقیقی بنے گی اور اگر ہم اللہ کا ایسا خوف اپنے دل میں پیدا نہ کر سکیں......

اب آیئے!

شبِ جمعہ۔

اگر یہ خیال اپنے دل میں پیدا نہ کر سکیں تو کم از کم قبر اور قیامت کا خوف تو اپنے دل میں پیدا کرو' وہ بھی تمھاری نماز کو صحیح بناتا ہے۔

اب روایت یاد کیجیے!

روایت ہے کہ ایک دن چوتھے امام حضرت علی زین العابدین علیہ صلوٰۃ والسلام نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی' سارے گھر میں شور مچ گیا' گھر والے' گھر کی عورتیں' بچے' غلام اور کنیزیں سب گھبرا کر باہر نکلے۔ پانی لایا گیا' آگ کو ختم کیا گیا' لیکن جب لوگ گھروں میں واپس آئے تو یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ میرا چوتھے امامؑ جو مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھے جا رہے تھے اور جیسے ہی امامؑ نے نماز

ختم کی تو ایک بار امامؑ نے دیکھا: دیوار جلی ہوئی ہے' دروازہ جلا ہوا لگ رہا ہے کہ اس گھر میں آگ لگی ہوئی ہے۔

امامؑ نے فرمایا: کیا ہوا؟

گھر والوں نے کہا: مولاؑ! آگ لگی ہے' لیکن آپؑ کو پتا ہی نہیں کہ گھر میں آگ لگی ہے؟

مولاؑ! آپؑ آگ کے بیچ میں کھڑے ہیں' چاروں طرف سے آگ ہے' نماز پڑھ رہے ہیں اور پتا ہی نہ چلا کہ آگ لگی ہے جب کہ سارے گھر والے چیختے چلاتے ہوئے گھر سے باہر نکلے ہیں۔ مولاؑ! آپؑ کو ایسی آگ کے بارے میں پتا بھی نہ چلا' آخر کیا وجہ ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: جہنم اور قیامت کے خوف نے دنیا کی آگ کا خوف میرے دل سے نکال دیا ہے۔ اگر آدمی کے دل میں یہ خیال ہو کہ ایک دن مجھے قبر میں جانا ہے اور قبر میں آگ ہوتی ہے' ایک دن مجھے قیامت میں جانا ہے اور قیامت میں آگ ہوتی ہے۔

آگ کا کیا مطلب؟

آگ کا مطلب ہے اللہ کی طرف سے سزا' اللہ کی طرف سے عذاب' جو آپ دعائے کمیل میں بھی سن رہے تھے:

وَذَاقَ طَعمَ عَذَابِهَا بِمَعصِيَتِهِ

''آپؑ نے ارشاد فرمایا: اس آخرت کی آگ نے اس دنیا کی آگ کا خوف میرے دل سے نکال دیا ہے۔''

نماز مکمل طور پر صحیح کیسے ہوتی ہے؟

اس وقت ہوتی ہے جب اللہ کا خوف دل میں ہو اگر اللہ کا خوف دل میں پیدا نہیں ہو رہا تو کم از کم قبر کو قیامت کو اور جہنم کو یاد رکھو تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

بہر حال!

ہمارے سامنے اصلی اسلام اور یزیدی اسلام کا بہت فرق آ رہا ہے۔

یزید والے اسلام میں وہ حالت ہے جو سورۂ یٰسین نے کہا:

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (سورۂ مبارکہ یٰسین آیت ۳۰)

"حسرت ہے ان بندوں پر جب ان کے پاس کوئی رسولؐ، اللہ کی طرف سے خبر لے کر آتا ہے تو وہ اس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔"

تم نے کبھی سوچا ہے کہ یہ جو سورۂ یٰسین میں اللہ نے کہا ہے کہ لوگ رسولؐ کا مذاق اُڑاتے ہیں تو کس وجہ سے مذاق اُڑاتے ہیں؟

دیکھ لیجیے تاریخ!

دورِ جاہلیت سے لے کر یزید تک کی تاریخ کو پڑھیے کہ کس بات پر رسولوں کا مذاق اُڑایا جاتا رہا ہے؟

توحید پر مذاق نہیں اُڑایا جاتا تھا' رسالت پر مذاق نہیں اُڑایا جاتا تھا' اس وقت بھی اگر رسولؐ کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے تو صرف ایک بات پر' وہ ہے آخرت کی بات۔

یہ کیسی بات کرتا ہے کہ

قبر ہے؟

قیامت ہے؟

عذاب ہے؟

جہنّم ہے؟

سزا و جزا ہے؟

آج بھی دیکھ لیجیے کہ کافر نہیں' بل کہ مومن بھی' مسلمان بھی ہمارے نوجوان اس کے ساتھ ساتھ اب تو ہمارے بوڑھے بھی سب سے زیادہ اگر کسی بات کا مذاق اُڑاتے ہیں تو وہ قبر ہے اور آخرت کا تذکرہ ہے۔

اگر کوئی عالم' کوئی ذاکر یا کوئی مجھ جیسا طالب علم منبر سے عذاب کی روایت پڑھ دے تو آپ دیکھیے گا کہ اس کے بعد جب پارکنگ میں لوگ کھڑے ہوں گے' جب گھر میں جائیں گے کیسا مذاق اُڑایا جائے گا۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (سورۂ مبارکہ یٰسین' آیت ۳۰)

"جب ان کے پاس کوئی ڈرانے والا رسولؐ آتا ہے تو یہ اس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔"

سورۂ ملک' آج شب جمعہ ہے' شب جمعہ سورۂ یٰسین پڑھنے کا انتہائی زیادہ ثواب ہے اتنا ہی زیادہ سورۂ ملک کا بھی ثواب ہے اور اس کی یہ آیت ہے کہ جب گناہ گار کو جہنّم میں داخل کیا جائے گا تو جہنّم کے فرشتے حیران ہو کر کہیں گے:

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ (سورۂ مبارکہ ملک' آیت ۸)

"ارے! تم جہنّم میں کیسے آگئے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے

والا نہیں آیا تھا؟"

یہ گناہ گار کہیں گے: ڈرانے والا آیا تو تھا مگر ہم نے اس کا مذاق اُڑایا اور ہم نے کہا: تم ایک مہمل اور جھوٹ بات کہہ رہے ہو' اللہ تو ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اپنے بندوں پر عذاب نازل کرے۔

بہر حال!

کفار مکہ سے جو بات شروع ہوئی تو یہ یزید کے زمانے تک پہنچی۔

عمر ابن سعد بدترین دشمنانِ اہل بیتؑ میں سے ایک ہے جو کربلا میں یزید کی فوج کا کمانڈر ان چیف تھا۔

جس وقت یزید نے یا ابن زیاد نے اسے یہ پیشکش کی تھی کہ جاؤ کربلا میں اور میری اس فوج کی کمانڈ کرو تو اس وقت عمر ابن سعد نے چار یا پانچ اشعار کہے تھے' ان کا خلاصہ یہ ہے:

"لوگ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد کوئی عذاب ہے۔"

نہ قرآن دیکھ رہا ہے' نہ حدیث دیکھ رہا ہے' نہ پیغمبرؐ کے خطبے دیکھ رہا ہے' لیکن کہہ رہا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد عذاب ہے۔

کیا آج ہمارے بھی لوگوں کا انداز یہی نہیں ہے؟

عمر ابن سعد کہتا ہے: لوگ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد کوئی عذاب ہے' لیکن اگر کوئی عذاب ہے بھی سہی تو میرا خدا اَرحَمُ الرَّاحِمِینَ ہے' میں بڑے سے بڑا گناہ یہاں تک کہ قتل حسینؑ کروں گا اور اپنے اللہ سے اپنے گناہ کی معافی طلب کروں گا' اس کی رحمت کی اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ میرے اس گناہ کو بھی معاف کر دے گا۔

کیا عمر ابن سعد کی یہ سوچ آج تمھیں مومن کے پاس نظر نہیں آ رہی؟

شراب پیتا ہے اور کہتا ہے کہ اوّل تو کوئی عذاب ہی نہیں ہے۔ یہ سب غلط باتیں ہیں' ساری روایتیں مولویوں نے بنائی ہیں اور اگر کوئی عذاب ہے بھی تو اللہ ارحم ارحم الراحمین ہے کیا وہ میرا اتنا گناہ بھی معاف نہیں کرے گا؟

اِدھر یہ شراب کو اتنا سا گناہ کہہ رہا ہے اُدھر عمر ابن سعد قتل حسینؑ کو اتنا سا گناہ کہہ رہا ہے۔

ہمارا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یزیدی اِسلام جس میں کبھی تو عذاب کا مذاق اُڑایا جاتا ہے اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ اگر عذاب ہے بھی تو اللہ کی رحمت بھی تو ہے نا؟

رحمت کی اُمید میں بڑے سے بڑے گناہ کیے جاتے ہیں۔

یہ ہے یزیدی اِسلام!

غدیری اِسلام کیا ہے؟

حسینیؑ اِسلام کیا ہے؟

حسینیؑ اِسلام یہ ہے' علیؑ والا اِسلام یہ ہے اور غدیر والا اِسلام یہ ہے کہ امامِ معصومؑ ہے اور ہر امامِ معصومؑ ہوتا ہے' لیکن معصوم ہونے کے باوجود اللہ کے خوف سے اتنا رو رہے ہیں' اتنا کانپ رہے ہیں کہ روایتوں میں ہے کہ رات کے اندھیرے میں میرے مولاؑ مصلّے پر جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس حالت میں کھڑا ہوتا ہے کہ اپنی ڈاڑھی کو اپنے ہاتھوں میں پکڑا ہوا ہے' آسمان کو دیکھ رہے ہیں' اس طرح سے تڑپ رہے ہیں جیسے سانپ کا ڈسا تڑپا کرتا ہے اور اس طرح سے رو رہے ہیں جیسے وہ ماں روتی ہے جس کا جوان بیٹا مر جاتا ہے اور روتے روتے کہہ رہے ہیں:

آہ! آہ! ہائے! علیؑ کے پاس سامانِ سفر کتنا کم ہے اور کتنا لمبا سفر طے کرنا ہے
کہ یہاں سے لے کر آخرت تک اور سواری بھی قبر کی تنگ اور تاریک کوٹھڑی ہے۔

یہ سواری بنے گی قیامت تک۔

قیامت میں کس کے سامنے جانا ہے؟

ایک ایسے جبار و قہار پروردگار کے سامنے۔

امام زین العابدین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

اِلٰهِی عَامِلْنِی بِفَضْلِكَ وَلَا تُعَامِلْنِی بِعَدْلِكَ

"خدایا! جب میرا حساب و کتاب ہو تو اپنی رحمت سے کام لینا
اپنے عدل سے کام نہ لینا۔"

یہ کون کہہ رہے ہیں؟

یہ سب معصوم ہیں۔

وہ علیؑ جن کی نماز ایسی کہ پاؤں سے تیر نکالو تو پتا نہ چلے، جن کا روزہ ایسا کہ تین روزے رکھے اور سورۂ دھر قصیدہ پڑھتی ہوئی نازل ہو، جن کی زکوٰۃ ایسی کہ حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیں اور آیت ولایت نازل ہو۔ جن کا جہاد ایسا کہ ہم کیا کہیں، علی کہ جبرئیلؑ کو کہنا پڑا:

لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

وہ علیؑ جن کا ایک عمل ایسا کہ رسولؐ کو فرمانا پڑا:

ضَرْبَةُ عَلِیٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَیْنِ

وہ علیؑ کہہ رہے ہیں کہ خدا کی بارگاہ تک جانے کے لیے میرے پاس سامان

بہت کم ہے۔

حضرت فضہؑ گواہی دیتی ہیں کہ میں روزانہ دیکھتی تھی کہ رات کے اندھیرے میں آدھی رات سے لے کر فجر تک میری شہزادیؑ مصلّے پر کھڑے ہو کر خوف خدا سے اتنا روتی تھیں کہ سارا لباس آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا' مصلیٰ تر ہو جاتا تھا' زمین پر اس طرح سے پانی بہتا تھا کہ ایسے لگتا ہے کہ جیسے بارش ہوتی ہو۔

یاد کیجیے!

مولائے متقیانؑ کو جو آخری وصیت شہزادیؑ نے کی تھی' اس میں بھی یہ جملہ تھا کہ

"یا علیؑ! جب مجھے دفن کرنا تو میرے ساتھ وہ شیشی بھی دفن کرنا جس میں میرے وہ آنسو ہیں جو خوف خدا سے جاری ہوتے تھے۔"

اتنے آنسو خوف خدا کی خاطر بہائے جاتے تھے کہ باقاعدہ ان کو ایک بوتل میں رکھا جا رہا ہے۔

یہ معصومؑ' یہ میرا مولاؑ' یہ شہزادیؑ' وہ میرا چوتھا امامؑ کہ جو معصوم ہے یہاں کوئی گناہ ہی نہیں ہے' گناہ نہ ہونے کے باوجود بھی اللہ کا اتنا خوف اور آخرت کا اتنا ڈر۔

دوسری طرف وہ عمر ابن سعد ہے' وہ یزید ہے' وہ ابن زیاد ہے' وہ شمر لعین ہے کہ جو بڑے سے بڑا گناہ کرنے کے باوجود بھی عذاب کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

اگر تھوڑا سا عذاب کا مفہوم دماغ میں پیدا ہو جائے تو یہ کہہ دینا کہ اللہ ارحم الراحمین ہے اس کی رحمت کی وجہ سے میں ہر گناہ کر رہا ہوں۔

سنیے!

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ایک مومن آیا۔ اس نے عرض کیا:

مولاؑ! یہ جو قرآن میں لکھا ہوا ہے ویسی نماز ہم کیسے پڑھ سکتے ہیں؟

(کل آپ کے سامنے آئی تھی جو حقیقی نماز ہے، جو معصومین علیہم السلام کی نماز ہے، جو نماز مومن کو گناہ سے روکنے والی ہے)۔

"جب تک یہ خوف، یہ ڈر دل میں پیدا نہ ہوگا۔"

راوی عرض کرتا ہے: مولاؑ! جو قرآن نے کہا ہے کہ جب وہ دن آئے گا جسے قیامت کا دن کہتے ہیں:

يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا (سورۂ مبارکہ نباء، آیت ۱۸)

"جس وقت یومِ قیامت حضرت اسرافیلؑ صور پھونکیں گے تو حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت کے انسان قیامت کے دن لائے جائیں گے۔"

قرآن نے کہا کہ قیامت کے دن سب لوگ آئیں گے، لیکن ایک ساتھ نہیں:

فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا (سورۂ مبارکہ نباء، آیت ۱۸)

"گروہ گروہ کر کے آئیں گے۔"

راوی امامِ معصومؑ سے پوچھتا ہے: یہ "گروہ گروہ" کا کیا مطلب ہے؟ یہ سارے آدمی ایک ساتھ قیامت میں کیوں نہیں آ رہے؟

امامؑ نے فرمایا: اس لیے کہ اللہ میدانِ قیامت میں انسان کو ان کے کردار کے اعتبار سے الگ الگ گروہ میں تقسیم کرے گا۔

راوی نے عرض کیا: مولاؑ! ذرا وضاحت فرمایئے۔

امامؑ نے فرمایا: سن! قیامت کے دن پہلے گروہ کو لایا جائے گا اور یہ وہ لوگ ہوں گے جن کو میدانِ قیامت میں لانے کے بعد زمین پر اس طرح سے لٹا دیا جائے گا جیسے کوئی اپنے بستر پر لیٹتا ہے' لیکن یہ بستر نہیں ہے بل کہ یہ قیامت کی زمین ہے۔

راوی نے عرض کیا: مولاؑ! ان کو کیوں زمین پر لٹایا جائے گا؟

امامؑ نے فرمایا: اس لیے کہ پھر فرشتے ان کے سر کے پاس ایک پہاڑ لے کر آئیں گے اور اس گروہ کے ہر انسان پر یہ بڑے بڑے پہاڑ اس طرح سے گرائے جائیں گے کہ ان کے سر قیمہ ہو جائیں گے' مغز باہر آ جائے گا' خون کا فوارہ بلند ہو جائے گا' تکلیف کی شدت سے یہ چیخیں گے' لیکن یہ ایک مرتبہ کا عذاب نہیں ہے بل کہ بار بار ایسی سزا دی جائے گی اور دوبارہ ان کے سر کو بنا دیا جائے گا۔ اس لیے نہیں بنا دیا جائے گا کہ بس ختم اب تم جاؤ بل کہ اس لیے بنایا جائے گا کہ یہ عذاب دوبارہ ان کے سر پر آتا ہے۔

کب تک یہ ہوتا رہے گا۔

قرآن کہتا ہے:

كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ (سورۂ مبارکہ معارج، آیت ۴)

"قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔"

امامؑ نے فرمایا: قیامت کے پچاس ہزار سال تک ان کو یہ سزا ملے گی۔

یہ ایک گروہ کا حال ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد دوسرے گروہ کو لایا جائے گا۔

اُنھیں بھی زمین پر لٹایا جائے گا' لیکن بالکل سیدھا نہیں بل کہ کروٹ کے بل پھر لوہے کا ٹکڑا لایا جائے گا اور اس کو اتنا گرم کیا جائے گا کہ وہ پگھل کر پانی ہو جائے گا اور پھر وہ پگھلا ہوا لوہا ان کے کانوں میں ڈالا جائے گا۔ تکلیف کی شدت سے یہ چیخیں گے اور دوسری کروٹ پر لٹایا جائے گا۔ اب ان کے بائیں کان میں وہ پگھلا ہوا لوہا ڈالا جائے گا یہاں تک کہ پچاس ہزار سال تک یہ پگھلا ہوا لوہا ان کے کانوں میں ڈالا جائے گا تو یہ دوسرے گروہ کا حال ہے۔

اس کے بعد ایک تیسرے گروہ کو لایا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنھیں آگ کے کمرے میں عذاب کیا جائے گا ان کے ہر طرف سے آگ برسائی جائے گی۔ جس آگ میں ان کو جلایا جائے گا۔

یہ تیسرا گروہ ہے۔

اس کے بعد ایک چوتھا گروہ لایا جائے گا' یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے دائیں اور بائیں دونوں طرف کے گوشت کو لوہے کی میخوں سے کاٹا جائے گا اور اُنھیں کا گوشت ان کو کھلایا جائے گا اور یہ سزا ان کو پچاس ہزار سال تک دی جائے گی۔

اس کے بعد پانچویں گروہ کو لایا جائے گا اور یہ وہ لوگ ہوں گے جن کو میدانِ قیامت میں لانے کے بعد ایسی جھاڑی (جس پر کانٹے لگے ہوں) کی ٹہنی پہلے ان کی دائیں آنکھ میں اور پھر ان کی بائیں آنکھ میں ماری جائے گی اور پچاس ہزار سال تک یہ سزا اُنھیں دی جائے گی۔

اس کے بعد چھٹے گروہ کو لایا جائے گا۔ لوہے کی چین کو آگ میں ڈال کر گرم کیا جائے گا کہ وہ بالکل سرخ ہو جائے گی تو اس چین کو ان کے پورے جسم پر لپیٹا

جائے گا اور پچاس ہزار سال تک ان کو اس طرح ہی سزا دی جاتی رہے گی۔

اس کے بعد ساتواں گروہ آئے گا' لیکن یہ آدمیوں کی شکل میں نہیں آئے گا بل کہ اللہ ان کو چیونٹیوں کی شکل میں پیدا کرے گا' میدانِ قیامت میں یہ چیونٹی بن کر آئیں گے اور قیامت کی زمین پر ان کو پھینک دیا جائے گا اور جتنے لوگ ہوں گے سب کے پیروں میں یہ دب کر رہ جائیں گے' چناں چہ ان کے جسم ٹوٹ جائیں گے' ہاتھ کہیں' سر کہیں' پیر کہیں' لیکن پھر ان کو جوڑا جائے گا پھر ان کو زمین پر پھینک دیا جائے گا اور پھر انھیں توڑا جائے گا' یہاں تک پچاس ہزار سال تک یہ اسی طرح عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: اس کے بعد آٹھواں گروہ آئے گا۔

اب راوی کی چیخ نکل گئی۔

عرض کیا: مولاؑ! بس! اب میں اس سے زیادہ نہیں سن سکتا۔

مولاؑ! اتنا بتایئے کہ آخر ایسا کیوں ہو گا؟

کچھ خطبات امامؑ کے ایسے ہیں جو نامکمل رہ گئے تھے' اس لیے کہ جو مجمع ہوتا تھا وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ جیسے نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا خطبہ ہے جسمیں امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی ہمامؓ کو فرمایا تھا۔

اس نے پوچھا: مولاؑ! متقین کی صفات کیا ہیں؟

امیر المومنین علیہ السلام نے متقین کی صفات بتانا شروع کیں' خطبہ ابھی مکمل نہ ہوا تھا کہ ہمامؓ نے چیخ ماری' بے ہوش ہو کر گرے اور مر گئے۔ برداشت نہ کر سکے۔ ایسے کچھ خطبات ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ابھی چھٹے امامؑ نے صرف سات

گروہوں کا تذکرہ کیا تھا کہ راوی نے چیخ کر کہا: مولاؑ ! بس اس سے زیادہ نہ بتایئے گا میں برداشت نہیں کرسکتا' لیکن پہلے یہ تو بتائیں کہ آخر یہ کون لوگ ہوں گے جن کو قیامت کے میدان میں اس طرح سے لایا جارہا ہوگا؟

امامؑ نے ارشاد فرمایا: سنو! یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں سات بڑے بڑے گناہ کرتے تھے۔

مولاؑ ! وہ کون لوگ ہیں جو سب سے پہلے لائے جائیں گے؟

فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی فجر کی نماز قضا کیا کرتے ہیں اور وہ لوگ ہوں گے جن کو قیامت کے میدان میں زمین پر لٹا کر ان کے دونوں کانوں میں وہ پگھلا ہوا لوہا ڈالا جائے گا' یہ وہ لوگ ہوں گے جو خدا کے حکم کو چھوڑتے ہوئے اس دنیا میں مسلسل گانا سنا کرتے تھے۔

دیکھیے!

یہ کوئی معمولی گناہ نہیں ہے۔ کبھی سوچیے گا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آج کی ساری دنیا ایسی بنادی گئی ہے کہ جدھر سے آپ جائیں میوزک کی آواز آپ کے کان میں آتی ہے۔

آخر کیوں؟

کس لیے؟

کبھی تم نے اس سوال پر غور کیا ہے کہ آخر یزید یزید کیسے بنا؟

کیا اللہ نے یزید کو یزید پیدا کیا تھا؟

نہیں۔

پیغمبرؐ اسلام کی حدیث ہے:

كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلٰى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ وَلٰكِنْ آبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَ يُنَصِّرَانِهٖ وَ يُمَجِّسَانِهٖ

"اللہ تعالیٰ ہر بچے کو اسلام پر پیدا کرتا ہے لیکن یہ ماں باپ ہوتے ہیں جو کسی کو یہودی بناتے ہیں، کسی کو عیسائی بناتے ہیں اور کسی کو مجوسی بناتے ہیں۔"

تو پھر یزید کیسے یزید بنا؟

کون سی چیزیں ایسی تھیں جو یزید کے بچپن میں اس طرح سے اس کے سامنے آئیں کہ وہ اتنے خطرناک راستے پر چل نکلا؟

یزید کے بارے میں روایات میں ہے کہ یزید کا باپ امیر شام تھا۔ یزید کی ماں سے اس کی شادی اچانک ہوئی تھی، وہ اس طرح کہ ایک دن وہ کسی سفر پر گیا، لیکن وہاں پر وہ بیمار ہو گیا اور ایسی بیماری کہ اس زمانے کے ڈاکٹرز نے کہا کہ اس ایک ہی علاج ہے کہ وہ فوراً شادی کرلے اگر شادی نہ ہوئی تو یہ مر جائے گا یا اس کی بیماری بہت بڑھ جائے گی۔ اس وقت یہ شادی حقیقی شادیوں کی طرح نہیں ہے بلکہ اس وقت تو اس کو علاج کے لیے ایک لڑکی چاہیے۔ نزدیکی جو علاقہ تھا وہ عیسائیوں تھا اور اس علاقے کے عیسائیوں کا گانا گانا یا سننا مشغلہ تھا چوں کہ رسولؐ اللہ کے زمانے کو ابھی بہت زیادہ time نہیں گزرا تھا اور اسلام میں گانا حرام تھا تو مسلمان پرہیز کرتے تھے (لیکن گناہ گار مسلمانوں کو گانا تو سننا تھا): اس زمانے میں عیسائی یہودی یا کافر وہ گانا سیکھ کر آتے تھے اور مسلمان سوسائٹی کی یہ ضرورت پوری کرتے

تھے۔ یہ ایسا علاقہ تھا جس کا پیشہ ہی گانا بجانا تھا۔

وہاں کے سردار کو معلوم ہوا کہ یہ مسلمانوں کا بادشاہ ہے اور اس وقت اسے شادی کرنا ہے۔ اس نے کہا: میری اپنی بیٹی ہے۔ اس نے شادی کر دی' لیکن لڑکی خوش نہیں تھی۔ یہ شادی کے بعد امیر شام کے محل میں تو آ گئی' چوں کہ امیر شام کو سفر کے دوران ایک بیماری پیدا ہو گئی تھی' وہ بیماری بھی ختم ہو گئی تھی تو اب امیر شام کو اس کی اتنی ضرورت بھی نہیں تھی۔

بہر حال!

یزید پیدا ہوا لیکن یہ لڑکی ہر وقت اس محل میں تنگی اور گھٹن محسوس کرتی تھی۔ ایک دن امیر شام اس کے کمرے کے قریب سے گزر رہا تھا کہ یہ بستر پر پڑی ہوئی ایک مرثیہ پڑھ رہی تھی۔ اپنی حالت کی شکایت کر رہی تھی کہ میرے باپ نے میرا کوئی خیال نہیں کیا' ایسے محل میں مجھے بھیج دیا جہاں میرا دم گھٹا جا رہا ہے' مجھے تو میرا گاؤں چاہیے وہ تازہ ہوا' وہ کھلا ماحول' مجھے تو اپنے قبیلے کے لوگ پسند ہیں میں یہاں پر خوش نہیں ہوں۔

امیر شام نے سنا تو اُسے غصہ آ گیا۔

کہا: میں نے تجھے اتنا بلند مقام دیا کہ تجھے خاتونِ اوّل کا نام ملا اور تُو یہ کہہ رہی کہ اپنے قبیلے کا ایک غلام مجھے اس بادشاہ سے زیادہ پسند ہے تو پھر تُو اپنے قبیلے میں جا۔ یہ کہہ کر اس کو اس کے قبیلے میں بھیج دیا اور یزید بھی ساتھ چلا گیا' لیکن جب امیر شام کو اپنے بعد کسی کو اپنا جانشین بنانے کی ضرورت پڑی تو وہ یزید کو واپس لے کر آیا۔

یزید کا بچپنا (جو بچے کی تربیت کا اہم ترین زمانہ ہوتا ہے اس میں چاہے آپ اسے نمازی بنادیں چاہے آپ اسے شرابی بنادیں) اس کے نانا کے پاس گزرا ہے۔ اپنے نانا کے پاس اپنی ماں کے پاس اپنے ماموں کے پاس اور یہ سارا قبیلہ ایسا ہے جس کا پیشہ ہی گانا بجانا ہے۔ اس قبیلے کے جتنے بوڑھے لوگ ہوتے وہ نوجوانوں کو تربیت دیتے اور جو نوجوان سیکھ لیتے تو وہ پوری اسلامی دنیا میں جاتے اور ہر جگہ گانا بجانا کرتے۔ یزید کو جو ماحول ملا وہ ایسا تھا کہ یزید ماں کے پاس آتا ہے تو وہ گانا گا رہی ہے ماموں کے پاس جاتا ہے تو وہ گانے کی پریکٹس کروا رہا ہے۔ نانا کے پاس جاتا ہے تو وہ پورے اس گانے بجانے کے نظام کا چیف ہے وہ اپنے سے چھوٹوں کو گانا سکھا رہا ہے۔ دوستوں میں جاتا ہے تو وہاں گانا چل رہا ہے چوں کہ اس قبیلے کا پیشہ ہی یہی ہے۔ رات کو سوتے ہیں تو اپنے بچوں کو گانا سنا کر سوتے ہیں۔ صبح کو جب اپنے بچے کو اٹھاتے ہیں تو گانا سنا کر اٹھاتے ہیں۔ کھانے پر بیٹھتے ہیں تو گانے کا سلسلہ جاری ہے کسی خوشی کی تقریب میں جاتے ہیں تو گانا جاری ہے حتیٰ کہ اگر میت بھی کہیں ہوتی ہے تو مرنے والے کا تذکرہ بھی گانے کے ذریعے سے کیا جاتا ہے چناں چہ یزید کو بچپنے میں ایک ایسا ماحول ملا کہ جہاں پر ہر طرف گانا ہی گانا ہے جس کے نتیجے میں یزید یزید بن کر ہمارے سامنے آیا۔

حدیث سنیے!

"اگر کوئی آدمی گانا سنتا رہے تو گانا دل میں نفاق کو پیدا کرتا ہے،

یعنی گانا آدمی کو منافق بناتا ہے۔"

مومن کو کیا چیز منافق بناتی ہے؟

وہ گاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر مسلسل گانا سنو گے تو گانا دل میں اس طرح سے نفاق کو پیدا کرتا ہے' آدمی کو منافق بناتا ہے کہ جیسے اگر بارش ہوتی رہے تو زمین سے خود بخود سبزہ اُگنے لگتا ہے۔ اس طرح اگر مومن کے دل میں گانے کی آواز پڑتی رہے تو مومن تبدیل ہو کر منافق بن جاتا ہے۔

جب وہ منافق بن جائے گا تو اب وہ نماز پڑھے گا تو اس کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا' اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کرے گا تو وہ سجدہ اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا' یہ نماز اور سجدہ نہ اسے بے حیائی سے روکیں گے' نہ گناہ سے روکیں گے۔ ہماری نماز منافق جیسی نماز کیوں ہے؟

اس کا پہلا سبب امام علیہ السلام بتا رہے ہیں: اس کا سبب یہ ہے کہ ہم گانا باقاعدگی سے سنتے ہیں۔

اب نتیجہ سنیے!

یزید کیسے یزید بنا؟

یزیدؔ یزید ایسے بنا کہ نانا کے پاس گانا' ماموں کے پاس گانا' ماں کے پاس گانا' کھانے کے دستر خوان پر گانا' سوتے وقت گانا' سکول میں جائے تو وہاں گانا' کسی تقریب میں جائے تو وہاں گانا اور شادی میں جائے تو وہاں گانا۔

دوسری طرف حضرت امام حسین علیہ السلام کو جو گھر ملا وہ ایسا گھر ہے کہ حسینؑ اگر اپنے نانا کے پاس جائے تو نانا اتنی عبادت کرنے والا کہ پورا قرآن یہ شکایت کر رہا ہے کہ اے ۔۔۔ بندے ہماری عبادت نہیں کرتے' لیکن رسولؐ کے بارے میں قرآن

کہہ رہا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا (سورۂ مبارکہ مزمل، آیات ۱،۲)

"اے میرے حبیبؐ! تُو نے اتنی عبادت کی ذرا اپنی نمازیں کم کر دے۔"

اللہ کا رسولؐ ایسا نمازی اور عبادت کرنے والا کہ قرآن ان سے کہہ رہا ہے کہ عبادات کم کیا کر:

طٰہٰ ○ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی (سورۂ مبارکہ طٰہٰ، آیات ۱،۲)

"اے حبیبؐ! ہم نے اس لیے تو قرآن نازل نہیں کیا کہ تُو نے اپنے آپ کو اتنی زحمت و پریشانی میں ڈال دیا۔"

پیغمبرؐ اسلام ایسے نمازی کہ قرآن اُس سے کہہ رہا ہے کہ نماز کم کر۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اگر باباؑ کے پاس آئیں تو باباؑ ایسا عبادت گزار کہ رات کے اندھیرے میں کھڑے ہو کر خدا کی عبادت بجا لائے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اگر ماں کے پاس جائے تو ماں ایسی نمازی کہ حضرت فضہؓ کہتی ہیں: میری شہزادیؑ ہر رات کو اتنی نمازیں پڑھتی تھیں کہ فجر کے بعد پیروں کے اوپر ورم آ جایا کرتے تھے کہ شہزادیؑ چل نہیں پاتی تھیں۔

اب ہمارے سامنے دو گھر آ گئے!

ایک حضرت امام حسین علیہ السلام کا گھر ہے' جہاں رسولؐ اتنی نمازیں پڑھنے والا' باباؑ اتنا خوفِ خدا کرنے والا اور ماںؑ اتنی عبادت گزار......؟!

ایک یزید کا گھر ہے جہاں ہر طرف گانا ہی گانا' جس نے یزید کو یزید بنا دیا۔

آپ دیکھیں!

آج ہم اپنے نوجوانوں کو' ہم اپنے بچوں کو اپنے گھروں میں کون سا ماحول دے رہے ہیں؟

کیا ہمارے گھر کا ماحول ویسا ماحول ہے جس ماحول میں حضرت امام حسین علیہ السلام ہمارے سامنے آئے یعنی ماں بھی نمازی' باپ بھی پرہیزگار اور خاندان کے جتنے افراد ہیں سب کے سب خوف خدا رکھنے والے تھے یا ہمارے گھر کا ماحول ویسا ماحول ہے جس ماحول میں یزید' یزید بن کر ہمارے سامنے آیا؟

ایک مومن نے مجھ سے اپنی ایک پریشانی بتائی کہ مولانا! مجھے گانا سننے کی اتنی عادت ہو گئی ہے کہ میں نماز بھی نہیں پڑھ سکتا' جب تک کہ میرے پیچھے میوزک نہ چل رہا ہو۔

اب آپ خود اندازہ لگائیں!

ہم اپنے گھروں کو تو یزید جیسے ماحول والا بنائیں اور پھر یہ اُمید رکھیں کہ ہمارے بچے حضرت امام حسین علیہ السلام کی سیرت پر چلیں گے' ہمارے بچے حضرت علی اکبر علیہ السلام اور حضرت قاسم علیہ السلام کی پیروی کرنے والے ہوں گے۔ یہ سب سے بڑا ظلم ہے جو ایک ماں اور باپ آج اپنی اولاد پر کر رہے ہیں۔

بہرحال!

راوی نے گھبرا کر عرض کیا: فرزند رسولؐ! یہ قیامت کے دن جو گروہ آ رہے ہیں ان کا گناہ کیا ہوگا؟

امامؑ نے فرمایا: جس کے کانوں میں پگھلا ہوا لوہا ڈالا جا رہا ہے یہ وہ لوگ

ہوں گے جو زندگی بھر گانا سنتے رہے ہوں گے۔

راوی نے عرض کیا: مولاؑ! وہ تیسرا گروہ جس کو لایا جائے گا ان کا کیا گناہ ہوگا؟

امامؑ نے فرمایا: یہ وہ عورتیں ہوں گی جو اپنا جسم نامحرم سے نہیں چھپاتی تھیں، جو اسلام کا ایک سنہری قانون ہے اس پر عمل نہیں کرتی تھیں۔

عرض کیا: مولاؑ! اگر یہ بے حجابی کا عذاب ہے تو یہ خالی عورتوں کو ملنا چاہیے، لیکن آپؑ نے فرمایا: تیسرا گروہ جو لایا جائے گا اس میں مرد اور عورت دونوں ہوں گے۔

مولاؑ! مرد کیوں ہوں گے؟

امامؑ نے فرمایا: مردوں سے مراد وہ مرد ہیں جن کے گھروں کی عورتیں بے حجابی کرتی ہیں اور اس پر وہ خوش ہوتے ہیں، وہ اس پر راضی ہوتے ہیں۔ اگر وہ براہِ راست خود گناہ نہیں کر رہے، لیکن اس عمل سے راضی ہیں:

لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً قَتَلَتْكَ
وَ لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً ظَلَمَتْكَ
وَ لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً سَمِعَتْ بِذَالِكَ فَرَضِيَتْ بِهٖ

"لعنت ہے قاتل پر بھی، لعنت ہے ظالم پر بھی اور اس پر بھی لعنت ہے جو نہ قاتل ہے، نہ ظالم ہے، لیکن اس نے یہ ظلم سنا اور اس پر راضی رہا۔"

یہ عذاب بے حجاب عورت پر بھی ہے اور یہ عذاب اس مرد پر بھی ہے جس نے یہ گناہ دیکھا اور اس سے وہ راضی رہا۔

راوی نے عرض کیا: مولاؑ! وہ چوتھا گروہ جس کو لایا جائے گا ان کا کیا گناہ ہوگا؟

امامؑ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو غیبت کیا کرتے تھے۔

اس کے بارے میں قرآن کی آیت ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ

"تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے' کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے' یقیناً تم سب اس بات کو ناپسند کرتے ہو" (سورۂ مبارکہ حجرات، آیت ۱۲)۔

راوی عرض کرتا ہے: مولاؑ! پانچواں گروہ کیوں لایا جائے گا؟

امامؑ نے فرمایا: یہ وہ مرد ہیں جو عورتوں کو بری نگاہ سے دیکھتے تھے۔

عرض کیا: چھٹا گروہ؟

فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیا کرتے تھے۔

اسلام میں شراب کا پینا یہ بدترین گناہ ہے۔

کل جو حدیث میں نے پڑھی تھی وہ حضرت امام علی علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔ اس میں دو چیزیں ہیں' اس میں امامؑ فرماتے ہیں: ہماری شفاعت اُس آدمی کو نہیں ملے گی جو نماز کو حقیر سمجھتا ہے اور شراب پیتا ہے۔

راوی عرض کرتا ہے: مولاؑ! ساتواں گروہ کیوں لایا جائے گا؟

امامؑ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو ہر وقت گھمنڈ میں رہا کرتے تھے' جو غرور و تکبر کیا کرتے تھے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ ظالم ہے؟ (معاذ اللہ)

نہیں۔

اللہ تو وہ ہے جو اپنی مخلوق پر جلد راضی ہو جاتا ہے جیسا کہ دعائے کمیل کے جملے ہیں:

یَا سَرِیعَ الرِّضَا

"اے وہ جو جلد راضی ہونے والا ہے۔"

دیکھیے!

جب دو دوست آپس میں ناراض ہوتے ہیں تو ایک دوست دوسرے دوست سے جلد راضی نہیں ہوگا۔ بھائی بھائی سے اتنی جلدی راضی نہیں ہوگا' حتیٰ کہ ماں جو اپنی اولاد کو معاف کر دیتی ہے مگر ماں بھی اتنی جلدی معاف نہیں کرتی جتنی جلد وہ اللہ راضی ہو جاتا ہے۔ وہ ہمیں سزا دے کر خوش نہیں ہوتا' ہمیں سزا دینا نہیں چاہتا' بلکہ وہ تو ہم سے صرف ایک چیز مانگتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی غلطی کو مانو' ایک بار سچے دل سے توبہ کر کے میرے پاس آؤ پھر دیکھنا میں کتنی جلدی اپنے بندوں کے گناہ معاف کرتا ہوں۔

روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے امام علیہ السلام سے سوال کیا: مولاؑ! سب سے بڑی عبادت کون سی ہے؟

مولاؑ! بولنے کے لیے سب سے اچھا کلام کیا ہے؟

مولاؑ! سب سے بڑا چور کون ہے؟

مولاؑ! سب سے بڑا عبادت کرنے والا کون ہے؟

اس آدمی نے قریب قریب چودہ چیزیں پوچھیں' ان میں ایک یہ بھی تھی کہ

مولاؑ! یہ بتائیے کہ دنیا میں سب سے زیادہ خوش کون ہوتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ۔

راوی گھبرا گیا۔

عرض کیا: مولاؑ! کیا اللہ بھی خوش ہوتا ہے؟

فرمایا: ہاں! اللہ سب سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔

عرض کیا: کب؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب بڑے سے بڑا گناہ گار اپنی غلطی کو مان کر سچے دل سے توبہ کر کے اللہ کے پاس آتا ہے تو اس وقت اللہ کو بہت خوشی ہوتی ہے۔

اچھا!

ہم اللہ کو تو دیکھ نہیں سکتے تو ہمیں کیسے پتا چلے کہ اللہ کو بہت خوشی ہوتی ہے؟

دیکھیے!

امامؑ کو ہم کہتے ہیں: حجتِ خداؑ ان سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی خوشی کیسے ہوتی ہے۔

ذکرِ مصائب: حضرت حُرؒ کا توبہ کرنا

سوچیے!

۲۸ رجب کو میرا مظلوم آقا مدینے سے کربلا کی طرف چلا اور دس محرم کو حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں شہید ہو گئے اس پورے واقعہ میں ۲۸ رجب سے لے کر دس محرم تک حضرت امام حسین علیہ السلام کب خوش نظر آئے؟

دو موقعوں پر۔

ایک موقع کہ جب حبیب ابن مظاہرؓ امامؑ کی خدمت میں پہنچا۔

دوسرا موقع یہ کہ جب اس سے بھی زیادہ حضرت امام حسین علیہ السلام خوش تھے۔

وہ کیا تھا؟

جب حُرؓ اپنی غلطی کو مان کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔

ہم کتنے ہی گناہ گار کیوں نہ ہوں' ہمارا گناہ کیا ہوگا؟ زیادہ سے زیادہ ہم کسی مرجع کی شان میں گستاخی کرلیں گے' لیکن حضرت حُرؓ کا گناہ کیا تھا؟

حُرؓ نے کسی عام مومن کو تکلیف نہیں پہنچائی تھی' بلکہ حُرؓ نے ایک امام معصومؑ کو تکلیف پہنچائی' حُرؓ کی غلطی ایسی ہے کہ جو کبھی معاف نہیں ہوسکتی۔

ہاں!

حُرؓ کو وہی معاف کرسکتا ہے جو سریع الرضا ہے۔

دیکھیے!

حضرت امام حسین علیہ السلام کا قافلہ جارہا ہے۔

کس نے اس کا راستا روکا تھا؟

حُرؓ نے۔

جیسا کہ بعض علما کہتے ہیں: مولائے کائنات علیہ السلام نے شہزادی زینب سلام اللہ علیہا کو پہلے سے بتادیا تھا کہ کربلا میں کیا ہونے والا ہے اور شام میں کیا ہونے والا ہے۔

بعض علما تو یہاں تک کہتے ہیں کہ شہزادیؑ کو ان کے باباؑ نے اس کی ٹریننگ بھی دینا شروع کردی تھی۔ حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا کو یہ معلوم تھا کہ جہاں پر ہمارا قافلہ روکا جائے گا اور اس کو دوسری طرف پھیرا جائے گا تو وہاں سے

کربلا کے مصائب شروع ہوں گے چناں چہ جیسے ہی حُرؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی سواری کو آ کر روکا۔

اس نے عرض کیا: میں آپؑ کو کوفہ نہیں جانے دوں گا۔ محمل سے حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کے رونے کی آواز آنے لگی۔ سب سے پہلے جس نے زینبؑ کو رُلایا وہ حُرؓ تھا۔

کون حسینؑ کو کربلا میں لے کر آیا؟

یہ حُرؓ تھا۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے قافلے کے خیمے دریا کے کنارے لگ رہے تھے تو کس نے کہا تھا کہ یہاں خیمے نہیں لگنے دوں گا؟

وہ حُرؓ تھا۔

کس نے ابن زیاد کو خط لکھا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں آ گئے ہیں، ہمارے قابو میں ہیں فوجیں بھیجو؟

وہ حُرؓ تھا۔

کس کے لکھے ہوئے خط پر کبھی عمر ابن سعد آیا، کبھی شمر آیا، کبھی حرملہ آیا اور پوری فوج یزید آئی؟

وہ حُرؓ تھا۔

سات محرم کو جب میٹنگ ہوئی تھی تو عمر ابن سعد کے خیمے میں یہ طے پایا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بچوں پر پانی بند کیا جائے اس میٹنگ میں بھی حُرؓ موجود تھا اور کسی روایت میں نہیں ملتا کہ اس نے احتجاج کیا ہو۔

بھئی!

کربلا کے واقعے کو ہم دس محرم کا سمجھ رہے ہیں۔

نہیں!

کربلا کی جنگ تو نو محرم کو شروع ہونے والی تھی۔ پہلا حملہ نو محرم کو ہونا تھا' حُرؒ اس وقت پوری طرح سے عمر ابن سعد کے لشکر میں تھا' لیکن اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباس علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا: عمر ابن سعد سے جا کر کہو کہ ایک رات ٹھہر جاؤ۔ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام ایک رات کی مہلت نہ لیتے تو کربلا کی جنگ نو محرم کو شروع ہو جاتی' جس میں حُرؒ مکمل طور پر یزیدی سپاہیوں کے ساتھ تھا۔

اتنا بڑا گناہ گار حُرؒ تھا' لیکن جب دس محرم آئی تو اس وقت حُرؒ کو احساس ہوا کہ میں نے کتنا بڑا گناہ کیا ہے اور ایک بار حُرؒ میں تبدیلی واقع ہوئی تو اب حُرؒ اپنے خیمے سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف جا رہا ہے۔ بیٹا بھی ساتھ ہے' غلام بھی ساتھ ہے۔

عزادارو!

جس وقت حُرؒ، عمر ابن سعد کے خیموں سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف جا رہا تھا تو اس وقت حُرؒ کے ایک دوست نے حُرؒ کو دیکھ لیا۔

اس نے کہا: اے حُرؒ! مجھے تجھ میں کوئی تبدیلی نظر آ رہی ہے۔

حُرؒ نے کہا: ہاں! اب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے اور میں اس لیے جا رہا ہوں تاکہ توبہ کر کے اپنے گناہ کو معاف کراؤں۔

حُرؒ کے دوست نے کہا: یہ تو ناممکن ہے' اس لیے کہ تُو اتنا بڑا گناہ گار ہے کہ

کوئی تجھے معاف نہیں کر سکتا۔

حُرؑ نے کہا: مجھے پتا ہے کہ کوئی مجھے معاف نہیں کر سکتا' لیکن جس امامؑ کے دروازے پر جا رہا ہوں اس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ اگر اس کے پاس مجھ سے بڑا گناہ گار بھی جائے گا تو وہ اسے بھی معاف کر دے گا۔

عزادارو!

بس!

اس یقین کے ساتھ حُرؑ چلا۔

اُدھر حسینؑ کی فوج حُرؑ کو پہچانتی ہے اور جیسے ہی حُرؑ کو آتے دیکھا تو حبیبؓ نے آواز دی: اے اصحابِ امامؑ! جلدی سے بنی ہاشمؑ کے شہزادوںؑ کو اپنے گھیرے میں لے لو ایسا نہ ہو کہ ہم زندہ رہیں اور بنی ہاشمؑ کے شہزادوںؑ کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔

اُدھر حضرت عباس علیہ السلام نے جوانانِ بنی ہاشمؑ کو آواز دی: اے شہزادوؑ! جلدی سے آقا حسین علیہ السلام کو اپنے گھیرے میں لے لو ایسا نہ ہو کہ ہم زندہ رہیں اور آنے والا آقا کو کوئی نقصان پہنچا دے۔

عزادارو!

حُرؑ قریب نہیں آیا بلکہ ایک مقام پر رُک گیا۔ اپنے گھوڑے سے اُترا۔ جیب سے رومال نکالا' رومال سے اپنے دونوں ہاتھوں کو باندھا۔

اب حُرؑ نے آواز دی: اے رحمۃ للعالمینؐ کے بیٹے! کیا اس دنیا کا سب سے بڑا گناہ گار آپؑ کی بارگاہ میں آ سکتا ہے؟

بس اتنا سننا تھا!

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: عباسؑ! اپنی فوج کو روکو میرا مہمان آیا ہے' میں اپنے مہمان کے استقبال کو جاتا ہوں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام آگے بڑھے 'حُرؓ' کے قریب پہنچے جیسے ہی امامؑ، حُرؓ کے قریب گئے تو فوراً حُرؓ نے اپنا سر امامؑ کے قدموں میں رکھ دیا۔

عرض کیا: آقا! آپؑ کو اپنی ماں فاطمہ زہراؑ کا واسطہ میرے گناہ کو معاف کر دے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے اُتر کر حُرؓ کو گلے سے لگاتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: اے حُرؓ! یہ کیا کہہ رہا ہے؟

اَنتَ اَخِی فِی الدُّنیَا وَالآخِرَۃِ

"تُو تو میرا بھائی اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بن گیا۔"

اے حُرؓ! آج جب تُو میرے پاس آیا ہے تو میں بہت خوش بھی ہوں اور بہت شرمندہ بھی ہوں۔

اے حُرؓ! خوشی اس بات کی ہے کہ تُو باطل کو چھوڑ کر حق پر آ گیا اور شرمندگی اس بات کی ہے کہ کل تُو دشمن بن کر آیا تھا تو میں نے تجھے اور تیرے گھوڑے کو بھی پانی پلایا تھا' لیکن آج تُو میرا مہمان بن کر آیا ہے اور ساقی کوثر کا بیٹا تجھے ذرا سا پانی بھی نہیں دے سکتا۔

عزادارو!

حُرؓ نے عرض کیا: آقا! بس اسی غلطی کی معافی کے لیے میں چاہتا ہوں کہ

سب سے پہلے میرے بیٹے کو مرنے کی اجازت دیجیے۔

فرمایا: اے حُرؑ! عام حالات میں تیرے بیٹے کو نہ جانے دیتا' لیکن آج تو سب کو مرنا ہے' جا میں نے تیرے بیٹے کو اجازت دی۔

عزادارو!

حُرؑ کا بیٹا چلا' میدان میں پہنچا' جہاد کیا مگر تھوڑی دیر گزری تھی کہ حُرؑ کا بیٹا زخمی ہو کر زمین کربلا پر گرا' ایک مرتبہ کہا: بابا! میری مدد کو آئیے۔

حُرؑ گھبرا کر کھڑا ہو گیا' میدان کی طرف جا رہا ہے' حضرت امام حسین علیہ السلام نے روکا۔

فرمایا: اے حُرؑ! کہاں جا رہے ہو؟

عرض کیا: آقا! میرا بیٹا پکار رہا ہے' مجھے بیٹے کے پاس جانے دیں۔

فرمایا: دیکھو! تم میرے مہمان ہو' تم بیٹھو میں جاتا ہوں۔

اے حُرؑ! یاد رکھو' وہ جوان بیٹا ہے اور تم بوڑھے باپ ہو' بوڑھے باپ جوان بیٹے کا لاشہ نہیں اُٹھاتے ہیں۔

میں کہوں گا: آقا حسینؑ! جب حُرؑ کا جوان بیٹا گرا تو آپؑ نے حُرؑ سے کہا کہ بوڑھے باپ جوان بیٹے کا لاشہ نہیں اُٹھاتے' لیکن مولاؑ! جب آپؑ کا بیٹا علی اکبرؑ گھوڑے سے زمین کربلا پر گرا تو آپؑ نے اپنے جوان بیٹے کا لاشہ کیسے اُٹھایا ہو گا؟

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَىَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُونَ

مجلسِ پنجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (سورۂ مبارکہ آلِ عمران آیت ۸۵)

''اور جو شخص اِسلام کے سوا کسی اور دین کی خواہش کرے تو اس کا وہ دین ہرگز قبول ہی نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں سخت گھاٹے میں رہے گا۔''

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ (سورۂ مبارکہ بقرہ آیت ۲۸۶)

''اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہماری گرفت نہ کر۔ اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال دے جیسا ہم سے اگلے لوگوں پر بوجھ ڈالا تھا۔ اے ہمارے پروردگار! اتنا بوجھ جس کے اُٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث سے مجلس کا آغاز کرتے ہیں:

اگرچہ ہر معصومؑ صادق ہے' لیکن لقب کے اعتبار سے دو ہی معصوموںؑ کو صادق کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے:

① سرکارِ ختمی مرتبت رسولِ خداؐ کو اور

② حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو۔

چھٹے امامؑ وہ امام ہیں کہ سارا عالم اسلام جنھیں صادق کہتا ہے اور دوسری شخصیت جس کے لیے یہ لقب خاص طور پر استعمال کیا گیا ہے وہ اللہ کا وہ رسولؐ ہے جن کو مکہ کے کافروں اور مشرکوں نے صادق اور امین کہا۔

پروردگار نے چھٹے امامؑ کی ولادت بھی ۱۷ ربیع الاوّل کو قرار دی اور رسولؐ خدا کو بھی اس دنیا میں ۱۷ ربیع الاوّل کو بھیجا گیا ہے۔

کل کی حدیث کے حوالے سے ان دونوں نے مل کر ہمیں یہ message دیا ہے کہ قیامت کے دن کس طرح سے مسلمان اپنے اپنے گناہوں کی کیفیت کے اعتبار سے الگ الگ لائے جائیں گے۔

کچھ لوگ مذاق کرتے ہوئے ایک جملہ کہہ دیا کرتے ہیں: مولانا! آپ نے یہ تو بتایا کہ فجر کی نماز قضا کرنے والوں پر یہ عذاب ہوگا اور گانا سننے والوں پر یہ عذاب ہوگا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے اپنی طرف سے نہیں بتایا' بل کہ امامِ معصومؑ نے فرمایا' مجھے کیا معلوم کہ قیامت میں کیا ہونے والا ہے۔

امام علیہ السلام نے یہ بھی بتایا کہ اس گناہ گار پر یہ عذاب آئے گا اور دوسرے گناہ گار پر وہ عذاب آئے گا۔

اب مومن سوال کرتا ہے: مولانا! میں تو آٹھ کے آٹھ گناہ کر رہا ہوں تو میں کس گروہ میں جاؤں گا؟

اگر اس جملے کا مقصد امامؑ کی حدیث کا مذاق اُڑانا ہے تو یہ ان چیزوں میں سے ایک ہے جس کے لیے قریب قریب آٹھ معصومین علیہم السلام کی ایک حدیث ہے اور وہ یہ ہے کہ آخری زمانے میں اپنے ایمان کو بچانا اتنا مشکل ہوگا کہ اگر کسی مومن سے یہ کہہ دو کہ وہ اپنے ہاتھ پر جلتی ہوئی آگ لے کر صبح سے شام تک کھڑا رہے تو یہ اس کے لیے بہت آسان ہوگا' لیکن اگر کسی مومن سے یہ کہو کہ اپنے ایمان کو صبح سے شام تک بچا کر لے جاؤ تو یہ اس کے لیے زیادہ مشکل ہوگا۔

امامؑ ارشاد فرماتے ہیں:

"کتنے ہی ہمارے ماننے والے مومن ہیں جب وہ صبح کو اُٹھیں گے تو مومن ہوں گے اور جب رات کو اپنے گھر میں واپس آئیں گے تو ایمان جا چکا ہوگا اور کتنے ایسے ہوں گے کہ جو رات کو آئیں گے تو ایمان کے ساتھ آئیں گے اور جب صبح کو گھر سے نکلیں گے تو ایمان جا چکا ہوگا۔"

دیکھیے!

ایمان خالی صرف بتوں کے آگے سجدہ کرنے سے ختم نہیں ہوتا' بل کہ ایمان تو شریعت کے کسی حکم کا مذاق اُڑانے سے بھی ختم ہو جاتا ہے اور کسی معصومؑ کی حدیث کو مذاق کے طور پر استعمال کرنے سے بھی ختم ہو جاتا ہے۔

خیر!

وہ تو پچھلے امامؑ کی ایک ایسی حدیث تھی جو آپ نے کل سنی' اس میں امامؑ نے بتایا کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔ ایک اور حدیث آپ پوری زندگی سنتے رہتے ہیں جس میں اللہ کا وہ رسولؐ (جسے مکہ کے کافر یہاں تک کہ ابوجہل و ابولہب بھی صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے) وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہا ہے کہ گناہ گاروں پر کیا عذاب آ رہا ہے۔

پیغمبرؐ اِسلام کا ایک ایسا سفر تھا جس کو معراج کہا جاتا ہے۔ اس سفرِ معراج میں رسولؐ اللہ نے جب پہلے اور دوسرے آسمان پر سفر کیا تو پیغمبرؐ نے اپنی آنکھوں سے پچیس ان گناہ گاروں کو دیکھا تھا جن پر اسی وقت سے عذابِ خدا آنا شروع ہو چکا تھا۔ جب رسولؐ اللہ نے یہ سوال کیا تھا: یااللہ! میں یہ اتنا شدید عذاب دیکھ رہا ہوں یہ کون لوگ ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آپؐ کا کلمہ پڑھنے والے یعنی آپؐ کی اُمت کے لوگ ہیں۔

شریعت' دین اور اِسلام دو ہی چیزوں کا نام ہے:

① معصومؑ کی حدیث ② معصومؑ کا عمل

اللہ کے رسولؐ نے معراج کے سفر میں گناہ گاروں کے اس عذاب کو دیکھا تھا اور اس کے بعد جب اللہ کا رسولؐ وہاں تک گیا جہاں تک نہ پیغمبرؐ سے پہلے کوئی جا سکا ہے اور نہ ہی پیغمبرؐ کے بعد کوئی جا سکے گا۔ یہ بلند مرتبہ اگر کسی کو ملا ہے تو وہ پیغمبرؐ ہیں جن کو معراج کے سفر میں یہ مرتبہ ملا۔ جہاں پر جبرئیلؑ نے بھی کہا تھا: اے اللہ کے رسولؐ! یہاں پر میری بھی حد ختم ہو گئی ہے' اب میں اس سے آگے نہیں جا سکتا۔ اگر

میں ذرا سا بھی آگے بڑھا تو میں جل جاؤں گا۔

جب سے یہ دنیا بنی ہے تو صرف ہمارے رسولؐ وہاں تک گئے ہیں جہاں پر خدا کا خاص مقام تھا یا رسولؐ خدا تھے۔

اس وقت اپنی اُمت کے گناہ گاروں کے اس عذاب کو دیکھ کر پیغمبرؐ اسلام نے ایک درخواست پروردگار سے کی تھی۔

اچھا!

اب یہاں پر رُک کر میں ایک بات کی وضاحت کر دوں۔
پیغمبرؐ اسلام کو معراج کے سفر پر لے جایا گیا تھا اس کا سبب کیا تھا؟
اس میں اہم ترین بات یہ تھی کہ ابھی تک مسلمان مکہ میں تھے اور اب ہجرت کے بعد مسلمان مدینہ میں جانے والے ہیں اور پوری شریعت اس معراج کے سفر میں رسولؐ کو دی جا رہی ہے۔

مکہ میں اسلام کا زیادہ عقیدے پر زور تھا' لیکن مدینے جا کر مسلمانوں کی عملی زندگی کا آغاز ہونے والا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ سب سے پہلے رسولؐ کو کیا حکم ملا تھا؟

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

(سورۂ مبارکہ بنی اسرائیل آیت ۲۳)

سب سے پہلا حکم جو شریعت میں آیا تھا وہ یہی آیا تھا۔

یہ معراج کی رات کی آیت ہے۔

''تیرے پروردگار نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ عبادت صرف اللہ کی ہو

گی اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہوگا۔"

اِسلام کا بنیادی حکم یہ ہے۔

پیغمبرِ اِسلام کی ایک بہت مشہور حدیث ہے:

مَن لَّم یَشکُرِ النَّاسَ لَم یَشکُرِ اللّٰہَ

"جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادا بھی نہیں کرسکتا۔"

جس ملک میں آپ رہ رہے ہیں وہاں تو ہر قدم پر thank you کہا جاتا ہے' لیکن اس کا عملی نمونہ یہ ہے کہ جب تک تم انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کروگے اس وقت تک تم اللہ کا شکر ادا نہیں کرسکتے اور انسانوں میں سب سے پہلے جن کا شکریہ ادا کرنا ہے وہ تمھارے والدین ہیں' جو اپنے والدین کا حق ادا نہیں کرتا وہ کبھی اپنے اللہ کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

دیکھیے!

حقیقت میں تو ہم سب اللہ کی مخلوق ہیں' لیکن اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے والدین کو وہ ذریعہ بنایا اور وہ سبب بنایا ہے کہ جس کی وجہ سے ہم اس دنیا میں آئے ہیں اور ہمیں ہمارے والدین نے پالا ہے۔

والدین اس دنیا میں وہ مقام رکھتے ہیں جو پوری کائنات میں اللہ کا مقام ہے' اس لیے جہاں جہاں اللہ نے اپنی عبادت کی بات کی ہے وہاں پر اللہ نے والدین کا حق ادا کرنے کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

اللہ کے رسولؐ نے معراج ہی کے سفر میں جو پچیس مناظر سزا اور عذاب کے دیکھے تھے' اس کے بعد آکر یہ حدیث بھی ارشاد فرمائی تھی کہ میں نے معراج کے سفر

میں جنت بھی دیکھی اور جہنم بھی دیکھی۔

پیغمبرؐ اسلام نے ارشاد فرمایا:

حَرَّمَ اللّٰهُ رِيحَ الْجَنَّةِ عَلٰى ثَلَاثَةٍ

''اللہ نے جنت کی خوش بو کو تین گناہ گاروں پر حرام قرار دیا ہے۔''

ان میں پہلا ہے:

عَاقِ الْوَالِدَيْنِ

''جو اپنے والدین کا حق ادا نہیں کرتا ہے۔''

جنت اس کو مل ہی نہیں سکتی ہے' بل کہ جنت کی خوش بو بھی اس کے لیے حرام قرار دی گئی ہے۔

معراج میں جو پورا اسلام دیا گیا ہے' فروعِ دین دیے گئے ہیں' شریعت دی گئی ہے اس کا پہلا حکم یہ دیا گیا کہ صرف میری ہی عبادت کرو اور والدین کا حق ادا کرو۔

بہرحال!

اصل بات میں یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کے رسولؐ نے جو گناہ گاروں کے پچیس عذابوں کو دیکھا۔ پیغمبرؐ اسلام جب عرش پر پہنچے تو پیغمبرؐ اسلام نے سب سے پہلی دعا کی' سب سے پہلی جو درخواست کی وہ یہ تھی: خدایا! مجھے اتنی آسان شریعت دینا کہ قیامت تک میرا ماننے والا اس شریعت پر عمل کر سکے۔

رسولؐ اللہ نے پہلی درخواست ہمارے لیے کی ہے۔

پیغمبرؐ اسلام کی حدیث ہے:

بُعِثْتُ بِشَرِيعَةٍ سَهْلَةٍ

"(ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ میں) اللہ نے سب سے زیادہ
آسان شریعت دے کر مجھے بھیجا ہے۔"

پیغمبرؐ اسلام کی یہ درخواست قرآنِ کریم نے سورۂ بقرہ کی آیت ۲۸۶ میں نقل کی ہے۔ یہ آیت اصل میں رسول اللہؐ کی دعا ہے جو معراج کے سفر میں (quote) پیغمبرؐ اسلام نے اس وقت مانگی تھی جب وہاں پیغمبرؐ اسلام اور خدا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

"اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہماری گرفت نہ کر۔ اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا بوجھ ہم سے پہلے والوں پر ڈالا تھا۔ اے ہمارے پروردگار! اتنا بوجھ ہم سے نہ اٹھوا جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہمارے قصوروں سے درگزر کر اور ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما' تو ہی ہمارا مالک ہے' تو ہی کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر" (سورہ مبارکہ بقرہ آیت ۲۸۶)۔

یہ جو پیغمبرؐ اسلام کی ایک دعا تھی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اللہ! مجھے بہت ہی آسان شریعت چاہیے۔

اچھا!

یہاں پر ایک اور حدیث!

جب پیغمبرؐ اسلام اس دنیا میں واپس آئے تو شریعت لے کر آئے، لیکن اس کے ساتھ ایک اور gift بھی لے کر آئے اور وہ نماز ہے۔ یہ نماز gift of Miraj ہے۔ یہ تحفۂ معراج ہے، معراج کے سفر میں مسلمانوں پر پانچ نمازیں واجب کی گئیں۔

اچھا!

اب یہاں پر بتا دوں کہ رسولؐ معراج پر گئے کیسے؟

رات کا وقت ہے، پیغمبرؐ اسلام خانہ کعبہ کے صحن میں آرام فرما رہے ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ ایک سواری کو لے کر آئے، پیغمبرؐ اسلام اس پر بیٹھے، لیکن پیغمبرؐ اسلام کی یہ سواری دو طریقوں سے چلی۔ پہلے ایسے چلی جیسے جہاز چلتا ہے اور دوسری بار ایسے چلی جیسے راکٹ چلتا ہے، یعنی پیغمبرؐ اسلام کی یہ سواری ہوائی جہاز کی طرح چلی۔ مکہ سے مدینے گئی، نجف گئی، کوہ طور پر گئی، بیت ایل گئی جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی ہے۔ بیت المقدس گئی، قم آئی، یہ سواری اس کے بعد راکٹ کی طرح سے چلی۔ یہ سواری آسمانوں میں گئی۔

پیغمبرؐ اسلام نے مکہ کے بعد مدینہ، نجف اشرف، حضرت موسیٰؑ کا کوہ طور، حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش گاہ بیت ایل، حضرت ابراہیمؑ کا مقام پھر بیت المقدس اور پھر قم۔ یہ سب مقامات دیکھے، اس کے بعد یہ سواری راکٹ کی طرح چلی اور سیدھی آسمانوں میں گئی۔ پہلے آسمان سے لے کر سات آسمان دیکھے، ساتویں آسمان پر حقیقی خانہ کعبہ دیکھا۔

یہ مکہ میں جو خانہ کعبہ ہے یہ اس حقیقی خانہ کعبہ کی copy ہے۔ اصل خانہ کعبہ تو ساتویں آسمان پر ہے' جس کا نام "بیت المعمور" ہے (بعض روایات کے مطابق بیت المعمور چوتھے آسمان پر ہے۔ ناشر)

اور جو خانہ کعبہ مکہ میں ہے اس کے نیچے زم زم ہے اور وہ خانہ کعبہ جو ساتویں آسمان پر ہے اس کے نیچے کوثر اور سلسبیل ہے۔ یہ دو نہریں جو ہیں وہاں سے نکل کر جنت میں داخل ہوتی ہیں۔

روایت میں ایک جملہ یہ بھی ہے کہ ساتویں آسمان والا خانہ کعبہ جو ہے۔ وہ اس خانہ کعبہ کے بالکل اُوپر ہے۔

پیغمبرؐ اِسلام نے اس بیت المعمور کی زیارت کی اور اس کا طواف کیا اور اس کے بعد اس خانہ کعبہ کے آگے بیر کا ایک درخت لگا ہے اور وہ جگہ ہے جو ہر فرشتے کی آخری حد ہے۔ وہاں پر جبرئیلؑ رُک گئے تھے۔ کہا تھا کہ اس کے آگے کوئی بھی نہیں گیا ہے۔ اللہ کے رسولؐ اس کے آگے پھر اکیلے چلے اور وہاں پہنچے جہاں ذات خدا کے جلوے تھے' جب اللہ کے رسولؐ وہاں پہنچے تو پیغمبرؐ اِسلام نے اللہ کی عظمت کو دیکھ کر بلند آواز سے تکبیر بلند کی:

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ

اللہ سے دعا کرتے ہیں جو سورۃ الحمد بنتا ہے اور اللہ کی عظمت کو دیکھ کر پہلے جھکے:

سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ وَ بِحَمۡدِہٖ

پھر جب اللہ کے رسولؐ کھڑے ہوئے تو اللہ کی اور زیادہ عظمت دیکھی' ایک بار پیغمبرؐ اِسلام سجدے میں گر پڑے:

سُبحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَ بِحَمْدِہٖ

پیغمبرؐ اسلام نے پہلی نماز معراج کے سفر میں ساتویں آسمان پر پڑھی' وہاں پر جہاں کوئی اور نہ تھا۔ چوں کہ اس وقت صرف رسولؐ اللہ تھے کوئی اور نہیں تھا' اس لیے آپؐ نے نماز آہستہ آہستہ پڑھی۔

میں یہاں پر ایک اور جملہ کہہ دوں!

دیکھیے!

اس وقت کچھ ایسے مسائل ہوئے کہ میں پاکستان کا رہنے والا تھا' لیکن آج کل میں آسٹریلیا میں ہوں' آسٹریلیا یہاں سے بالکل اُلٹا ہے' اگر یہاں رات ہے تو وہاں دن ہو گا' اگر یہاں دن ہے تو وہاں رات ہو گی' لیکن یہ دنیا اور آسمان الگ الگ ہیں۔ وہاں واقعاً بالکل یہاں کا اُلٹ ہے۔ جب رسولؐ اللہ یہاں سے چلے تھے تو آدھی رات تھی اور وہاں پہنچے تو آدھا دن تھا' چناں چہ پیغمبرؐ اسلام نے جو وہاں نماز پڑھی وہ ظہر کی تھی' کیوں کہ دوپہر کا وقت تھا اسی لیے اسلام میں نمازیں ہمیشہ نماز ظہر سے start ہوتی ہیں۔ یہی وجہ سورۂ مبارکہ بنی اسرائیل جو معراج کا سورہ ہے۔ اس سورۂ مبارکہ میں جہاں نماز کا ذکر ہے تو وہاں نماز ظہر سے شروع ہوئی ہے تو اسلام میں ظہر سے نمازیں start ہوتی ہیں۔

کیوں؟

اس لیے کہ سب سے پہلی نماز جو ساتویں آسمان پر رسولؐ اللہ نے پڑھی تھی' وہ ظہر کی نماز تھی۔ ظہر کی نماز اس لیے تھی کہ دنیا میں رات تھی تو ساتویں آسمان پر دن تھا۔ چوں کہ اس وقت رسولؐ اللہ بالکل اکیلے تھے اس لیے نماز ظہر آہستہ پڑھی تھی۔

روایت ہے کہ رسولؐ اللہ جب وہاں سے واپس ہوئے اور پھر جب وہ بیر کا درخت آیا تو وہاں فرشتے پیغمبرؐ اسلام کا انتظار کر رہے تھے۔

ایک مرتبہ جبرئیلؑ نے پوچھا: یا رسولؐ اللہ! جب بندہ کسی کے ہاں مہمان جاتا ہے تو میزبان مہمان کو gift دیتا ہے تو آپ کو اللہ نے کون سا gift دیا ہے؟

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: اللہ نے مجھے نماز gift دی ہے۔ جبرئیلؑ اور تمام فرشتوں نے کہا: یہ نماز ہم بھی آپؐ کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہیں۔

پیغمبرؐ اسلام نے ان کو نماز پڑھائی' چوں کہ اس وقت پیغمبرؐ اسلام اکیلے نہیں تھے مل کر فرشتے بھی ساتھ تھے تو پیغمبرؐ اسلام نے نماز بلند آواز سے پڑھائی' کیوں کہ مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔

معصوم علیہ السلام نے فرمایا: ظہر کی نماز آہستہ اس لیے پڑھنی چاہیے کہ رسولؐ اللہ کے پاس اکیلے تھے اور مغرب کی نماز بلند آواز سے اس لیے پڑھی جاتی ہے کہ اس وقت نماز باجماعت ہو رہی تھی اور تمام فرشتے پیغمبرؐ اسلام کی آواز سننا چاہتے تھے۔

جو gift پیغمبرؐ اسلام کو معراج میں ملا۔

جب دنیا میں آ کر پیغمبرؐ اسلام نے جو شریعت بتائی تو ساتھ میں مسلمانوں سے یہ بھی کہا: اے مسلمانو! مجھے اس سفر معراج میں ایک gift ملا ہے۔

یا رسولؐ اللہ! کیا gift ملا ہے؟

فرمایا: نماز۔

پوچھا: یا رسولؐ اللہ! ہمیں کتنی نمازیں پڑھنا ہیں؟

فرمایا: پانچ نمازیں۔

سب نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! ہم پانچ نمازوں سے مطمئن نہیں ہیں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پچاس نمازیں پڑھتی تھی روزانہ' کیا ہم صرف پانچ نمازیں پڑھیں گے؟

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: تم پچاس نمازیں پڑھ سکتے ہو' لیکن میں خالی تمھارا رسولؐ نہیں ہوں' بل کہ میں تو قیامت تک پیدا ہونے والے ہر انسان کا رسولؐ ہوں۔ میں آخری زمانے کے مومن کو دیکھ رہا ہوں جس کے لیے یہ پانچ نمازیں بھی مشکل ہو جائیں گی چناں چہ میں اللہ سے وہ شریعت لے کر آیا ہوں جس پر آخری زمانے کے مسلمان کو بھی عمل کرنے میں آسانی ہو۔

ایسی شریعت پیغمبرؐ اسلام نے معراج میں مانگی تھی۔ اتنی آسان تھی کہ آخری زمانے کا' مومن بھی اسے آسانی سے انجام دے سکے۔ آج لوگ کہتے ہیں: مولانا! اب وہ زمانہ نہیں رہا آج اکیسویں صدی ہے' آج کا زمانہ تبدیل ہو چکا ہے۔ وہ جو پرانی شریعت تھی' اس پر عمل کرنا آج ممکن نہیں ہے (معاذ اللہ)۔

ارے!

تم نے پیغمبرؐ اسلام کی دعا کی کتنی بڑی توہین کر دی ہے۔ جب پیغمبرؐ نے شریعت مانگی تھی۔ جب پیغمبرؐ نے دعا کی تھی تو اس وقت پیغمبرؐ نے کہا تھا: اے میرے پروردگار! مجھے وہ شریعت نہ دے' جو میرے زمانے تک تو آسان ہو' لیکن بعد کے زمانے والوں کے لیے مشکل بن جائے۔ مجھے وہ شریعت دے کہ آخری زمانے کا مومن بھی اس پر آسانی سے عمل کر سکے۔

یاد رکھیے!

رسولؐ اللہ نے چودہ سو سال پہلے معراج کے سفر میں خصوصی طور پر یہ درخواست کی تھی: یا اللہ! مجھے آسان شریعت عطا کر۔

جب رسولؐ اللہ نے یہ درخواست کی تھی تو اس وقت اللہ نے پیغمبرؐ اسلام سے کہا: اے میرے حبیبؐ! تیری درخواست کی وجہ سے جو شریعت میں تجھے دے رہا ہوں اس شریعت میں بیں ایسی خاص باتیں ہیں جو تم سے پہلے کسی نبیؑ کو نہیں دی گئیں۔

آیئے!

پہلے تو آیت کا ترجمہ سن لیجیے!

"اے خدا! ہمیں معاف کر دے اگر ہم بھول کر کوئی گناہ کر لیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے' خداوندا! ہم پر اتنی مشکل شریعت نازل نہ کر جیسی شریعت پہلے نبیوںؑ پر نازل ہوئی ہے۔ خداوندا! کوئی ایسی چیز واجب قرار نہ دے جو ہماری طاقت سے باہر ہو' اگر اتنی آسان شریعت کے باوجود پھر بھی اگر ہم سے کوئی گناہ ہو جائے تو ہمیں معاف کر دینا اور ہم پر رحمت بھی نازل کرنا اور ہماری مدد بھی کر۔"

یہ پیغمبرؐ اسلام کی دعا تھی۔

رسولؐ اللہ نے جیسے ہی اپنی دعا مکمل کی تو پروردگار عالم نے کہا: اے حبیبؐ! جو تم نے مانگا ہے وہ ہم تمہیں دے رہے ہیں' لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم تمہیں بیں چیزیں اور بھی عطا کر رہے ہیں' جو تم سے پہلے کسی بھی نبی کو نہیں ملیں۔

مثلاً!

① اس سے پہلے جب کسی آدمی پر طہارت کرنا واجب ہوتی تھی تو وہ وضو کرتا تھا یا غسل کرتا تھا' اے پیغمبرؐ! اس دعا کے نتیجے میں اگر پانی مشکل ہو رہا ہے تو یہاں تیمم کی بھی اجازت ہے۔ اس تیمم سے بھی تم اتنا ہی پاک ہو جاؤ گے جتنا پانی سے غسل یا وضو کر کے پاک ہوتے ہو۔

② اس سے پہلے اگر کسی نبی کی اُمت میں کسی کا کپڑا نجس ہو جاتا تھا تو کپڑے کے اتنے حصے کو کاٹ کر پھینکنا پڑتا تھا' لیکن پیغمبرؐ اسلام کی اُمت میں کپڑے کو کاٹ کر پھینکنے کی ضرورت نہیں ہے' بل کہ پانی سے اس کو پاک کر دو تو وہی کپڑا پاک ہو جائے گا۔

③ اس سے پہلے ہر نبی کی اُمت کو پچاس نمازیں روزانہ پڑھنی پڑتی تھیں' لیکن پیغمبرؐ اسلام کی شریعت میں نا صرف یہ کہ پچاس نمازوں کو کم کر کے پانچ کر دیا گیا' بل کہ ساتھ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ نمازیں تو پانچ ہیں' لیکن ثواب پچاس نمازوں کا ملے گا۔

④ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت پچاس نمازیں پڑھتی تھی' ان سے پہلے کی اُمتیں پڑھتی تھیں' ان کو نمازیں صرف مسجد میں پڑھنا پڑتی تھی اور وہ کہیں اور نہیں پڑھ سکتے تھے' لیکن پیغمبرؐ اسلام کی اُمت کے لیے صرف پانچ نمازیں فرض قرار دی گئی ہیں اور ان میں بھی شرط نہیں ہے کہ نماز مسجد میں پڑھو' بل کہ جہاں بھی تمھیں نماز پڑھنی ہو تم پڑھ سکتے ہو' اس لیے کہ پوری دنیا تمھارے لیے مسجد بنا دی گئی ہے۔

۵ اس سے پہلی اُمتوں کے لیے زکوٰۃ اڑھائی سو فی صد اپنے مال سے دینا پڑتی تھی' لیکن پیغمبرِ اسلام کی اُمت کے لیے آسانی کر دی گئی ہے۔

۶ پہلے اُمتوں میں جس چیز کے بارے میں شک ہو جاتا تھا تو وہ چیز حرام ہو جاتی تھی' لیکن آج سوائے ایک کے' کہ کافر ملک کا گوشت اگر اس میں شک ہو جائے تو اس کو حرام سمجھیں گے جب تم غیر مسلم ملک میں ہو' اور اگر مسلمان ملک میں ہو تو اس گوشت کی بھی اجازت ہے۔ آج تمھیں کسی چیز کے بارے میں شک ہوا کہ یہ پاک ہے یا نجس تو آپ اس کو پاک سمجھیں گے۔

۷ پہلی اُمتوں میں اگر کسی سے بھول کر کوئی گناہ سرزد ہو جاتا تو وہ گناہ شمار ہوتا تھا' لیکن پیغمبرِ اسلام کی اُمت میں وہ گناہ شمار نہیں ہوتا' وہ معاف ہے۔ مثلاً کسی نے روزہ رکھا اور بھول کر کوئی چیز کھالی (اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت ہوتی تو یہ روزہ بھی مکمل کرنا تھا اور بعد میں اس کی قضا کرنی بھی ضروری تھی)' لیکن پیغمبرِ اسلام کی اُمت میں کوئی بات نہیں' تمھارا وہ روزہ بالکل صحیح ہے۔

بہر حال!

یہ وہ چیزیں ہیں جو اللہ نے پیغمبرِ اسلام کی دعا کے نتیجے میں ہماری سہولت کے لیے تحفہ کے طور پر عطا فرمائیں۔

پیغمبرِ اسلام نے جب واپس آ کر مسلمانوں کو بتایا تو مسلمانوں نے ایک ایسا سوال کیا' جو بچے اپنے والدین سے کرتے ہیں۔ پیغمبرِ اسلام نے پہلے تو یہ بتایا کہ میں نے معراج کے سفر میں کیا کیا دیکھا ہے' ساری دنیا کو دیکھا ہے' پھر پہلے آسمان سے لے کر ساتویں آسمان تک کی تفصیل (detail) بتائی۔ اس کے بعد بیت المعمور کا

منظر بتایا' اس کے بعد پیغمبرؐ نے ساری جنت کو دیکھا' جنت کی ساری چیزیں بتائیں اور جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کہاں بیٹھے ہیں' حضرت آدم علیہ السلام کہاں بیٹھے ہیں' پھر پیغمبرؐ اسلام نے یہ بھی بتایا کہ معراج کے سفر میں اللہ نے کس طرح سے میری دعا کو قبول کیا۔ جب یہ ساری چیزیں پیغمبرؐ نے بتائیں تو مسلمانوں نے ایک سوال یہ کر دیا: یارسولؐ اللہ! یہ سب آپؐ اکیلے اکیلے کر کے آ گئے' یہ ساری چیزیں آپؐ نے دیکھیں' ہمیں نہیں دکھائیں۔ آپؐ نے معراج کر لی' ہمیں معراج نہیں کرائی۔ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے کر جاتے؟!

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: یہ اکیلے میری معراج نہیں ہے اللہ تم سب کو بھی معراج کروانے والا ہے۔

لوگ حیران ہو گئے۔

عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کا مطلب کیا ہے؟

فرمایا: یاد رکھو! جیسے میں معراج کر کے آیا ہوں تم بھی معراج کر سکتے ہو' میں نے تو ایک بار معراج کی ہے' تم روزانہ معراج کر سکتے ہو:

اَلصَّلٰوۃُ مِعرَاجُ المُومِنِ

''نماز مومن کی معراج ہے۔''

نماز مومن کی معراج ہے' اسی نماز سے جنت ملتی ہے' اسی نماز سے حوریں ملتی ہیں' اسی نماز سے جنت کے محل ملتے ہیں' اسی نماز سے اللہ کی نعمتیں ملتی ہیں' اسی نماز سے بیت المعمور کی زیارت ملے گی اور اس نماز میں جو دعا مانگو گے' اللہ تمھاری دعا فوراً قبول کرے گا (صلوات)۔

ذکرِ مصائب: شہادت حضرت حبیب ابن مظاہر رضی اللہ عنہ

نماز کا مزہ چکھیں' نماز کی اہمیت کو سمجھیں' جیسے ہی نماز کا مزہ آ جاتا ہے تو پھر وہ برستے تیروں میں بھی اطمینان سے نماز پڑھتا ہے' جب نماز کا مزہ آ جاتا ہے تو پھر برستے ہوئے تیر' چلتی ہوئی تلواریں' کٹتی ہوئی گردنیں' بہتا ہوا خون ہے تو ان سب میں نماز پڑھنے والا نماز کو ادا کرتا ہے۔

حضرت ابوثمامہ صیداوی رضی اللہ عنہ کربلا کے وہ شہید ہیں جن کو میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے ہاتھ اُٹھا کر دعا دی تھی۔

کیا دعا دی تھی؟

جَعَلَكَ اللّٰهُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ

"اے ابوثمامہ! اللہ تمھیں نمازیوں میں قرار دے۔"

کیوں؟

اس لیے کہ میدانِ کربلا کے جہاد میں ایک بار ابوثمامہ صیداویؓ آسمان کو دیکھتے ہیں۔

عرض کیا: آقا حسینؑ! ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: صیداویؓ! اللہ تمھیں نمازیوں میں قرار دے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت حبیب ابن مظاہرؓ کو عمر ابن سعد کے لشکر کی طرف بھیجا۔

ارشاد فرمایا: حبیبؓ! جا کر ان لوگوں سے کہہ دے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے

تھوڑی دیر کے لیے جنگ کو روک دو، تاکہ ہم نماز پڑھ لیں۔

حضرت حبیبؓ گئے، لیکن جب امامؑ کا پیغام پہنچایا تو ایسا جواب عمر ابن سعد کے لشکریوں نے دیا کہ حضرت حبیبؓ کا دل پھٹ کر رہ گیا۔

کیا کہا؟

کہا: حبیبؓ! حسینؑ سے جا کر کہہ دو کہ ہم نماز کے لیے جنگ کیوں بند کریں؟ تمھاری نماز جب اللہ قبول ہی نہیں کرے گا تو ایسی نماز کا فائدہ کیا؟ (معاذ اللہ)

حضرت حبیبؓ برداشت نہ کر سکے۔

ان لوگوں سے کہا: اے اللہ کے دشمنو! تمھاری نماز قبول ہو جائے اور رسولؐ کے بیٹے کی نماز قبول نہ ہو؟!

عرض کیا: آقاؑ! اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا، اب میں اپنا جہاد ابھی سے شروع کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں یہ نماز آپؑ کے ساتھ نہیں پڑھ پاؤں گا۔ اب میں یہ نماز آپؑ کے ناناؐ کے پیچھے جا کر پڑھوں گا۔

عزادارو!

نماز کے نام پر حضرت حبیبؓ نے جان دے دی۔

کون حبیبؓ!

بعض علما روایت پڑھتے ہیں، اس وجہ سے میں یہ جملہ کہہ رہا ہوں کہ شاید صرف حضرت حبیبؓ وہ مجاہد تھے، جس کی وفا پر، جس کی جاں نثاری پر، جس کی حضرت امام حسین علیہ السلام سے دوستی پر حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو اتنا اعتماد تھا کہ

خاص طور سے حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے حضرت حبیبؓ کا نام بھی لیا اور حضرت حبیبؓ کو سلام بھی بھجوایا۔

روایات میں ہے کہ دو محرم کو حسینؑ قافلہ کربلا پہنچا اور حرؓ نے رپورٹ کوفہ گئی کہ ابن زیاد! حسینؑ ہمارے قابو میں آ گئے ہیں' فوجیں بھیجو۔

اب تھوڑی دیر کے بعد کوفہ سے کوئی نہ کوئی فوج کا دستہ آ رہا ہے' حضرت زینب سلام اللہ علیہا خیمے میں بیٹھی ہیں اور وہ تھوڑی دیر کے بعد وہ آواز سن رہی ہیں اور ہر بار حضرت فضہؓ سے کہتی ہیں: اماں فضہؓ! ذرا جا کر دیکھنا' شاید کوئی میرے بھیا کا بھی مددگار آیا ہو؟

حضرت فضہؓ ہر بار جاتی ہیں اور ہر بار واپس آتی ہیں۔

کبھی کہتی ہیں: شہزادیؑ! یہ حرملہ آیا ہے۔

کبھی کہتی ہیں: یہ سنان آیا ہے۔

کبھی کہتی ہیں: یہ خولی آیا ہے۔

کبھی کہتی ہیں: شمر آیا ہے۔

یہاں تک کہ چھے محرم ہو گئی' فوجوں پر فوجیں آ رہی ہیں' لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون کے پیاسے ہیں آخرکار حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا: اماں فضہؓ! میرے بھائی کو بلا کر لاؤ۔

حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے۔

فرمایا: بہن زینبؑ! کیا بات ہے؟

کہا: بھیا! کیا اس پوری دنیا میں کوئی نہیں ہے جو محمدؐ کے نواسےؑ کی مدد کو

آئے؟ خالی ہمارے دشمن آ رہے ہیں؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بہن زینبؑ! تم پوچھ رہی ہو؟ تم نے تو دیکھا کہ نانا کے جانے کے فوراً بعد لوگ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تھے؟ اماں پر ظلم ہوتا رہا اور کسی نے ہماری مدد نہ کی؟ بابا کا زمانہ تمھیں یاد ہے؟ بھیا حسنؑ کے جنازے پر تیر برستے رہے اور کوئی مدد کو نہ آیا۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا: بھیا حسینؑ! آپؑ کا ایک چاہنے والا اور ماننے والا ہے اگر آپؑ اسے بلائیں تو وہ ضرور آپؑ کی مدد کو آئے گا۔ آپؑ کے بچپنے کا دوست حبیبؓ ابن مظاہر۔

بس عزادارو!

حضرت امام حسین علیہ السلام کا قاصد حضرت حبیبؓ کے پاس گیا؟ حبیبؓ کوفہ میں اپنے گھر میں ہے؟ دوپہر کا وقت ہے؟ کھانا کھا رہے ہیں؟ حضرت حبیبؓ کی بیوی بھی بڑی مومنہ ہے۔ ایک مرتبہ حضرت حبیبؓ کی بیوی کے گلے میں کھانے کا لقمہ اٹکا۔

گھبرا کر کہا: حبیبؓ! ایسے لگ رہا ہے کہ کوئی ہمیں یاد کر رہا ہے۔

ایک دم دروازے پر دستک ہوئی۔

حبیبؓ نے پوچھا: کون؟

جواب آیا: میں حسینؑ کا قاصد ہوں۔

بس!

حبیبؓ نے دوڑ کر دروازہ کھولا؟ لا کر بٹھایا۔

کہا: کیا بات ہے؟

کہا: حبیبؓ! آقا حسین علیہ السلام نے یہ خط بھیجا ہے۔

حضرت حبیبؓ نے خط کھولا، پڑھا، اس میں لکھا تھا: اے حبیبؓ! میں کربلا میں آ گیا ہوں اور تم میری مدد کو آؤ۔

یہ پڑھ کر بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے، کربلا کی طرف رُخ کر کے کہا:

لَبَّيْكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ

"اے رسولؐ اللہ کے بیٹے! آپؑ کا غلام حاضر ہے۔"

قاصد کو رُخصت کیا اور خود دوسرے کمرے میں آئے، حضرت حبیبؓ بہت پریشان ہیں کہ میری بیوی پتا نہیں کیا کہے گی؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے روکے؟

ایک مرتبہ جب دوسرے کمرے میں آئے، حبیبؓ کی بیوی پریشانی کی حالت میں ٹہل رہی ہے، کیوں کہ اس نے سن تو لیا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا قاصد آیا ہے اور کیوں آیا ہے؟

کہا: آقا کربلا آ گئے ہیں اور مجھے بلایا ہے۔

مومنہ نے کہا: پھر تُو نے کیا فیصلہ کیا ہے؟

حضرت حبیبؓ اپنی زوجہ کا امتحان لے رہے ہیں۔

کہا: اب میں سوچ رہا ہوں کہ کیا جواب دوں؟

بس!

اتنا سننا تھا کہ زوجہ کو جلال آ گیا، ہاتھوں سے چوڑیاں اُتار کر پھینکیں۔

کہا: حبیبؓ! یہ دن بھی آنا تھا کہ فاطمہؑ کا بیٹا تجھے بلائے اور تُو یہ کہے کہ ابھی میں سوچ رہا ہوں۔

ارے! میری چوڑیاں پہن کر گھر میں بیٹھ جا اور اپنی تلوار مجھے دے دے میں اپنے آقاؑ کی مدد کو جاؤں گی۔

حضرت حبیبؓ نے کہا: مجھے اپنا نہیں تیرا خیال ہے میرے بعد تیرے اُوپر کیا گزرے گی۔

زوجہ نے جواب دیا: حبیبؓ! میں بھوک برداشت کرلوں گی' لیکن میں یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ میرا آقاؑ بلائے اور میرا شوہر گھر میں بیٹھا رہے۔

بس عزادارو!

حضرت حبیبؓ خوشی کے عالم میں چلے' مگر زوجہ حبیبؓ نے روک لیا۔

کہا: ایک وعدہ کرو جب آقاؑ کے پاس جاؤ گے تو اپنا سلام بعد میں کرنا پہلے میرا سلام میرے امامؑ کی خدمت میں پیش کرنا۔

حضرت حبیبؓ کوفہ سے چلے اور کربلا میں پہنچے جب حبیبؓ کربلا میں آئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی' خوشی کے نعرے بلند ہوئے' ہر ایک نے حضرت حبیبؓ کا استقبال کیا' ہر ایک نے حضرت حبیبؓ کو گلے سے لگایا۔

حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے خوشی کی آوازیں سنیں۔

فرمایا: اماں فضہؓ! ذرا جا کر دیکھنا' آج میرے بھیاؑ کے لشکر میں یہ خوشی کی آوازیں کیوں آرہی ہیں؟

حضرت فضہؓ گئیں اور جب واپس آئیں تو کہا: شہزادیؑ! میرے آقا حسینؑ کے بچپنے کا دوست حبیبؓ آگیا ہے۔

حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے ارشاد فرمایا: اماں فضہؓ! حبیبؓ کو بلا کر لاؤ۔

عزادارو!

حضرت حبیبؓ کو بلایا گیا' درمیان میں پردہ ہے' خیمے میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا ہیں' خیمے کے باہر حضرت حبیبؓ ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بہن زینبؑ! مبارک ہو میرا دوست حبیبؓ آ گیا ہے۔ بس اتنا سننا تھا کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: بھیا حبیبؓ! فاطمہؑ کی بیٹی کا سلام ہو' زینبؑ تمہیں سلام کرتی ہے۔

عزادارو!

حضرت حبیبؓ غش کھا کر گر پڑے۔ شہزادیؑ! یہ دن آ گیا کہ ہم جیسے غلاموں کو سلام بھجوایا جا رہا ہے۔

عزادارو!

اس کے بعد عاشورہ کا دن آیا' حبیبؓ کا جہاد ختم ہوا۔

آقا! اب یہ نماز آپؑ کے ناناؐ کے پیچھے پڑھوں گا۔

حضرت حبیبؓ شہید ہو گئے۔

گیارہ محرم کو سادات کا لٹا ہوا قافلہ چلا' شہر کوفہ میں یہ قافلہ پہنچا' ایک مرتبہ سید الساجدینؑ نے دیکھا' ایک بچہ آتا ہے اور آنے کے بعد عرض کرتا ہے: آقا! میرا سلام لیجیے۔

سید سجادؑ نے فرمایا: بیٹا! تُو کون ہے؟

عرض کیا: میں حبیبؓ کا یتیم ہوں۔

حضرت سجاد علیہ السلام نے فرمایا: پھوپھی اماںؑ! میرے چچا حبیبؓ کا بیٹا آیا ہوا

ہے سلام کر رہا ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے دیکھا اور ارشاد فرمایا: اے حبیبؓ کے یتیم! اتنا بتا دے تیری ماں کہاں ہے؟

قریب کے مکان کی چھت سے آواز آئی: شہزادیؑ! آپؑ کی کنیز یہاں پر بیٹھی ہوئی آپؑ کا انتظار کر رہی ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: اے زوجہ حبیبؓ! میں تجھے تیرے شوہر کا پُرسہ دیتی ہوں۔

عزادارو!

میں ہاتھ جوڑ کر ایک سوال شہزادی زینبؑ سے کرتا ہوں۔

شہزادیؑ! آپؑ نے تو زوجہ حبیبؓ کو پُرسہ دیا' مگر کسی نے آپؑ کو بھی پُرسہ دیا۔ آپؑ کے گھر سے تو اٹھارہ لاشے اُٹھے۔

عزادارو!

زوجہ حبیبؓ کو تو پُرسہ ملا اور فاطمہؑ کی بیٹیوں کو قیدی بنا کر کبھی اِس بازار' کبھی اُس بازار' بازوؤں میں رسیاں بندھیں اور ظالموں نے چادریں بھی چھین لیں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلسِ ششم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ مَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ وَ ہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ (سورۂ مبارکہ آلِ عمران آیت ۸۵)

"اور جو شخص اِسلام کے سوا کسی اور دین کی خواہش کرے تو اس کا وہ دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں سخت گھاٹے میں رہے گا۔"

گذشتہ مجلس میں میں نے پیغمبرؐ اِسلام کے سفرِ معراج کے بارے میں کچھ عرض کیا تھا اور یہ بتایا تھا کہ معراج کے سفر میں جہاں پیغمبرؐ اِسلام کو نماز جیسا تحفہ ملا وہیں پر بیس ایسی چیزیں عطا ہوئیں جو آپؐ سے پہلے کسی اُمت کو نہیں ملی تھیں۔ پورا نظامِ زندگی سفرِ معراج میں مل رہا ہے جیسا کہ میں نے تین دن پہلے بھی بیان کیا تھا کہ جتنے بھی واجبات و محرمات ہیں اسی دنیا میں رہ کر ہمیں ان پر عمل کرنا ہے اور اس دنیا میں رہ کر اس دین اور اس اِسلام پر عمل کرنا ہے۔ بہت مشکل کام ہے۔

چاروں طرف سے اتنی حرام چیزیں انسان پر اثر ڈالتی ہیں جسے شریعت نے بہت مختصر کر کے شیطان کہہ دیا ہے۔ تو اتنے سارے شیطان اس دنیا میں موجود ہیں جو قدم قدم پر ایسی رکاوٹیں پیدا کریں گے کہ انسان کا یقین اگر ذرا بھی کم زور ہو

جائے تو وہ اِسلام پر عمل نہیں کرسکتا۔ سفرِ معراج میں پیغمبرؑ اِسلام کے وسیلے سے خالی ایک شریعت نہیں ملی' بل کہ اپنے یقین کو محکم کرنے کے لیے اور شیطان کا مقابلہ کرنے کے لیے' شیطان سے جنگ کرنے کے لیے نماز کی شکل میں ہمیں یہ طاقت دی گئی ہے۔

عربی کا ایک ذرا سا مشکل لفظ ہے اور وہ یہ ہے کہ جہاں پر نماز پڑھی جاتی ہے اس جگہ کو عربی میں محراب کہتے ہیں اور محراب کا لفظ بنا ہے "حرب" سے اور عربی میں "حرب" کا معنی ہے جنگ کرنا' تو محراب وہ جگہ جہاں پر جنگ ہوتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ہم جنگ کرتے ہیں تو جہاں پر ہم نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اسے جنگ کی جگہ کیوں کہا گیا ہے؟

کس سے ہم وہاں پر جنگ کر رہے ہوتے ہیں؟

اچھا!

مومن کو یہ تو پتا ہے کہ نماز جہاں پڑھی جاتی ہے وہ محراب ہے' محراب کا معنی ہے لڑنے کی جگہ' لیکن وہ یہ بھول جاتا ہے کہ کس سے جنگ کرنا ہے۔ چناں چہ وہ آپس میں لڑنے لگتے ہیں۔

دیکھیے!

آپس میں نہیں لڑنا ہے' بل کہ نماز کو محراب اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہاں پر انسان شیطان سے جنگ کرتا ہے۔ روزانہ پانچ مرتبہ شیطان کا مقابلہ کرتا ہے۔

کیوں؟

اس لیے کہ جب آپ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُم وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ کہہ

کر نماز کی جگہ سے کھڑے ہوں، ابھی ابھی آپ نے جو اس نماز میں شیطان کو شکست دی ہے یہ آپ کے کام آئے گا۔ حجاب کرنے میں، ڈاڑھی رکھنے میں، سچ بولنے میں، والدین کا احترام کرنے میں، حقوق اللہ کو انجام دینے میں اور حقوق العباد کی صحیح ادائیگی میں، یہ نماز آپ کو وہ طاقت دے گی کہ تین چار گھنٹے میں آپ کو time ملا کہ آپ اسلام پر عمل کریں تین چار گھنٹے کے بعد پھر اگلی نماز کا time آ گیا، ایک بار پھر آپ شیطان سے جنگ کریں گے، پھر آپ شیطان کو شکست دیں گے، لہٰذا محراب، نماز کے ذریعے سے شیطان سے جنگ کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس رات کو اللہ کے رسولؐ کو شریعت ملی اور جس آیت میں عبادتِ خدا کا ذکر ہے اس میں عبادت کے بعد حکم ہے والدین کی اطاعت کا۔ اس میں یہ ہے کہ زمین پر تکبر سے مت چلو، اس میں یہ ہے کہ آدمی سچ بولے، اس میں یہ ہے کہ انسان حرام کام نہ کرے۔ شریعت معراج میں عطا ہو رہی ہے، لیکن اس ساری شریعت پر عمل نہیں ہو سکتا، جب تک انسان میں وہ طاقت پیدا نہ ہو جائے جس کے ذریعے وہ شیطان کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس لیے کہ معراج میں ہمیں یہ دو چیزیں ایک ساتھ ملیں، لیکن جو میری تیسری مجلس تھی کہ نماز کیسے پڑھی جائے؟

ایک ڈاکٹر نے جب آپ کو یہ علاج بتایا کہ اس بیماری کے لیے آپ کو یہ دوا لینی ہے۔ عقل رکھنے والا تو لے لے گا، لیکن بچوں کو کبھی کبھی دوا دینے کے لیے کچھ لالچ دینا پڑتا ہے، تب جا کر بچے وہ دوا کھاتے ہیں۔

خیر!

اب نماز کیسے پڑھی جائے؟

اس کے لیے اللہ کے رسولؐ کو معراج کے درمیان دو سفر اور کروائے گئے۔

پہلے سفر میں اللہ کے رسولؐ نے پوری جنت کا دورہ کیا تھا اور یہ دیکھا کہ نماز پڑھنے والے کا مقام کتنا بلند ہے اور سچ بولنے والے کو اللہ کی طرف سے کتنی نعمتیں مل رہی ہیں۔ یہ تو جنت میں رسولؐ اللہ نے دیکھا۔ اس کے بعد معراج کے سفر میں واپسی کے وقت آپؐ کو جہنم کا دورہ کروایا گیا تو پیغمبرؐ اسلام نے جہنم کو بھی دیکھا اور جہنم میں جو عذاب جہنمیوں کو ملتا ہے اس کو بھی دیکھا اور واپس آ کر اس کی تفصیلات بھی بتائیں۔

یہ کیوں ہوا؟

یہ اس لیے کہ جو شریعت لے کر آ رہے ہیں اُنھوں نے اس کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ عذابِ خدا اور نعماتِ خدا کے بارے میں بھی بتایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو مجلس کا پہلا حصّہ تھا وہ یہ تھا کہ پیغمبرؐ اسلام شریعت لے کر آ رہے ہیں تو اس میں مسلمانوں کو کوئی خوش خبری دینی ہے جس کی وجہ سے وہ اس شریعت پر عمل کریں۔

اب رسولؐ نے جنت دیکھی اور اس کے بعد جہنم دیکھی اور جہنم کا عذاب دیکھا اور پھر واپس آ کر پیغمبرؐ نے تمام تفصیلات مسلمانوں کے سامنے بیان کیں۔

اب رسولِ خدا جہنم کا دورہ کر کے آ رہے ہیں اس کے بارے میں ایک ایسی حدیث ہے پتا نہیں کس دشمنِ اسلام نے بنائی جو اب تک کتابوں میں موجود ہے اس میں ہے کہ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: میں نے واپس آتے ہوئے جنت کو بھی دیکھا اور جہنم کو بھی دیکھا۔

جنت کو دیکھا تو اپنے ایک صحابی کو آ کر بتایا تھا اور یہ ایسے صحابی ہیں جن کا نام قرآن میں آیا ہے ورنہ قرآن میں کسی صحابی کا نام نہیں آیا۔ صرف اس صحابی کا نام ہے جس کا نام ہے زید ابن حارثہ۔ ان کی ایک بہت چھوٹی سی بچی ہے جس سے زید محبت کیا کرتے تھے' لیکن بہت چھوٹی تھی اور باپ کے سامنے مرگئی تھی' زید اپنی بیٹی کو یاد کر کے روتے رہتے تھے۔ اللہ کے رسولؐ جب معراج سے واپس آ رہے تھے۔ تھے ابھی ساتویں آسمان پر لیکن جب جنت میں گئے تھے تو وہاں زید کی بیٹی کو دیکھا تھا کہ وہ کتنے آرام سے وہاں رہ رہی ہے' چناں چہ پیغمبرؐ اسلام نے واپس آ کر زید سے کہا تھا: اے زید! میں نے تمھاری اس چھوٹی سی بچی کو جنت میں کھیلتے ہوئے دیکھا اور وہ بہت خوش تھی۔

تب جا کر زید کو اطمینان اور سکون ہوا' لیکن جب پیغمبرؐ اسلام جہنم سے گزر رہے تھے تو اس میں بعض دشمنانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ نے ایک حدیث گڑھ دی ہے وہ یہ کہ اللہ کے رسولؐ نے جہنم کا جب دورہ کیا تو ہر طرف لوگوں کو سزا مل رہی ہے' کوئی آگ میں جل رہا ہے' کسی کو سانپ کاٹ رہے ہیں' کسی کو فرشتے کوڑے مار رہے ہیں' کسی کو آگ کے بھرے ہوئے کنوؤں میں پھینکا جا رہا ہے۔ جہنم میں تو عذاب ہی عذاب ہے اور پیغمبرؐ اسلام کا یہ جو معراج کا سفر ہے اس نے پوری دنیا پر اپنا اثر ڈالا' لیکن اس میں ایک حدیث یہ بنائی گئی۔

یہ میرا موضوع نہیں ہے' لیکن اس لیے بتا رہا ہوں کہ اس قسم کی حدیثوں کی وجہ سے مسلمانوں میں باقاعدہ ایک گروہ پیدا ہوا جو کہتا ہے کہ ہم حدیث پر اس لیے یقین نہیں رکھتے کہ حدیث تو صحیح بھی ہوتی ہے اور حدیث غلط بھی ہوتی ہے' ہمیں

صرف قرآن کی آیت چاہیے۔

اگر نادانی میں یہ بات کہی جائے تب بھی یہ بات ہے تو غلط لیکن بہرحال ایسے آدمی کو سمجھایا جاسکتا ہے لیکن آج کل عام طور پر یہ بات کسی واجب سے بھاگنے اور بچنے کے لیے کہی جاتی ہے۔ چناں چہ اکثر یہی کہا جاتا ہے کہ حدیث میں نہیں' قرآن میں دکھاؤ' خصوصاً یہ بات ڈاڑھی کے حوالے سے کہی جاتی ہے۔ اب اسے قرآن سے محبت ہے یا ڈاڑھی سے نفرت؟ اس لیے کہتا ہے کہ کوئی حدیث مت دکھایئے بل کہ قرآن میں دکھایئے' کہاں لکھا ہوا ہے؟

یہ اتنی جرأت کے ساتھ کہتا ہے کہ ایسے لگتا ہے کہ پورے قرآن پر یہ عمل کر رہا ہے' صرف ایک ڈاڑھی اس کو قرآن میں نظر نہیں آئی' اسی لیے شک کر رہا ہے لیکن جب کہا جاتا ہے کہ بس تو قرآن میں ہے تو کہتے ہیں کہ وہ تو قرآن میں خالی ایک آیت ہے' ہمیں کوئی ایسا حکم دکھایئے جس کی بہت ساری آیات ہوں' جب ہم نے کہا کہ نماز کے بارے میں قرآن میں تو قریب قریب سات سو آیات ہیں تو اس وقت کہتا ہے: ارے! ایک گناہ تو اللہ بھی معاف کر دے گا۔

خیر!

اب بات یہ تھی کہ سفر معراج میں رسول اللہ جب جہنم کا دورہ کر کے آ رہے ہیں تو یہ جھوٹی حدیث جو گڑھی گئی ہے اس میں ہے کہ رسولؐ نے کہا: جب جہنم سے میں گزر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ ہر ایک پر عذاب ہو رہا ہے' لیکن دو ایسے آدمی مجھے نظر آئے جو سر سے لے کر پیر تک آگ میں جل رہے تھے اور جب وہ رو رہے تھے اور اللہ سے رحم کی اپیل کر رہے تھے تو ان کی آواز سن کر میرا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے

ہونے لگا' یہ منظر مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔

میں نے کہا: پروردگار! یہ کون لوگ ہیں؟

خدا نے کہا: اے میرے حبیبؐ! ان کا رونا اس لیے تجھے تکلیف پہنچا رہا ہے کہ ان میں ایک تمہارے باپ عبداللہؑ ہیں اور دوسری تمہاری ماں حضرت آمنہؑ ہیں (معاذ اللہ)۔

اللہ! اللہ!

دیکھیے!

ایسی بھی حدیث بنا کر معراج کے واقعہ میں ملا دی گئی فقط اس لیے کہ راوی کے اپنے والدین کافر اور مشرک تھے یا جن پر راوی اعتماد کرتا ہے ان کے والدین کافر ومشرک ہیں' اس لیے اس نے اللہ کے رسولؐ کے والدین کو صرف کافر ومشرک ہی نہیں بنایا بلکہ جہنم کے عذاب میں اس طرح سے ڈال دیا کہ پیغمبرؐ نے ان کو جہنم کے عذاب میں جلتا دیکھا اور پیغمبرؐ نے اللہ سے درخواست بھی کی تو اللہ نے کہا کہ نہیں (معاذ اللہ)۔

اس کے مقابلے میں اہل بیتؑ نے پیغمبرؐ اسلام کے بارے میں جو عقیدہ بتایا وہ آپ جا کر اس زیارت میں پڑھیے گا جو شہر مدینے میں ہر حاجی اور ہر عمرہ کرنے والا محبِ اہل بیتؑ پڑھتا ہے اور وہ حضرت عبداللہؑ کی زیارت ہے جس میں کس طرح سے ہم ان کے اسلام اور ایمان کو اپنی زبان پر لے کر آتے ہیں لیکن یہ چھوٹی سی بات بیچ میں کیوں آ گئی؟

یہ اس لیے آ گئی کہ راوی نے یہ جھوٹی حدیث بنائی اس لیے کہ پیغمبرؐ اسلام

نے جب یہ detail بتائی کہ کس طرح سے میں نے جہنم کا دورہ کیا ہے۔

بہرحال!

یہ تو ایک جھوٹی حدیث تھی اور سچی حدیث کیا ہے؟

پیغمبرؐ اسلام نے جہنم میں بے نمازی کو بھی دیکھا' جھوٹ بولنے والے کو بھی دیکھا' والدین کی نافرمانی کرنے والے کو بھی دیکھا' پیغمبرؐ اسلام نے جہنم میں اتنے سارے گناہ گاروں کو دیکھا اور جب پیغمبرؐ اس کی detail بتانے لگے۔

دیکھیے!

ایک بات ذہن میں رکھیں وہ یہ کہ پیغمبرؐ اسلام نے خالی ایک ہی بار detail نہیں بتائی بلکہ آپؐ کو جیسے موقع ملتا آپؐ بتا دیتے تھے۔ رسولؐ اللہ معراج کے بعد تیرہ سال زندہ رہے اور ہر سال دو تین مرتبہ معراج کا سفر آ جاتا ہے۔

وہ جو حدیث ہے نا کہ ایک دن شہزادیؑ اپنے باباؐ کے پاس گئیں تو دیکھا کہ رسولؐ اللہ اپنے حجرے میں اکیلے بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں اور اتنا رو رہے ہیں کہ شہزادیؑ گھبرا گئیں اور شہزادیؑ فوراً مولا علی علیہ السلام کو بلا کر لائیں۔

پوچھا: باباؐ! اس وقت آپؐ اکیلے کیوں رو رہے ہیں؟

فرمایا: مجھے معراج کا سفر یاد آ رہا ہے اور جہنم میں' میں نے گیارہ عورتوں کو عذاب میں جلتا ہوا دیکھا' ان عورتوں کی حالت یاد کر کے میری آنکھوں میں آنسو آ رہے ہیں۔

شہزادیؑ نے پوچھا: باباؐ! ان گیارہ عورتوں کا گناہ کیا تھا؟

یہ حدیث اکثر مجالس میں پڑھی جاتی ہے تو یہ حدیث پانچ سال کے بعد بیان

کی اسی طرح پیغمبرؐ اسلام معراج کے بعد اپنی زندگی کے آخری سال تک time to time معراج کے سفر کا کوئی نہ کوئی part بیان کیا کرتے تھے۔

ایک دن مسلمانوں کے ذہنوں میں سوال پیدا ہوا۔

لوگوں نے پوچھا: یا رسولؐ اللہ! جنت میں آپؐ نے اکثریت کن لوگوں کی دیکھی؟

پیغمبرؐ اسلام نے ارشاد فرمایا: جنت میں اکثریت میں نے ان لوگوں کی دیکھی جو میرے بھائی حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت اور محبت پر قائم و دائم ہیں (نعرۂ حیدری)۔

لوگوں نے پھر سوال کیا: یا رسولؐ اللہ! جہنم میں آپؐ نے اکثریت کن لوگوں کی دیکھی؟

پیغمبرؐ اسلام نے ارشاد فرمایا: میں نے جہنم میں اکثریت عورتوں کی دیکھی۔

مسلمانوں نے سنا تو بہت سارے خوش ہوئے اس لیے کہ سارے کے سارے مرد تھے لیکن جب اُنھوں نے اپنے گھر میں جا کر اپنی بیویوں کو بتایا تو یہ عورتیں پیغمبرؐ کے پاس آئیں۔

عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! آخر کیا وجہ ہے کہ جہنم میں عورتوں کی اکثریت ہوگی؟

پیغمبرؐ اسلام نے ارشاد فرمایا: میری اُمت کی عورت جب جہنم میں جاتی ہے تو اس کی دو وجہیں ہوتی ہیں:

① ایک یہ کہ یا وہ اپنی زبان پر کنٹرول نہیں کر سکتی ہے۔

② دوسری یہ کہ یا وہ اپنے شوہر کی اطاعت نہیں کرتی۔

اے میرا کلمہ پڑھنے والی عورت! اگر تو اپنے آپ کو جہنم سے بچانا چاہتی ہے

تو ایک اپنی زبان پر کنٹرول کر اور دوسرا یہ کہ اپنے شوہر کی نافرمانی نہ کر۔

پیغمبرؐ اسلام نے یہ message مدینے کی ان عورتوں کو دیا جو معراج کے سفر میں دیکھ کر آئے اور اس کے بعد ایک جملہ پیغمبرؐ نے اور کہا اور وہ یہ کہ میں نے جنت میں دیکھا کہ جو میری شریعت پر عمل کرنے والی عورتیں ہیں ان کا مقام جنت میں سب سے بلند ہوگا' جنت کی حوریں اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔

بہر حال!

یہاں پر میں ایک سوال آپ سے کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اسلام کسی معجزے کے ذریعے سے نہیں پھیلا' اگر اللہ کو اسلام معجزے کے ذریعے پہنچانا ہوتا تو یہ سارے مسائل ہی نہ ہوتے' نہ بدر ہوتی' نہ اُحد ہوتی' نہ خندق' نہ خیبر' نہ ہجرت' نہ وہ مکہ کے مسائل' کچھ بھی نہ ہوتا' بل کہ رسولؐ اسلام ایک اشارہ کرتے تو ابوجہل اور ابولہب کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے' لیکن نہیں یہ اسلام کا مقصد ہی نہیں ہے' بل کہ اگر کسی انسان کو مسلمان بنانا ہے تو باقاعدہ اس کی تربیت کر کے اس کو مسلمان بنانا ہے۔

ایک سوال اور میں آپ سے کرتا ہوں' وہ یہ کہ رسولؐ اللہ کی تریسٹھ سال کی زندگی میں سب سے زیادہ اہم ترین واقعہ کون سا ہونا چاہیے؟

غدیر کا واقعہ۔

پورے عالم اسلام کو غدیر کے بارے میں کوئی شک و تردد نہیں ہونا چاہیے۔

کیوں؟

اس لیے کہ کسی بھی واقعے کے جتنے زیادہ رپورٹر ہوں گے اتنا ہی وہ واقعہ تیزی کے ساتھ پھیلتا چلا جاتا ہے۔ رسولؐ اللہ کی پوری زندگی میں آپ دیکھیے گا کہ

سب سے زیادہ رپورٹر غدیر کے میدان میں تھے تمام کا تمام مجمع تھا' رسولؐ اللہ نے حج کے بعد کسی کو اِدھر اُدھر جانے بھی نہیں دیا' سب پہلے غدیر میں آئیں گے' میرے مولاؑ کی ولایت کا اعلان ہوگا' اس کے بعد حاجی اپنے اپنے گھر جائیں گے ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ ہیں۔

اب یہاں پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بھئی! ہو سکتا ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار کا مجمع ہو لیکن ضروری تو نہیں ہے کہ سارے لوگ اس اعلان کو دھیان سے سن رہے ہوں اور ہو سکتا ہے کہ بعض حضرات سو بھی گئے ہوں؟

پیغمبرؐ اسلام نے غدیر خم میں اس کا چانس بھی نہیں دیا' اس کے علاوہ رسولؐ اللہ کے جتنے خطبات تھے ان میں یہ چانس تھا لیکن غدیر میں تو پیغمبرؐ اسلام نے یہ اعلان بھی کیا اور اس کے بعد one by one ایک صحابیؓ کو بلا کر اس کا ہاتھ مولاؑ کے ہاتھ پر رکھ کر یہ جملہ repeat بھی کروایا ہے چناں چہ وہاں تو کوئی یہ کہہ ہی نہیں سکتا کہ مجھے تو پتا ہی نہ چلا کہ کیا ہو رہا ہے یہاں تک کہ تین دن تک رسولؐ اللہ غدیر کے میدان میں ٹھہرے رہے جب تک ایک ایک کا ہاتھ مولاؑ کے ہاتھ پر رکھ کر ولایت کا اقرار نہ کروالیا کسی کو جانے نہ دیا۔

اتنے سارے رپورٹر ہیں واقعہ غدیر کے لیکن آج جا کر آپ ایک عام مسلمان سے پوچھئے تو وہ کہے گا کہ غدیر کیا ہوتا ہے؟

اب آیئے!

کسی مسلمان سے کہیے کہ بدر کی لڑائی ہوئی تھی؟

تو وہ کہے گا: ہاں ہوئی تھی' جب کہ تین سو تیرہ مسلمان وہاں پر تھے۔

کسی مسلمان سے کہیے کہ رسولؐ اللہ نے ہجرت کی تھی؟

تو وہ کہے گا: کی تھی۔

وہاں کتنے لوگ تھے؟

بالکل کم۔

اگر کسی مسلمان سے پوچھیں: کیا رسولؐ اللہ نے پہاڑ پر جا کر اعلانِ رسالت کیا تھا؟

سب کہیں گے: ہاں ہوا تھا۔

کتنے رپورٹر تھے؟

جتنے بھی تھے سب کافر تھے۔

پیغمبرؐ اسلام کی زندگی کے ایسے ایسے واقعات جہاں پانچ آدمی ہیں' دس آدمی ہیں' سو ہیں' دوسو ہیں' پانچ سو ہیں یا ہزار ہیں وہ تو بالکل ایسے مسلمانوں کے بچے بچے کو معلوم ہیں کہ کوئی بھی ان کے بارے میں شک میں مبتلا نہیں ہوتا اور جس واقعہ میں ایک لاکھ بیس ہزار رپورٹر ہیں وہ واقعہ اکثر لوگوں کو نہیں معلوم۔

ٹھیک ہے!

اب ایک طرف یہ رکھیے' اس کے بعد دوسری بات سنیے پھر دونوں کو ملایئے اور سوچیے۔ دوسری بات کیا ہے؟

پوری اسلامی تاریخ میں جو واقعہ بالکل لوگوں کو بھول جانا چاہیے تھا وہ ہونا چاہیے تھا کربلا کا واقعہ' کیوں کہ کربلا کا واقعہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ کسی شہر میں' کسی ٹاؤن میں' کسی گاؤں میں اور کسی بستی میں نہیں ہوا تھا' بل کہ ایک جنگل میں ہوا تھا

جہاں پر یزید کی فوج ہے یا حضرت امام حسین علیہ السلام کے چند جاں نثار، وہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے تاریخ لکھنے والا کوئی نہیں۔ کربلا کے واقعہ کے بعد مردوں میں ایک میرا چوتھا امامؑ گیا اور کچھ عورتیں گئیں اور یہ اہل بیتؑ کے خاندان کی خواتین تھیں۔ گھر میں بیٹھنے والی اس کے علاوہ یزید اور یزید کے بعد جتنے خلفا ہیں ان سب نے پورا پورا زور لگا دیا کہ کربلا کے واقعہ کو تبدیل کیا جائے، کربلا کے واقعہ کو اس طرح سے چھپا لیا جائے کہ لوگوں کی نظروں سے اُوجھل ہو جائے۔ چناں چہ حکومتوں کے خزانے بھی خرچ ہوئے، میڈیا نے بھی زور لگایا اور اُس زمانے کا میڈیا یہ منبر ہوتا تھا۔ یہ سازش کربلا کے خلاف وہاں سے شروع ہوئی اور آج تک جاری ہے۔ آج بھی کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ کربلا میں کچھ نہیں تھا۔

آج کل ہمارے ہاں بھی کچھ ایسے لوگ کھڑے ہو گئے ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ روایت غلط، وہ روایت غلط، وہ مصائب غلط ہے، یہ مصائب غلط ہے۔

یہ اعتراض ایک حد تک ہو تو بات صحیح بھی ہے اور حد کا تعین صرف مرجع تقلید کر سکتا ہے۔

بہر حال!

جو کربلا کے واقعہ کے مخالف ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ پورا واقعہ ہی غلط ہے۔

جتنے بھی حکمران یزید کے بعد آئے وہ سب کربلا کے واقعہ کے مخالف تھے، اہل بیتؑ کے مخالف تھے، لیکن اس کے باوجود آج بھی کربلا کا واقعہ تاریخ کا ایک مستند واقعہ مانا جاتا ہے اور اس کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

اب بتائیے کہ وجہ کیا ہے کہ غدیر کا واقعہ جس کو رپورٹ کرنے والے اتنے

زیادہ ہیں اس واقعہ کو تو اتنا چھپا دیا گیا کہ اچھے خاصے لوگ بھی نہیں جانتے اور جو واقعہ بالکل ختم ہو جانا چاہیے تھا' چھپ جانا چاہیے تھا' کسی کو معلوم نہ ہوتا اس کے بارے میں کہ کوئی کربلا بھی ہے لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج ہر طرف کربلا کربلا ہو رہی ہے۔

اس کا سبب کیا ہے؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اللہ کا معجزہ ہے لیکن معجزہ سے تو خدا اسلام کو پھیلاتا ہی نہیں ہے۔

تو پھر کیا وجہ ہے؟

جو واقعہ اتنا مشہور ہونا چاہیے وہ اتنا زیادہ چھپا دیا گیا کہ اچھے خاصے لوگ بھی کہتے ہیں کہ وہ کیا تھا اور جو واقعہ کسی کو معلوم ہونا چاہیے تھا وہ بچے بچے کو معلوم ہے۔

آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

ایک بہت بڑا ان دونوں واقعات میں جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ غدیر میں سارے رپورٹر موجود تھے مگر ایک چیز نہیں تھی اور کربلا کے واقعہ میں کوئی رپورٹر نہیں تھا' ساری حکومتوں نے اس کو چھپانے کی کوششیں کیں مگر ایک ایسی چیز اس میں تھی جس نے واقعہ کربلا کو زندہ رکھا۔

میں مختصر کر کے کہوں تو وہ یہ ہے کہ غدیر میں سب کچھ تھا مگر غدیر کے واقعہ کو پھیلانے کے لیے کوئی زینبؑ نہ تھی اور کربلا میں کچھ نہ تھا مگر کربلا کو ایک ثانی زہراؑ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا مل گئی' جس نے قیامت تک کے لیے کربلا کو زندہ کر دیا (صلوات)۔

ذکرِ مصائب: حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا کا جہاد

ذرا غور کریں!

یہ ایک بہت بڑا فرق ہے کربلا اور غدیر میں' ساری چیزیں ایک طرف یعنی گورنمنٹ' میڈیا' پیسہ' ساری کتابیں وہ سب ایک طرف لیکن ایک عورت کا کردار اتنا اہم ہے کہ اگر کسی مشن کو کوئی عورت آگے بڑھادے اور حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا کی سیرت پر چلے تو تیرہ سو سال کے ظالم حکمران بھی واقعہ کو نہ چھپا سکے اور اگر کسی واقعہ کو آگے بڑھانے کے لیے عورت نہ ملے' خالی مرد ہوں تو غدیر کی طرح سے جب دشمن اس پر پردہ ڈالنا چاہے تو وہ واقعہ چھپ جاتا ہے۔

ایک بات اور یاد رکھیے گا!

وہ یہ کہ ثانی زہرا سلام اللہ علیہا کا جہاد جو شام میں ہے' وہ ہمارے سامنے آتا ہے۔

ایران کے ایک بہت مشہور عالم ہیں ڈاکٹر قائمی انھوں نے حضرتِ زینبِ کبریٰ سلام اللہ علیہا کی سیرت پر ایک کتاب لکھی ہے اس میں انھوں نے اس تاریخ کے پہلو کو بہت detail سے بتایا اور تھوڑا سا اس مجمع میں جو لوگ پچاس سال سے اوپر کے ہیں شاید ان کو بھی یاد ہو کہ ہمارے مراجع میں ایک بہت ہی اہم مرجع تھے حضرت آیت اللہ العظمیٰ محسن الحکیمؒ، تم میں سے جو حضرات پچاس سال سے اوپر کے ہیں ان میں سے اکثر نے ان کی تقلید کی ہوگی بلکہ امریکہ میں حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقائی بروجردی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے تقلید اتنی زیادہ ہونے لگی اور پھر آقائی محسن الحکیم کے زمانے میں تو ہر بندہ ان کی تقلید کرتا تھا۔

حضرت آیت اللہ محسن الحکیم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک نظریہ تھا وہ یہ کہتے تھے کہ زیادہ

مستند بات یہ ہے کہ شہزادی زینب سلام اللہ علیہا کا روضہ قاہرہ مصر میں ہے۔

شام والا روضہ بھی بہت اہم ہے' لیکن یہ جو میں نے جملہ کہا اس جملے کا پس منظر یہ ہے کہ آج تک یہ بات سو فی صد (100%) ثابت نہیں ہو سکی کہ شہزادی زینب سلام اللہ علیہا کا روضہ کہاں پر واقع ہے؟

علمائے کرام کی اکثریت کہتی ہے کہ دمشق میں ہے اور حقیقت میں اس روضے پر اتنے معجزات آج بھی ہوتے ہیں کہ میں اکثر اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ اگر کبھی آپ کو بہت بڑا مسئلہ درپیش ہو اور کہیں پر دعا کرنے سے وہ مسئلہ حل نہ ہو یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ میں بھی آپ دعا کر کے آ جائیں اور وہ مسئلہ حل نہ ہو تو آپ شام چلے جایئے گا' لیکن شام کے علاوہ تین چار مل کہ اس سے بھی زیادہ ایسی جگہیں ہیں کہ جن کے بارے میں روایات موجود ہیں کہ وہاں پر شہزادیؑ کا روضہ ہے۔ قاہرہ میں تو بہت ہی مشہور ہے' جس کو زینبیہؑ کہتے ہیں اور اتنا شان دار وہ روضہ ہے کہ جو دیکھنے کے قابل ہے' اس کے علاوہ جنت البقیع میں بھی ایک قبر ہے' اس کے علاوہ مصر ہی کا ایک شہر ہے اسکندریہ' وہاں کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے اور اس کے علاوہ بھی کئی جگہیں ہیں۔

اس کی وجہ کیا ہے؟

اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب اہل بیتؑ کا لٹا ہوا قافلہ شام سے مدینے میں آ گیا تو اس وقت یہ ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا جو مشن ہے اس مشن کو آگے بڑھانے کے لیے میرے چوتھے امامؑ اور حضرت ثانی زہرا سلام اللہ علیہا نے اس مشن کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔

چوتھا امامؑ چوں کہ امام وقتؑ بھی ہے تو امامؑ کی ذمہ داریوں میں شریعت کو پہنچانا بھی ہے، اپنے شاگردوں کو ٹریننگ بھی دینی ہے، احادیث بھی پہنچانی ہیں۔ چوتھے امامؑ نے مکے اور مدینے کو اپنا مستقل مرکز بنایا کہ میں یہیں رہوں گا اور جو سارا سال لوگ آتے ہیں انھیں کربلا اور اسلام کے بارے میں بتاؤں گا۔

شہزادی زینب سلام اللہ علیہا نے یہ ذمہ داری سنبھالی کہ وہ مدینے سے نکلیں گی اور ساری اسلامی دنیا میں تھوڑے دنوں کے لیے وہاں جا کر حضرت امام حسین علیہ السلام کا پیغام پہنچائیں گی۔

ایک بات اور سنیے!

وہ یہ کہ اگر شہزادی زینب سلام اللہ علیہا یہ اعلان کر کے چلے کہ اب یہ میرا مشن والا سفر شروع ہو رہا ہے تو یزید بھی برداشت نہیں کرے گا۔

وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ

(سورۂ مبارکہ آلِ عمران، آیت ۵۴)

کبھی اللہ کے طریقے ایسے ہوتے ہیں کہ دشمن کو پتا بھی نہیں چلتا۔

شہزادی زینب سلام اللہ علیہا کو ساری اسلامی دنیا میں جانا ہے لیکن اگر خود سے جائیں گی تو گورنمنٹ روک دے گی، اس لیے اب کوئی ایسا سسٹم کرنا ہے جیسے اللہ نے فرعون کے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پالا، کوئی ایسا سسٹم کرنا ہے کہ زینبؑ پوری اسلامی دنیا میں جائے مگر اس طرح سے جائے کہ یزید کو پتا بھی نہ چلے کہ کیا ہو رہا ہے بلکہ دوسرے الفاظ میں یہ کہ خود یزید ہی ہر جگہ لے کر جائے اور وہ سمجھے کہ میں زینبؑ کو دَر دَر پھرا رہا ہوں اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا اس کے ذریعے

سے اپنے مشن کو مکمل کرے چناں چہ شہزادی زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا سامنے آئیں' میرا چوتھا امامؑ تھوڑا سا پیچھے رہا۔ چوتھے امامؑ صحیفہ کاملہ کی دعاؤں کے ذریعے سے لوگوں کو حق کی دعوت دیتا رہا۔

حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے مجالس شروع کیں' حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے خطبے دینا شروع کیے' حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے عزاداری شروع کی۔

گورنر مدینہ نے دمشق کی حکومت کو فوراً اطلاع دی کہ اے یزید! یہ یہ مدینے میں ہو رہا ہے۔

یزید گھبرا گیا' اب وہ کیا کرے؟

کسی کو روکنے کے تین طریقے ہوتے ہیں:

① ایک طریقہ تو یہ ہے کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو شہید کرا دے' لیکن یہ نہیں کر سکتا اس لیے کہ یزید کو پتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کرانے سے میرا کتنا نقصان ہوا ہے؟ ساری حکومتیں ہمارے خلاف ہو گئی ہیں۔

کہا: نہیں بھئی! یہ اہل بیتؑ رسالتؐ ہیں اگر ان کو شہید کریں گے تو اُلٹا ہمارے لیے مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔

② دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو جیل میں ڈال کر قید کرے' لیکن یہ بھی نہیں کر سکتا' اس لیے کہ کوفہ اور شام کی جیلوں میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو قید کیا تھا۔ زینبؑ نے میرے ہی شہر کو میرے خلاف کر دیا' میرے اپنے شام والے زینبؑ کی طرفداری کا دم بھرنے لگے۔

۳) تیسرا طریقہ یہ کہ وہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو مدینے سے نکال کر جلا وطن کر دے۔ چناں چہ اس نے یہ تیسرا طریقہ اختیار کیا یعنی حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو مدینے سے نکال دیا۔ اس نے مدینے کے گورنر سے کہا: زینبؑ سے کہو کہ وہ اپنا یہ طریقہ بند کرے یا پھر مدینہ چھوڑ دے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے خود بھی مدینہ چھوڑنا تھا' لیکن حضرت زینب سلام اللہ علیہا اگر اعلان کرتیں کہ میں مدینہ چھوڑ کر جا رہی ہوں تو گورنمنٹ کے کان کھڑے ہو جاتے کہ یہ کیا ہونے جا رہا ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ایسا سسٹم بنایا کہ خود گورنر مدینہ کہتا ہے کہ آپؑ مدینہ چھوڑ کر چلی جائیں۔

فرمایا: پھر میں کہاں جاؤں؟

اس نے کہا: آپؑ مکہ چلے جائیں۔

اب باقاعدہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو مکہ بھیجا گیا۔ وہاں بیٹھ کر حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے عزاداری شروع کی۔ چار یا پانچ مہینے گزرے کہ مکہ میں انقلاب کے خطرات پیدا ہونے لگے۔ گورنر مکہ نے گھبرا کر خط لکھ دیا۔

اس نے لکھا: اے یزید! یہاں یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہاں پر کوئی انقلاب آنے کا خطرہ ہے۔

یزید گھبرا گیا۔

کہا: کیا کروں؟

آخر اس نے فوراً گورنر مکہ کو خط لکھا کہ ان کو مدینے سے نکال کر طائف بھیج دو۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا خود طائف جانا چاہتی تھیں' لیکن اگر حضرت زینب سلام اللہ علیہا اعلان کر کے طائف جائیں تو گورنر مکہ جانے نہیں دے گا اور گورنر طائف اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دے گا لیکن یہاں پر یزید نے کہا: انھیں طائف بھجوا دو۔

اب یزید کی فوج ان کو لے کر طائف تک گئی اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا وہیں آنا چاہتی تھیں۔ وہاں پہنچ کر حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے عزاداری کے ذریعے حضرت امام حسین علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھایا' چار یا پانچ مہینے گزرے کہ طائف میں بھی انقلاب کے خطرات پیدا ہونے لگے: طائف کا گورنر گھبرا گیا۔

اس نے یزید کو خط لکھ کر کہا: یزید! یہاں تو تیرے خلاف لوگوں کے اُٹھ کھڑے ہونے کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے' اب میں کیا کروں؟

یزید نے جواب دیا: ایسا کرو اب ان کو قاہرہ بھیج دو۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو خود بھی اب قاہرہ میں جانا تھا لیکن اگر اپنی مرضی سے جاتیں تو طائف کا گورنر نکلنے نہ دیتا اور قاہرہ کا گورنر داخل نہ ہونے دیتا تو اب یزید کی آرمی حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو لے کر قاہرہ گئی۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے وہاں پر قیام کیا' وہاں بھی ایک مرتبہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی تبلیغ کی وجہ سے ایک انقلاب آنے لگا۔ جیسے ہی قاہرہ کے گورنر نے دیکھا تو اس نے بھی یزید سے رابطہ کیا تو یزید نے کہا: ان کو اسکندریہ بھیج دو۔

یزید کی فوج حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو اسکندریہ لے کر گئی۔ غرض یہ کہ کربلا کے بعد جب تک حضرت زینب سلام اللہ علیہا زندہ رہیں' کہیں چار مہینے' کہیں

چھ مہینے کہیں آٹھ مہینے' کہیں دو ہفتے ہر جگہ جا کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے مشن کو آگے پھیلا رہی ہیں۔

بہر حال!

آخر کار شہزادیؑ کی شہادت ہوگئی' چناں چہ شام والوں نے کہا: اس وقت شہزادیؑ یہاں تھی۔

قاہرہ والوں نے کہا: اس وقت شہزادیؑ یہاں تھی۔

اسکندریہ والوں نے کہا: اس وقت شہزادیؑ یہاں تھی۔

یہ تھوڑا سا اختلاف اس لیے آ گیا کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کسی ایک شہر میں مستقل قیام نہ کر سکیں۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے وہ جملہ کہا کہ غدیر کو کوئی زینبؑ نہ ملی اور کربلا کو ایک زینبؑ مل گئی تو کربلا کی اس زینبؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے مشن کو ہر گاؤں میں پہنچایا' ہر شہر میں پہنچایا' ہر ملک میں پہنچایا' یہاں تک پوری دنیا میں اگر کہیں ذکر حسینؑ باقی ہے تو وہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے جہاد کا اثر ہے۔

بہر حال!

آخری جملہ کہہ کر آج کی مجلس تمام کرتے ہیں۔

خالی عورتوں کی اکثریت جہنم میں نہیں ہوگی بل کہ جنت میں بھی ایسی عورتیں ہوں گی جن کا مقام بہت بلند ہوگا۔

اگر عورت پیروی کرے اس راستے کی جو حضرت ثانی زہرا سلام اللہ علیہا کا راستا ہے تو یقیناً وہ عورت جنت میں بلند مقام حاصل کر سکتی ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلسِ ہفتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً (سورۂ مبارکہ روم، آیت ۲۱)

"اور اسی (کی قدرت) کی نشانیوں میں سے ایک یہ (بھی) ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری ہی جنس کی بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے ساتھ رہ کر چین کرو اور تم لوگوں کے درمیان پیار اور اُلفت پیدا کر دی۔"

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورۂ مبارکہ نساء، آیت ۶۵)

"تیرے رب کی قسم! کوئی شخص نہیں ہو سکتا' کوئی ایمان لا ہی نہیں سکتا' جب کہ وہ تیرے ہر حکم کے سامنے اپنے سر کو نہ جھکائے اس طرح سے کہ اس کے دل میں بھی کوئی شک و شبہ بھی پیدا نہ ہونے پائے۔"

یہ ہے اسلام۔

آج شروع سے ہی مجلس مرثیہ کی منزل سے پہلے ہی مومنین کرام گریہ اور ماتم کی کیفیت میں تھے۔ خصوصیت کیساتھ جب حضرت رُباب سلام اللہ علیہا کے اس چھوٹے سے چھ مہینے کے لال حضرت علی اصغر علیہ السلام کو یاد کر رہے تھے' اگرچہ مصائب تو آخر میں آئیں گے اور وہاں پر یہ جملہ بتانے کا وقت نہیں ہوتا' اس لیے میں شروع میں کہہ رہا ہوں کہ حضرت علی اصغر علیہ السلام کی قربانی کئی حوالوں سے کربلا کی باقی قربانیوں سے مختلف ہے۔ یہ وہ قربانی ہے' یہ وہ شہادت ہے' جس کے حوالے سے حضرت امام حسین علیہ السلام کا ایک جملہ کتابوں میں موجود ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"اے میرے شیعو! کاش! تم اس وقت میدانِ قیامت (کربلا) میں ہوتے جب میں اپنے اصغرؑ کو پانی پلانے کے لیے گیا تھا اور پانی کے بدلے اصغرؑ کو تیر کھانا پڑا۔"

امامِ مظلوم علیہ السلام نے یہ جملہ حضرت علی اکبر علیہ السلام کی شہادت کے موقع پر نہیں کہا' حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت کے موقع پر نہیں کہا' حضرت قاسم علیہ السلام اور عون علیہ السلام و محمد علیہ السلام کی شہادت کے موقع پر نہیں کہا بلکہ یہ جملہ حضرت علی اصغر علیہ السلام کی شہادت کے موقع پر کہا تھا۔

پورے واقعہ کربلا میں ایک ہی موقع تو ایسا ہے کہ جن کے دلوں میں پتھر ہیں وہ لشکر یزید بھی رونے لگا۔ کربلا میں کوئی اور مصیبت تم کو ایسی نظر نہیں آئے گی جس میں لشکر یزید کسی موقع پر رویا ہو۔

میں بات کر رہا ہوں شہادتوں کے حوالے سے!

حضرت علی اصغر علیہ السلام کی شہادت پورے جہادِ کربلا میں ایسی شہادت ہے کہ جب ایسا لگا کہ آقا حسین علیہ السلام پریشانی کی حالت میں سات مرتبہ خیموں کی طرف گئے اور واپس آئے۔

حضرت علی اصغر علیہ السلام کی شہادت کئی حوالوں سے کربلا کی ایک اہم ترین شہادت بنتی ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت علی اصغر علیہ السلام کی شہادت کس لیے بارگاہِ خداوندی میں پیش کی؟

اسی اِسلام کی خاطر تو حضرت علی اصغر علیہ السلام شہید ہوئے' جس کے لیے مولا علی علیہ السلام کا بھی جملہ ہے' آقا حسین علیہ السلام کا بھی جملہ ہے اور اللہ کے رسولؐ کا بھی جملہ ہے:

اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی عَلَیْہِ

"اِسلام سب سے بلند ہے' اِسلام سے بلند کوئی نہیں ہے۔"

اِسلام اتنا عظیم ہے' اِسلام اتنا بلند ہے کہ اس اِسلام پر علی اکبر علیہ السلام بھی قربان' اِسلام پر علی اصغر علیہ السلام بھی قربان' اِسلام پر حضرت عباس علیہ السلام بھی قربان اور اِسلام پر زینبؑ کی چادر بھی قربان' لیکن کیا یہ اِسلام صرف ۶۱ ہجری میں اتنا اہم ہے اور آج اس دور میں اِسلام اتنا حقیر' اتنا چھوٹا ہو گیا؟

کل جس اِسلام کی خاطر حضرت رُبابؑ اپنے اصغرؑ کو قربان کر رہی تھیں' آج اس اِسلام کے لیے مومن

✵ ایک نماز پڑھنے کے لیے بھی تیار نہیں؟

- ایک ڈاڑھی رکھنے کو تیار نہیں؟
- ایک حجاب کرنے کو تیار نہیں۔
- اپنے گھر سے کچھ گناہ اور حرام چیزیں نکالنے کو تیار نہیں؟

یا وہ صحیح اِسلام ہے تو پھر جو ہمارے گھروں میں اِسلام ہے یہ یزیدی اِسلام ہے اور اگر یہ صحیح اِسلام ہے جو ہمارے گھروں میں آج ہے تو (نعوذباللہ) میدانِ کربلا کی ساری قربانیاں بے کار محسوس ہوں گی۔

ہم کہیں گے: شہزادی رُبابؑ! بلاوجہ آپؑ نے اتنی زحمت کی تھی، اب اِسلام اتنا بڑا بھی نہیں ہے کہ اس کے لیے ایک ماں اپنے بیٹے کو قربان کر دے (معاذاللہ)۔

اگر ہر مومن کہے گا کہ اِسلام وہ ہے جو کربلا میں تھا تو شب عاشور کربلا کے سارے سپاہی اور کربلا کی ساری بیبیاںؑ ہم سے شکایت کر سکتی ہیں۔ حضرت رُبابؑ ہم سے شکایت کر سکتی ہیں کہ میں نے جو اپنی گود کے پالے کو قربان کر دیا تو سمجھو یہ اِسلام کیا ہے۔

دیکھیے!

سمجھنے والے کے لیے بہت بڑی چیز ہے اور جو بہت ہی زیادہ ناسمجھ بن جائے، سمجھنا ہی نہ چاہے یہاں تک کہ اپنی عقل پر پردے ڈال دے اس کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔

یہ اِسلام کبھی اتنا قیمتی ہوتا ہے کہ ساری دنیا اس اِسلام پر قربان ہو جاتی ہے اور کبھی یہ اِسلام ہمارے ہاں اتنا حقیر ہوتا ہے کہ ایک پونڈ کی خاطر ہم اس اِسلام کو

قربان کر دیتے ہیں' روزانہ ہمارے گھروں میں ایک ایک درہم کی خاطر اس اسلام کو قربان کیا جا رہا ہے۔

میدانِ کربلا میں لشکر یزید حضرت امام حسین علیہ السلام کی دشمنی سے بھرا ہوا آیا۔

کیا تمھیں معلوم ہے کہ میدانِ کربلا میں' عاشور کے دن' حضرت امام حسین علیہ السلام نے لشکر یزید کے ایک بنیادی کردار کو پکڑا تھا کہ آخر یہ میرے خلاف میدان میں کیوں آئے ہیں یعنی جو میں نے ابھی ایک جملہ کہ یہ اتنے پتھر دل کیسے بن گئے ہیں؟

اہل بیتؑ سے اتنی دشمنی ان کے دلوں میں کیسے آ گئی ہے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس کی ایک وجہ بتائی۔

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ وہ وجہ ہمارے ہاں ہے کہ نہیں ہے؟

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے تیسری مجلس میں یہ بتایا تھا کہ مومن تبدیل ہو کر منافق کیسے بنتا ہے؟ کیا چیز ہے جو مومن کو منافق میں تبدیل کرتی ہے؟ ایمان کو بدل کر نفاق پیدا کرتی ہے؟

وہ یہی گانا بجانا ہے' اس لیے کہ ایک مومن اگر مسلسل گانا سنتا رہے تو منافق بن جائے گا اور اگر وہ اپنے بچے کی اس ماحول میں تربیت کرے تو وہ اپنے گھر میں مومن کو نہیں بلکہ ایک منافق کو پال رہا ہے' لیکن آج کا ایک سوال یہ ہے کہ آخر ایک مسلمان دشمن اہل بیتؑ کیسے ہوتا ہے؟

روایت میں ہے کہ عاشور کی صبح حضرت امام حسین علیہ السلام نے پہلے تو اپنے کردار کے ذریعے یہ بتایا کہ ہم جنگ نہیں کرنا چاہتے۔

وہ کیسے؟

وہ اس طرح کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ذوالجناح سے اُتر کر اُونٹ پر سوار ہوئے اور خطبہ دیا۔ اس خطبے میں آقا حسین علیہ السلام نے ایک وہ جملہ کہا تھا جو ہمارے ہاں بہت مشہور ہے:

هَيهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةُ

اَلْمَوتُ اَولٰی مِنَ العَارِ

"ذلت ہمارے قریب نہیں آ سکتی' عزت کی موت بہتر ہے ذلت کی زندگی سے۔"

یہ آقا حسین علیہ السلام کا جملہ جس خطبے کا ہے اسی خطبے کے آخر میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک جملہ کہا ہے وہ یہ کہ یہ جو پہلا خطبہ آقا نے صبح عاشور دیا جنگ سے پہلے' اس میں آقا نے پہلے اپنا تعارف کروایا کہ میں ہوں کون' تاکہ بعد میں کوئی لشکر یزید میں سے یہ بہانا لے کر نہ آ جائے کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ کربلا میں کون ہے۔

امام علیہ السلام نے پہلے اپنا تعارف کرایا' اس کے بعد کہا کہ مجھے ایک عام مسلمان سمجھو' چلو میری بات پر یقین نہ کرو۔ میں رسولؐ کا نواسہ ہوں' میں علیؑ و بتولؑ کا بیٹا ہوں' میری نانی خدیجہ طاہرہؑ ہے' لیکن چلو یہ بھی نہ مانو کم از کم مجھے ایک عام مسلمان مانو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ ایک عام مسلمان کو قتل کرنے کی اجازت کہاں لکھی ہوئی ہے؟

یہ سب امامؑ نے کہہ دیا' پھر آخر میں کہا کہ لیکن مجھے معلوم ہے کہ میری بات کا تم پر اثر نہیں ہوگا اور تم یہ ظلم کر کے رہو گے۔

کیوں؟

لَقَدْ مُلِئَتْ بُطُونُكُم مِنَ الحَرَامِ

"اس لیے کہ تمھارے پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں۔"

آقا حسین علیہ السلام نے بتایا کہ جہاں حرام کھانے کی عادت ہو جائے وہاں اصغر کی شہادت بھی کوئی اثر نہیں ڈالتی اور ہم لوگ ذرا ذرا سے حرام پیسے کی خاطر اسلام کے خلاف بغاوت کر بیٹھتے ہیں۔

بہر حال!

ایک ایک پونڈ پر ایک ایک درہم پر اسلام کو قربان کر دینے والے! آگے دیکھیے کہ اسلام کیا ہے؟

کبھی ایک درہم کے لیے ہم اسلام کو چھوڑ دیتے ہیں اور کبھی اسلام کی خاطر ساری دنیا کو آدمی چھوڑ دیتا ہے اور وہ اہل بیت اطہار علیہم السلام ہیں۔

ایک مثال سن لیں!

میرے مولاؑ کو اس زمانے کی اسلامی حکومت کی پیش کش کی جارہی ہے اور کہا جارہا ہے کہ صرف ایک شرط کو مان لو۔

کتاب خدا پر عمل کریں گے؟

فرمایا: ہاں! یہ تو تمھیں کہنے کی ضرورت ہی نہیں سنت رسولؐ پر عمل کریں گے؟

فرمایا: ضرور کروں گا' یہ تو تمھیں کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

سیرت شیخین پر عمل کریں گے؟

فرمایا: نہیں۔

کیا جاتا تھا میرے مولاؑ کا' اگر یہاں بھی ہاں کہہ دیتے؟

دیکھیے!

اگر مولا علی علیہ السلام لوگوں کو خوش کرنے کے لیے وقتی طور پر آخری شرط کو قبول کر لیتے تو کیا ہو جاتا؟

بھئی!

امیر شام نے بھی تو حضرت امام حسن علیہ السلام سے صلح کرنے کے فوراً بعد کہا تھا کہ یہ صلح نامہ تو میں اپنے پیر کے نیچے رکھتا ہوں۔ اس پر مجھے عمل نہیں کرنا' لیکن اس وقت اِسلامی دنیا کی کرسی حاصل کرنے کے لیے دستخط کرنے میں کیا جاتا ہے وہ تو ایک بادشاہ تھا مگر علی علیہ السلام اگر اس وقت ہاں کہہ دیتے تو کیا ہوتا؟

نہیں!

مولا علی علیہ السلام نے انکار ہی کیا اور آخر تک انکار کرتے رہے۔ کہا کہ ایک چھوٹا سا جھوٹ بول کر پوری دنیا کی حکومت مجھے نہیں چاہیے۔ اس لیے اس جھوٹ بولنے میں اِسلام جا رہا ہے' تقویٰ کو ٹھیس پہنچ رہی ہے۔

فرمایا:

لَوْ اُعْطِیْتُ سَبْعَۃَ اَقْلَامٍ وَ اَفْلَاکِہَا وَ تَحْتَہَا

"اگر کوئی مجھے سات آسمان اور زمین بھی دے دے' پوری یہ کائنات دے دے۔"

کیوں؟

ظَلَمْتُ نَمْلَۃً

''صرف اس لیے کہ میں ایک چیونٹی پر ظلم کروں۔''

کیا ظلم کروں؟

اَن اَصلُبَ

''چیونٹی کے منھ جو جَو کا دانہ ہے اس کے اوپر کا چھلکا میں اس سے چھین لوں اور اس کے بدلے میں مجھے پوری کائنات دی جائے تو میں اس کو قبول نہیں کروں گا''......

توجہ!

ایک چیونٹی اور اس کے منھ میں جَو کا دانہ اور پھر پورا جَو کا دانہ بھی نہیں مل کہ خالی اس کا چھلکا۔

کہا: علیؑ اس کے لیے بھی تیار نہیں، چاہے مجھے اس کے بدلے میں ساری کائنات مل جائے۔

یہ ہے اِسلام یہ ہے اِسلام جس کے لیے علی اصغر علیہ السلام کو قربان کیا جاتا ہے۔

وہ کہاں سے اِسلام آ گیا کہ جس چیز میں آسانی ہے۔ اس پر تو عمل کیا جائے اور جس پر ذرا سی کوئی زحمت محسوس ہو رہی ہے، اس کو چھوڑ دیا جائے۔

یہاں پر بھی وہی بنیادی سوال آ جاتا ہے کہ آخر آدمی میں یہ جرأت پیدا کیسے ہوئی؟ آدمی اتنا مضبوط کیسے بنے؟ اس میں یہ والا تقویٰ کیسے آ جائے جو مولائے کائنات علیہ السلام نے بتایا:

''اگر ساتوں آسمان اور زمین بھی مل جائیں تب بھی میں ایک چیونٹی کے منھ سے جَو کے دانے کا چھلکا بھی نہیں چھینوں گا۔''

یہ طاقت آئے کیسے؟

اِسلام خالی ہمیں مسائل نہیں بتاتا' بل کہ اِسلام ان کا حل بھی بتاتا ہے۔

یاد رکھیے!

یہ طاقت دو طریقوں سے آتی ہے اور یہ دونوں طریقے وہ ہیں جو حضرت علی اصغر علیہ السلام کی دادی محترمہؑ کی سیرت میں ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔

تمھیں معلوم ہے کہ شہزادیِ کونینؑ کے بارے میں ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں' لاکھوں مجالس پڑھی گئی ہیں' اللہ کے رسولؐ نے اتنے فضائل بتائے ہیں' لیکن شہزادیؑ کی ایک فضیلت میرے مولاؑ نے بتائی۔

جب علیؑ و بتولؑ کی شادی ہو گئی اور اگلی صبح کو میرا مولاؑ نمازِ فجر پڑھنے کے لیے مسجد میں آیا۔ فجر کی نماز ہے' مدینہ کی مسجد ہے' رسولؐ اللہ نماز پڑھانے والے ہیں' مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی ہے' لیکن پیغمبرؐ نے میرے مولاؑ کو مسجد میں داخل ہوتے وقت دیکھا تو فوراً قریب بلایا اور ایک سوال سب کے سامنے کیا۔

کیا سوال کیا؟

فرمایا: اے علیؑ! یہ بتاؤ کل تمھارے گھر میں فاطمہؑ گئی تھیں تم نے فاطمہؑ کو کیسے پایا؟

مولاؑ نے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ!

نِعمَ العَونُ لِلعِبَادَةِ

"میں نے فاطمہؑ کو اللہ کی عبادت کے حوالے سے بہترین

مددگار پایا۔"

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ مولا علی علیہ السلام کے گھر میں آئیں اور عبادت میں مددگار ثابت ہوئیں۔

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: اے علیؑ! یہ تم نے کیسے کہہ دیا؟

عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! جب فاطمہؑ میرے گھر میں آئیں دُلہن بن کر اور میں گیا ان کے پاس تو میں نے دیکھا کہ وہ تھوڑا سا پریشان تھیں۔

میں نے گھبرا کر کہا: خیریت تو ہے؟

کہا: اے ابوالحسنؑ! میں نے سوچا کہ نو سال میں نے اپنے باباؐ کے گھر میں گزارے اور آج میں ایک نئے گھر میں آئی ہوں' مگر اسی طرح سے جب اس دنیا سے جاؤں گی تو ایک اور نئے گھر میں جاؤں گی جسے قبر کہتے ہیں۔

اے ابوالحسنؑ! آج ہم اپنی نئی زندگی کا آغاز قبر کی تیاری سے کیوں نہ کریں؟

شہزادیؑ نے مصلیٰ بچھا کر اس طرح نماز پڑھی کہ خود بھی نماز پڑھی اور مجھ سے بھی کہا کہ آج کی رات ہم عبادتِ خدا میں گزارتے ہیں' تاکہ یہ والی رات قبر میں ہمارے کام آئے۔

دیکھیے!

میرا مولاؑ اور شہزادیؑ ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں۔ ان کے درمیان یہ باتیں نہیں ہوتی ہیں بل کہ یہ تو صرف ہمیں اور آپ کو ایک ماڈل دینے کے لیے ہے کہ بیوی گھر میں آتی ہے تو آغاز نماز سے ہوتا ہے اور وہ نماز یہ کہہ کر پڑھی جاتی ہے کہ یہ قبر میں کام آئے گی' قبر کو یاد کرو۔

ایصالِ ثواب کی مجلس میں تو ہم اور آپ قبر کو یاد کرتے ہیں' قبرستان کی مجلس میں تو ہم اور آپ قبر کو یاد کرتے ہیں' لیکن شادی کی رات بھی کیا ہم قبر کو یاد کرتے ہیں؟

ہاں!

میرا مولاؑ قبر کو یاد کرتا ہے اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا قبر کو یاد کرتی ہیں' اس لیے کہ مومن کو ساری زندگی میں ہر وقت قبر کو یاد رکھنا ہے تب ہی وہ گناہ سے اپنے آپ کو بچا پائے گا اور خالی قبر کو یاد کرنا بھی بے کار ہے' جب تک کہ اس کے بعد والی چیز پر ایمان اور یقین نہ ہو۔

اب اس کے بعد والی چیز کیا ہے؟

پیغمبرؐ اسلام اور مولا علی علیہ السلام کی گفتگو ہوگئی۔

اب میرا مولاؑ مسجد میں stay کرتا ہے' رسولؐ اللہ اب اپنی بیٹی کو ملنے جاتے ہیں۔ شہزادیؑ کی والدۂ محترمہ تو زندہ نہیں ہیں' حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا انتقال تو اس واقعہ سے چار یا پانچ سال پہلے ہوگیا تھا۔

پیغمبرؐ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر میں گئے' بیٹی کے گھر میں داخل ہوئے' بیٹی نے اپنے باپ کا استقبال کیا۔ پیغمبرؐ نے ایک عجیب بات دیکھی۔

شہزادیؑ کو جب رخصت کیا گیا تھا تو ایک تو وہ لباس تھا جو شہزادیؑ پتا نہیں کتنے سال سے پہن رہی تھیں' بہت ہی پرانا لباس تھا۔

حضرت خدیجہ علیہا السلام نے اپنی ایک سہیلی کے پاس ایک نیا لباس بطور امانت الگ سے رکھوایا اور کہا تھا کہ جب میری بیٹی کی شادی ہوگی تو ماں کا تحفہ میری

بیٹی کو دینا۔ جب شہزادیؑ دلہن بن کر آ رہی تھیں تو صرف دو لباس تھے ایک تو وہ لباس جو لگاتار چار سال سے پہن رہی تھیں اور ایک یہ نیا لباس تھا جو حضرت خدیجہ علیہا السلام کی سہیلی نے یہ کہہ کر شہزادیؑ کو دیا تھا کہ یہ آج شادی کے لیے تمھاری ماں کا تحفہ ہے۔ سیدہؑ شادی میں وہ نیا لباس پہن کر شوہر کے گھر میں آئی تھیں اور چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ پیغمبرؐ اسلام اگلی صبح کو شہزادیؑ کے گھر میں گئے تو آپؐ نے دیکھا کہ شہزادیؑ نے وہ پرانا لباس پہن رکھا ہے۔

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: بیٹی! کل تمھیں نیا لباس پہنا کر بھیجا گیا تھا اور ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے کہ وہ نیا لباس کہاں گیا؟

شہزادیؑ نے عرض کیا: بابا! وہ بہت قیمتی اور اچھا لباس تھا، میں نے سوچا کہ اگر میں اس کو روزانہ پہنوں گی تو وہ پرانا ہو جائے گا تو میں نے اس کو حفاظت میں رکھ دیا ہے، اس لیے کہ جب کوئی خاص دن آئے گا تو تب پہنوں گی۔

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: بیٹی! ذرا وہ لباس مجھے لا کر دکھاؤ تو سہی تاکہ میں بھی دیکھوں کہ وہ کیسا لباس ہے؟

عرض کیا: بابا! وہ لباس تو بڑی حفاظت سے رکھ دیا ہے۔

فرمایا: کہاں رکھا ہے ذرا لا کر دکھاؤ تو سہی۔

عرض کیا: بابا! آج صبح علیؑ مسجد میں چلے گئے تھے اور میں نماز کی تیاری کر رہی تھی کہ اتنے میں ایک فقیر میرے دروازے پر آیا اور آنے کے بعد اس نے لباس کا سوال کیا تو میں نے ایک لباس اس کو دے دیا۔

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: بیٹی! تم نے ٹھیک کیا، لیکن یہ پرانا لباس دے دیتی، نیا

لباس کیوں دیا؟

شہزادیؓ نے عرض کیا: بابا! آپؐ ہی نے تو ایک مرتبہ فرمایا تھا: جو چیز انسان خود استعمال کرتا ہے وہ اس دنیا میں رہ جاتی ہے اور جو چیز انسان اللہ کے نام پر دیتا ہے وہ اُسے آخرت میں واپس ملتی ہے۔ میں نے سوچا کہ اس دنیا میں مجھے اچھا لباس چاہیے یا آخرت میں؟ یہاں تو میں گھر میں رہتی ہوں' لیکن آخرت میں جب میں آؤں گی تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک کے انسان وہاں جمع ہوں گے' مرد نہ سہی ساری عورتوں کے سامنے میں آؤں گی۔ میں نے سوچا کہ وہاں سب کے سامنے نیا لباس پہننا اچھا ہے یا یہاں گھر میں نیا لباس پہننا اچھا ہے۔ مجھے آخرت میں اچھا لباس چاہیے تھا تو میں نے نیا لباس فقیر کو دے دیا' اس لیے کہ آپؐ نے فرمایا: جو راہِ خدا میں دو اللہ اسے محفوظ رکھتا ہے اور قیامت کے دن دیتا ہے اور پرانا لباس اس وقت میں نے پہن لیا ہے۔

دیکھیے!

یہ یقین' یہ ایمان آپ کو اللہ پر ہو کہ اپنے گھر میں جو پیسہ آپ لگائیں گے تو بہرحال آپ کے لیے رضا ہے اگر حلال مال ہے لیکن یہیں رہ جائے گا اور اگر آپ کسی نیک کام میں خرچ کر رہے ہیں یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کر رہے ہیں تو وہ قیامت والے دن آپ کو ملے گا۔

اگر آدمی کو اللہ پر اتنا یقین اور ایمان ہو تب تو وہ یہ ڈاڑھی رکھے گا ورنہ نہیں رکھے گا۔

اگر اتنا یقین اور ایمان ہو کہ جو چیز یہاں پر دو گے وہ وہاں پر ملے گی' تب ہمارا

نوجوان گانے بجانے کو چھوڑے گا' تب ہمارے تاجر بھائی کاروبار میں جھوٹ نہیں بولیں گے' تب ہمارے مومنین مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کی غیبت کرنا بند کریں گے۔

آخر آدمی کیسے اتنا کنٹرول کرے گا؟

دو چیزوں سے:

① ایک یہ کہ اسے یاد رہے کہ ایک دن قبر میں جانا ہے۔

② دوسرا اس کو یہ یقین ہو کہ اگر اللہ کے لیے کوئی چیز خرچ کرو گے تو اس کا بدلا وہاں ملے گا۔

یہی وہ جملہ ہے' جو اللہ کے رسولؐ ہر قربانی دینے والے کو کہتے تھے خاص طور پر اگر کسی کا چھوٹا بیٹا یا بیٹی بھی مرجائے کہ غم کیوں کر رہے ہو؟ یہ تم نے اللہ کے راستے میں قربانی دی ہے' قیامت میں تمھیں اپنا یہی بیٹا یا بیٹی جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سنبھالے ہوئے ہیں واپس ملے گا۔

کربلا کے شہید بھی اپنے ذہن میں یہی دونوں باتیں رکھے ہوئے تھے:

① مرنے کے بعد قبر سے ہو کر جانا ہے۔

② جو یہاں اللہ کے راستے میں قربان کرو گے وہ وہاں اللہ کے ہاں سے واپس ملے گا۔

بس!

اگر یہ چیز ہر مومن کے ذہن میں بیٹھ گئی تو ہمارے ننانوے فی صد (99%) گناہ ختم ہو جائیں گے۔

ذکرِ مصائب: حضرت امام حسین علیہ السلام کا ایک رات کی مہلت مانگنا

کربلا کے شہیدوں میں ایسے ایسے صابر لوگ تھے کہ جن کا صبر انتہا پر پہنچا ہوا تھا' جیسے حضرت بُریر ہمدانی رضی اللہ عنہ۔

ان کے بارے میں مشہور ہے کہ اتنا زیادہ عبادت اور تقویٰ تھا کہ کبھی چہرے پر مسکراہٹ بھی نہیں آتی تھی سوائے عید کے۔ سارا سال روزہ ہوتا تھا اور ساری رات جاگ کر یہ نمازیں پڑھا کرتے تھے اور یہ حافظ قرآن بھی تھے۔ پوری پوری رات پورے قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے' لیکن شبِ عاشور لوگوں نے دیکھا کہ ہر ایک دوسرے سے مذاق کرتے پھر رہے ہیں' لوگ ان کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔

کہا: کوئی اور ہوتا تو ہم حیران نہ ہوتے لیکن آج عاشور کے دن اور تم اتنے خوش ہو؟

کہا: آج سے زیادہ خوشی کا دن اور کون سا ہو گا؟

آج تو ہم اپنی جان خدا کے راستے میں قربان کرنے والے ہیں اور قیامت کے دن اللہ' اللہ کا رسولؐ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی والدۂ محترمہؑ ہم سے کتنا خوش ہوں گی۔ یہ سب کچھ یاد کر کے میں اپنی خوشی کو کنٹرول نہیں کر پا رہا ہوں۔

اصحابِ امامؑ اتنے زیادہ یقین کے ساتھ بیٹھے ہیں یہاں تک کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کو یہ کہہ بھی دیا کہ میں نے تم کو آزاد کر دیا' اب تم جا بھی سکتے ہو پھر بھی کوئی نہیں گیا کیوں کہ سب کو یقین ہے کہ اس کا بدلا کیا ملنے والا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنے اصحاب کو بھی یہ **message** دیا کہ آ کر دیکھو کہ یہ میرے صحابی اتنی بڑی قربانی دینے کو کیوں تیار ہیں؟ اس لیے کہ ان کو

خدا پر یقین اور ایمان ہے۔

تمام تاریخوں میں لکھا ہے کہ "تاسوعہ" وہ دن تھا:

قَدْ حُوصِرَ فِيهِ الْحُسَيْنُ

"حضرت امام حسین علیہ السلام کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا گیا۔"

اب نہ حسینؑ کربلا سے جا سکتے ہیں اور نہ کوئی حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدد کو آ سکتا ہے اور "تاسوعہ" کو ہی عصر کے بعد عمر ابن سعد نے جنگ کا آغاز کر دیا تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں ایک رات کی مہلت دے دو۔

وجہ بھی بتائی کہ یہ مہلت کیوں چاہیے۔

فرمایا: اس لیے کہ میری زندگی کی کوئی رات ایسی نہیں ہے جس میں مَیں نے خدا کی عبادت نہ کی ہو دل چاہتا ہے کہ دنیا چھوڑنے سے پہلے ایک اور رات بھی اللہ کی عبادت کر کے جاؤں۔

روایت میں ہے کہ اس رات کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھی ساری رات مصلّے پر کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت بجا لاتے رہے' کوئی نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی تلاوت قرآن کر رہا ہے' کوئی ذکر خدا کر رہا ہے' ور کوئی دعا کر رہا ہے۔

تاریخ کا جملہ ہے کہ جب کوئی آدمی اصحاب امامؑ کے خیموں کے قریب سے گزرتا تو اسے اس طرح سے عبادت میں مشغول افراد کی آواز آتی تھی کہ جیسے اگر کوئی شہد کی مکھیوں کے چھتے کے قریب سے گزرے تو مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی آواز

آتی ہے۔

ساری رات عبادت میں گزاری' لیکن جیسے ہی رات شروع ہوئی تو آقا حسین علیہ السلام نے ایک طرف مردوں کو چیک کیا اور ایک طرف عورتوں کو' نمازِ مغربین پڑھ لی گئی' اس کے بعد امامؑ نے ایک بار اپنے سارے صحابیوں کو اپنے خیمے میں بلایا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے صحابیو! دیکھو یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں' لیکن یہ لوگ تمھیں کچھ نہیں کہیں گے اگر تم میں سے کوئی جانا چاہے تو میں اس کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ جا سکتا ہے۔

سب خاموش تھے' کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

بعض علما بتاتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہو سکتا ہے کہ تمھیں ڈر لگے کہ لوگ ہمیں طعنہ نہ دیں کہ تم آقا حسین علیہ السلام کو اکیلے چھوڑ کر آ گئے' تو میں کچھ عورتوں کو تمھارے ساتھ بھجوا دیتا ہوں' تم ان سے یہ کہہ دینا کہ ہم ان عورتوں کو چھوڑنے کے لیے آئے ہیں۔

اس کے باوجود بھی سب خاموش ہیں۔

فرمایا: شاید تمھیں میرے سامنے سے جاتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی ہو۔

اکبرؑ بیٹا! چراغ گل کر دو۔

چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔

فرمایا: اب چلے جاؤ' تاکہ کوئی نظر بھی نہ آئے کہ کون جا رہا ہے۔

ہاں!

پہلی دفعہ اب کچھ آوازیں آنے لگیں' شاید کچھ لوگ جانے لگے۔

نہیں!

جب دوبارہ چراغ کو روشن کیا گیا' حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک آدمی بھی نہیں گیا۔

کہا: پھر یہ آوازیں کیسی تھیں؟

ہاں! یہ آوازیں ایسی تھیں کہ نوجوانوں نے تلواریں نکال لی تھیں' بوڑھوں نے اپنے عمامے اپنی کمر میں باندھ کر اپنی کمر کو سیدھا کر لیا تھا' جو بچے تھے وہ اپنے پاؤں کی ایڑیاں اُٹھا اُٹھا کر اپنے قد کو بڑا ظاہر کر رہے تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے صحابیو! تم میں سے کوئی بھی نہیں گیا؟

بس!

اب برداشت نہ ہو سکا۔

حضرت مسلمؓ ابن عوسجہ نے عرض کیا: اے آقا حسینؑ! جو آپؑ کہہ رہے ہیں' صحیح کہہ رہے ہیں' لیکن ایک بات ہے کہ اپنے گھر سے بہتر گھر بتا دیں جہاں ہم چلے جائیں؟ اپنے دَر سے بہتر دَر بتا دیں کہ جہاں ہم چلے جائیں؟

حضرت مسلمؓ ابن عوسجہ رسولؐ اللہ کے صحابی تھے۔

حضرت بُریر ہمدانیؓ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔

عرض کیا: آقا حسینؑ! جو آپؑ نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے' یہی آپؑ کے بابا کی شان تھی' آپؑ کو ہماری ضرورت نہیں ہے لیکن ہمیں آپؑ کی ضرورت ہے' ٹھوکریں مار کر بھی اگر نکالیں گے تو واپس یہیں پر آئیں گے۔

میرے اُستاد مجلس میں پڑھا کرتے تھے کہ حضرت حبیبؓ ابن مظاہر کھڑے ہوئے۔

حضرت مسلمؓ ابن عوسجہ ناناؐ کے صحابی تھے' بُریر ہمدانیؓ باباؑ کے صحابی تھے اور حضرت حبیبؓ ابن مظاہر خود حضرت امام حسین علیہ السلام کے بچپن کے دوست تھے' بالکل اسی طرح بات کی جیسے بچپن کا دوست بات کرتا ہے۔

عرض کیا: اے آقا حسینؑ! آپؑ نے ٹھیک فرمایا' میں چلا جاؤں گا' لیکن ایک بات بتا دیں کہ اگر قیامت والے دن آپؑ کی والدہؑ نے مجھ سے شکایت کر دی کہ اے حبیبؓ! تم میرے حسینؑ کو چھوڑ کر آ گئے؟

بس آقا! آپؑ یہ بتا دیں کہ میں شہزادی فاطمہ سلام اللہ علیہا کو کیا جواب دوں گا؟

اپنے اصحاب کے اس عظیم الشان جذبے کو دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: حضرتِ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جیسے صحابی مجھے ملے ہیں ایسے صحابی کسی کو نہیں ملے۔

فرمایا: اچھا! جاؤ' اپنے اپنے خیموں میں عبادت کرو۔

مردوں کا امتحان تو ہو گیا' اب حضرت امام حسین علیہ السلام نے عورتوں کا امتحان لینا چاہا' حضرت امام حسین علیہ السلام نے ہر خیمے کے باہر سے دیکھا۔

کیا دیکھا؟

دیکھا کہ تمام عورتوں کی بھی یہی حالت ہے کہ ہر عورت کل کے جہاد کے لیے اپنی قربانی کو تیار کر رہی ہے' حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے حضرتِ عونؑ و محمدؑ کو

بٹھایا، کبھی ان کے دادا کے حالات بتاتی ہیں اور کبھی ان کے نانا کے، حضرت اُمّ فرویؑ نے قاسمؑ کو بٹھایا اور بار بار یہ جملہ کہہ رہی ہیں: قاسمؑ! تیرا باپؑ دنیا میں نہیں ہے، اگر وہ ہوتا تو سب سے پہلے امام حسینؑ پر اپنی جان کو قربان کرتا۔ حضرت لیلیٰؑ نے حضرت علی اکبرؑ کو اس طرح سے خیمے میں بٹھایا کہ چراغ ہاتھ میں لے کر بیٹے کا چہرہ دیکھ رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں: اے میرے بیٹے! تیری ماں آخری مرتبہ تیری زیارت کر رہی ہے، کل تو یہ چہرہ مٹی اور خون میں آلودہ ہوگا۔ ایک ایک خیمے میں حضرت امام حسین علیہ السلام جا رہے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ ہر بی بیؑ کل کے جہاد کے لیے اپنی اپنی قربانی کو تیار کر رہی ہے، لیکن صرف ایک بی بیؑ ہے جو رو رہی ہے وہ ہے، حضرت رُبابؑ۔

میں اکثر ایک جملہ کہا کرتا ہوں وہ یہ کہ میدانِ کربلا میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا اور حضرت اُمّ کلثومؑ نے جو جہاد کیا کائنات میں ایسا جہاد کسی مرد نے بھی نہیں کیا، لیکن پھر بھی مجھے زیادہ حیرت نہیں ہوئی، اس لیے کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا اور حضرت اُمّ کلثومؑ، مولا علی علیہ السلام کی بیٹیاں ہیں۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی بیٹیاں ہیں وہ جو بھی کریں کم ہے۔

ارے!

ہمارا سلام ہو، مولا علی علیہ السلام کی بہوؤں پر۔

حضرت لیلیٰؑ معصومؑ کے گھر میں پیدا نہیں ہوئیں، حضرت اُمّ فرویؑ نے کسی معصومہؑ ماں کا دودھ نہیں پیا، حضرت رُبابؑ کی رگوں میں کسی معصومؑ باپ کا خون نہیں ہے۔ اصل میں جہاد کر کے دکھایا وہ مولا علی علیہ السلام کی ان بہوؤں نے۔

شبِ عاشور کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے عجیب منظر دیکھا۔

کیا دیکھا؟

حضرت رُبابؑ ہیں' جو حضرت علی اصغر علیہ السلام کے گہوارے پر سر رکھے ہوئے رو رہی ہیں' حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت رُبابؑ کے خیمے میں داخل ہوئے۔

فرمایا: اے رُبابؑ! کیا بات ہے؟ رو کیوں رہی ہو؟

عرض کیا: آقا! میں اس لیے رو رہی ہوں کہ ہر بی بیؑ کل کے جہاد کی تیاری کر رہی ہے تو رہ رہ کر مجھے افسوس ہوتا ہے' میرے پاس کل قربان کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

آقا! اللہ نے مجھے کتنی بڑی نعمت دی ہے' غیر سادات گھر میں پیدا ہوئی اور ایک معصومؑ کی زوجہ بنی اور حضرتِ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی بہو بنی' لیکن قیامت کے دن یہ ساری بیبیاںؑ جب شہزادیؑ کے سامنے جائیں گی تو ہر ایک اپنی قربانی لے کر جائے گی' لیکن ہائے رُبابؑ! اللہ نے مجھے دو اولادیں تو دی ہیں' لیکن جو بڑی ہے وہ لڑکی ہے (سکینہؑ) اور لڑکیاں جہاد نہیں کر سکتی ہیں اور جو لڑکا ہے وہ اتنا چھوٹا ہے کہ گھٹنے کے بل چل کر بھی میدان میں نہیں جا سکتا۔

عزادارو!

مجھے نہیں معلوم کہ آقا نے کیا جواب دیا' لیکن میں ہاتھ جوڑ کر شہزادیؑ سے یہی کہتا ہوں: اے شہزادیؑ! آپؑ سمجھ رہی ہیں کہ آپؑ کے پاس کچھ نہیں ہے' لیکن آپؑ کی دونوں اولادیں ایسا جہاد کریں گی کہ سکینہؑ شام میں انقلاب لے کر آئے گی اور آپؑ کا اصغرؑ کل لشکرِ یزید کو رُلا دے گا۔

عزادارو!

خطیبِ اعظم مولانا غلام عسکری صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ ایک روایت پڑھا کرتے تھے۔

اٹھائیس رجب کا قافلہ جب مدینے سے چل رہا تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا تھا کہ صغریٰؑ نہیں جائے گی' تو اب حضرتِ صغریٰؑ بیبیوںؑ کے قریب آئی' حضرت رُبابؑ کے قریب آ کر عرض کیا: اماں! میں بیمار تھی' میرا بھیا اصغرؑ پیدا ہوا' اب تک میں نے اپنے بھیا اصغرؑ کو گود میں بھی نہیں لیا تھا یہی سمجھ کر کہ جب طبیعت ٹھیک ہو جائے گی تو اصغرؑ کو اُٹھاؤں گی' لیکن اصغرؑ تو اب جا رہا ہے' ذرا میرے بھیا اصغرؑ کو میری گود میں تو دے دیجیے۔

اصغرؑ کی عمر کیا تھی؟

دو ہفتے۔

حضرتِ علی اصغر علیہ السلام کو گود میں لیا۔

صغریٰؑ چھوٹے بھائی سے کہنے لگی: بھیا اصغرؑ! سب مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں' کیا تم بھی بہن کا ساتھ نہیں دو گے؟ تم بھی اپنی بہن کو اکیلا چھوڑ دو گے؟

بس!

یہ کہنا تھا کہ اصغرؑ بہن کی گود میں آ گیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا message آ رہا ہے: بہن زینبؑ! اب باہر آ جاؤ' دیر ہو رہی ہے' اس لیے کہ قافلہ تیار ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک بار فرمایا: چلو! بیبیوؑ! آگے بڑھو۔

تو حضرت رُباب آگے بڑھیں' حضرت صغریٰ کے قریب آ کر کہا: اصغرؑ بیٹا! میرے پاس آ جاؤ۔

اصغرؑ نہ آیا۔

حضرت لیلیٰ نے آگے بڑھ کر کہا: اصغرؑ! میری گود میں آ جاؤ۔

اصغرؑ نہ آیا۔

حضرت فروہؑ نے کہا: اصغرؑ! میری گود میں آ جاؤ۔

اصغرؑ نہ آیا۔

حضرت فاطمہ کبریٰ نے کہا: بھیا اصغرؑ! میری گود میں آ جاؤ۔

اصغرؑ نہ آیا۔

یہاں تک کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا: اصغرؑ! میری گود میں آ جاؤ۔

اصغرؑ صغریٰ کی گود سے آنے کو تیار نہیں۔ تین بار حضرت امام حسین علیہ السلام نے پیغام بھیجا' چوتھی مرتبہ خود تشریف لے آئے'

فرمایا: بہن زینبؑ! آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں جلدی مدینہ چھوڑنا ہے' اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا: بھیا! کیا کریں' اصغرؑ نہیں مان رہا' صغریٰ کی گود سے آنے کو تیار نہیں ہے۔

اب حضرت امام حسین علیہ السلام آگے بڑھے' اصغرؑ کے کان کے قریب جا کر ایک جملہ کہا۔

عزادارو!

پتا نہیں کیسا جملہ تھا اصغرؑ نے سنا' ایک بار تڑپ کر صغریٰؑ کی گود چھوڑ کر بابا حسینؑ کی گود میں آ گیا۔

مرحوم عسکری پڑھا کرتے تھے۔ کیا جملہ کہا؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اصغرؑ! میں تمھیں تمھاری بہن سے الگ نہ کرتا' تم رہتے صغریٰؑ کے پاس' لیکن کربلا میں جو جہاد کرتا ہے اس میں مجھے تمھاری ضرورت ہے' تمھارے بغیر میرا جہاد مکمل نہیں ہو سکتا۔

بس!

اتنا سننا تھا کہ اصغرؑ تڑپ کر باپ کی گود میں آ گیا۔

اب آئیے عاشور سہ پہر!

عاشور کی سہ پہر ایک وہ وقت آ گیا ہے کہ عباسؑ شہید ہو گئے' اکبرؑ شہید ہو گئے' قاسمؑ شہید ہو گئے' عونؑ و محمدؑ شہید ہو گئے' ایک عجیب حالت ہے' اکیلا رہ گیا میرا آقا:

ع آج شبیرؑ پر کیا عالم تنہائی ہے

بس!

جب اکیلے رہ گئے' ایک ٹیلے پر گئے' دائیں طرف دیکھا' بائیں طرف دیکھا' آواز دی:

هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا

جیسے ہی امامؑ نے یہ صدا بلند کی کہ خیموں سے بیبیوںؑ کے رونے کی آواز آنے لگی' حضرت امام حسین علیہ السلام ایک مرتبہ خیموں میں آئے۔

فرمایا: بہن زینبؑ! ابھی میں زندہ ہوں' یہ رونا کس لیے؟

کہا: بھیا! اِدھر آپؑ نے یہ درد بھری صدا بلند کی اُدھر اصغرؑ نے اپنے آپ کو جھولے سے زمین پر گرا دیا۔

شاید!

بابا کو یاد دلا رہا ہو کہ بابا! آپؑ نے مدینہ میں کہا تھا کہ آپؑ کو میرے جہاد کی ضرورت ہے' ابھی اصغرؑ زندہ ہے' ابھی یہ صدا بلند نہ کریں' ابھی آپؑ کا ایک ناصر ہے۔

عزادارو!

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اصغرؑ کو گود میں لیا' عبا کے دامن میں چھپایا' لشکرِ یزید کے سامنے آئے' لشکرِ یزید سمجھا شاید حضرت امام حسین علیہ السلام قرآن لا رہے ہیں' حضرت امام حسین علیہ السلام نے عبا کا دامن ہٹایا' کیا دیکھا کہ قرآنِ ناطق کا پارہ ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ارے! تم میرے خون کے پیاسے ہو' نا؟ بچے نے تو تمہارا کچھ نہیں بگاڑا' دیکھو! میرا بچہ کتنا پیاسا ہے؟ ہو سکے تو اسے تھوڑا سا پانی پلا دو۔

عزادارو!

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اصغرؑ کو جلتی ریت پر لٹا دیا اور پیچھے ہٹ گئے۔

فرمایا: شاید تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں اصغرؑ کا بہانہ بنا کر پانی خود پی لوں گا۔

ارے! خود آ کر پانی پلا دو۔

پھر بھی کوئی آگے نہ بڑھا' حضرت امام حسین علیہ السلام نے اصغرؑ کو زمین سے اُٹھایا۔

فرمایا: اصغرؑ بیٹا! تم حجتِ خدا کے پوتے ہو' تم خود ہی لشکرِ یزید کو بتا دو کہ تم کتنے پیاسے ہو۔

عزادارو!

شہزادےؑ نے ننھی سی سوکھی زبان نکالی' اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

بس!

یہ وہ موقع تھا کہ جب سارا لشکرِ یزید رونے لگا' عمر ابن سعد نے جب یہ منظر دیکھا تو گھبرا کر حرملہ کے قریب آیا۔

کہا: اے حرملہ! بچے نے قیامت کر دی ہے' میرا لشکر میرے خلاف جا رہا ہے۔

اِقطَع کَلَامَ الحُسَینِ

"حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔"

عزادارو!

حرملہ نے تیر نکالے۔

عرب میں ایک آدمی کی گردن توڑنے کے لیے ایک بھال کا تیر استعمال ہوتا تھا اور جب کسی گھوڑے کی گردن کو توڑنا ہوتا یا کسی درخت میں سوراخ کرنا ہوتا تو تین بھال کا تیر استعمال کیا جاتا تھا۔

ہائے!

کہاں تین بھال کا تیر اور کہاں اصغرؑ کا ننھا سا گلا؟

عزادارو!

حرملہ نے تین بھال کا تیر نکالا' کمان میں لگایا' ابھی تیر چلانا چاہتا ہے کہ حرملہ

کے ہاتھ کانپنے اور تیر اور کمان زمین پر گر پڑے' دوبارہ کوشش کی تو پھر تیر نہ چلا سکا'
یہاں تک جب تین بار تیر نہ چلایا گیا تو حرملہ کا دوست قریب آیا۔

کہا: اے حرملہ! اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ آج دنیا کا سب سے بڑا تیر انداز
کون ہے تو میں تیرا نام لوں گا۔

ارے! تُو ایک چھوٹے سے بچے سے ڈر گیا؟

حرملہ کہتا ہے: بچے کی بات نہیں ہے اِدھر تیر چلانا چاہتا ہوں اُدھر خیمے کا پردہ
اس طرح ہلتا ہے جیسے بچے کی ماں دَرِ خیمہ پر یہ منظر دیکھ رہی ہے۔

حرملہ کے دوست نے کہا: اچھا! میں تیری آنکھوں پر ہاتھ رکھتا ہوں۔

بس عزادارو!

اِدھر تیر چلا' اصغرؑ کے گلے میں لگا' اصغرؑ کا ایک سرے سے دوسرے سرے
تک سارا گلا چھد گیا۔

اِدھر ایک بار حسینؑ نے تیر نکالنا چاہا' اُدھر اصغرؑ کا سارا بدن تڑپنے لگا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اصغرؑ! مجھے پتا ہے کہ تیر بہت بھاری ہے'
مگر تم شیر خدا کے پوتے ہو' حسینؑ کے بیٹے ہو' عباسؑ کے بھتیجے ہو' میں تیر نکالتا ہوں
تڑپنا نہیں۔

عزادارو!

اب جو حضرت امام حسین علیہ السلام نے تیر نکالا' اب اصغرؑ نہیں تڑپا' مگر تیر کیا نکلا'
اصغرؑ کی جان بھی نکل گئی' ننھی سی گردن سے خون کا فوارہ بلند ہوا' اصغرؑ کا خون' امامؑ
نے چلو میں لیا' آسمان کی جانب اُچھالنا چاہا۔

آسمان سے آواز آئی: آقا! یہ بے گناہ خون نہ آنے پائے ورنہ کبھی بارش نہیں برسے گی۔

زمین پر پھینکنا چاہا۔

زمین سے آواز آئی: آقا! یہ معصومؑ کا خون نہ آنے پائے ورنہ کبھی سبزہ نہ اُگے گا۔

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمہارے خون کا ٹھکانا کہیں نہیں

عزادارو!

آقا نے اصغرؑ کا خون اپنے چہرے پر ملا۔

فرمایا: نانا (رسولؐ خدا) کے پاس جاؤں گا' اماں (فاطمہؑ) کے پاس جاؤں گا تو اپنے اصغرؑ کے خون کے ساتھ جاؤں گا۔

اب امامؑ' اصغرؑ کا لاشہ لے کر سات مرتبہ آگے بڑھے' سات مرتبہ پیچھے ہٹے آخر حضرت امام حسین علیہ السلام خیمے کی جانب بڑھے' ننھی سکینہؑ دوڑ کر آئی۔

عرض کیا: بابا! آپؑ اصغرؑ کو پانی پلا کر لے آئے؟

حضرت رُبابؑ کی نگاہ پڑی۔

کہا: ہائے میرا اصغرؑ ذبح ہو گیا۔

وَا اَصغَرَاہُ! وَا اَصغَرَاہُ!

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَىَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُوْنَ

مجلسِ ہشتم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالۡفَجۡرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشۡرٍ (سورۂ مبارکہ فجر، آیات ۱،۲)

"صبح کی قسم اور دس راتوں کی"۔

وَالۡعَصۡرِ ۝ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِيۡ خُسۡرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ

"(نماز) عصر کی قسم! بے شک انسان گھاٹے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے اور آپس میں حق کا حکم اور صبر کی وصیت کرتے رہے" (سورۂ مبارکہ عصر، آیات ۱ تا ۳)۔

قرآن کی دو سورتوں کی آیات کی تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے:

① سورۂ فجر ② سورۂ عصر

سورۂ فجر کی آیت ہے:

وَالۡفَجۡرِ (سورۂ مبارکہ فجر، آیت ۱)

"فجر کی قسم!"

سورۂ عصر کی آیت ہے:

وَالۡعَصۡرِ (سورۂ مبارکہ عصر، آیت ۱)

"عصر کی قسم!"

یہ کون سی فجر ہے اور یہ کون سی عصر ہے؟

یہ کربلا میں عاشورہ کا دن ہے کہ فجر سے جو جہاد شروع ہوا ہے وہ تھوڑی دیر کے بعد عصر میں مکمل ہونے والا ہے۔

قرآن کہہ رہا ہے کہ عاشور کی عصر یہ بتا رہی ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (سورۂ مبارکہ عصر، آیت ۲)

"تمام انسان خسارے میں ہیں۔"

وہ بھی جو میدانِ کربلا میں لشکرِ یزید کے ساتھ آئے ہیں اور وہ بھی جو اتنا بڑا ظلم دیکھ کر بھی خاموش ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں ایسے بزدل لوگوں کے لیے تین بار "ھَلْ مِنْ نَاصِرٍ" کی صدا بلند کی، مگر اسی سورہ نے کہا: ہاں! بہت کم سہی، بہت مختصر سہی لیکن ایسے انسان بھی ہیں جو کامیاب ہیں۔

کون ہیں وہ؟

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (سورۂ مبارکہ عصر، آیت ۳)

"جو ایمان لائے"۔

ایسا ایمان لائے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ان کو میدان سے بھیج رہے ہیں اور وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قدموں سے لپٹ گئے کہ نہیں آقا! ہم آپؑ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے، اگر آپؑ ٹھوکریں مار کر بھی نکالیں تب بھی ہم آپؑ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (سورۂ مبارکہ عصر، آیت ۳)

"اور اُنھوں نے نیک کام کیے۔"

عاشور کا دن دنیا کی سب سے بڑی نیکی کو صبح سے شامِ غریباں تک بیان کر رہا ہے۔ جیسے ہی عاشور کی فجر قریب آئی تو آقاؑ نے فرمایا: اکبرؑ! آج کا دن تمھاری اذان سے شروع ہوگا۔

علی اکبرؑ کا ماتم کرنے والے! علی اکبرؑ کے غم میں آنسو بہانے والے! بس یہ یاد رکھیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی فوج میں روزانہ اذان دینے کے لیے ایک الگ صحابی تھا' لیکن عاشور کی فجر کے وقت فرمایا: علی اکبرؑ کے ذریعے اذان دلوائی جائے۔ فرمایا: جب بھی کوئی لیلیٰؑ کے اکبرؑ کا ماتم کرے تو اسے علی اکبرؑ کی اذان بھی یاد آ جائے۔

عاشور کی دوپہر آئی' ظہر کا وقت آیا تو کربلا کی گرم ریت سے تیمم کیا گیا' سامنے سے تیر برس رہے ہیں' لیکن اس ماحول میں بھی کس اطمینان کے ساتھ آقاؑ نے نماز پڑھائی۔

جب عصر کا وقت قریب آیا اور ایک بار میرا آقاؑ جلتی ریت پر آیا تو اپنی پیشانی کو سجدے میں رکھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا سر سجدے میں رکھا تو تھا' لیکن پھر اپنا سر اُٹھایا نہیں' آخر شمر نے خنجر سے کاٹ کر نوک نیزہ پر بلند کیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام جب سجدے میں گئے تو پھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی پیشانی کو سجدہ گاہ سے بلند نہیں کیا' اب کربلا کی شامِ غریباں آئی تو جو سب سے پہلا عمل سیدانیوںؑ نے کیا وہ یہ تھا کہ مغربین کی نماز کو ادا کیا: عاشور شروع اکبرؑ کی اذان سے ہوئی' دوپہر کا وقت آیا' حسینؑ کی برستے تیروں میں ادا کرتے ہوئے نماز میں اور

عاشور ختم ہوتی ہے۔ ثانیِ زہرا سلام اللہ علیہا کی مفسرین کی نماز پر تمام انسان خسارے میں ہیں، مگر وہ لوگ جو عمل صالح انجام دے رہے ہیں:

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ (سورۂ مبارکہ عصر، آیت ۳)

"ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے ہیں۔"

جب حضرت مسلمؓ ابن عوسجہ گھوڑے سے گرے تھے اور آخری ہچکیاں لے رہے تھے اور آقا حسینؑ، حضرت مسلمؓ کے سرہانے آئے تو حضرت حبیبؓ بھی آقاؑ کے ساتھ تھے اور ایک بار حضرت حبیبؓ نے کہا تھا: اے مسلمؓ! تم دنیا سے جا رہے ہو، کوئی آخری وصیت ہے؟

حضرت مسلمؓ اس وقت اس قابل نہیں ہیں کہ کوئی بات کر سکیں۔ بس اپنی آنکھوں سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی جانب اشارہ کیا کہ اگر وصیت ہے تو یہی ہے کہ آقا حسین علیہ السلام کا خیال کرتے رہنا۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (سورۂ مبارکہ عصر، آیت ۳)

"ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے ہیں۔"

کربلا میں اس طرح سے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کر رہے ہیں کہ جہاد کرنے کے لیے جب اکبرؑ مقتل میں گئے تھے اور لڑتے لڑتے امامؑ کے پاس آئے اور آقا حسین علیہ السلام نے فرمایا تھا: علی اکبرؑ! تمھاری کوئی خواہش ہے؟

عرض کیا: بابا! پیاس بہت لگ رہی ہے۔ کلیجہ پھٹا جا رہا ہے، کہیں سے پانی مل سکتا ہے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا! یہاں پانی نہیں ہے، لیکن ایسا کرو کہ

میں اپنی زبان تمھارے منہ میں دیتا ہوں تم میری زبان کو چوسو تو شاید تمھیں کچھ پانی مل جائے۔

جب آقا حسین علیہ السلام نے اپنی زبان علی اکبرؑ کے منہ میں دی تو جوان بیٹا گھبرا کر عرض کرتا ہے: بابا! آپؑ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے۔

فرمایا: بیٹا! صبر کرو، تھوڑی دیر گزرے گی کہ تمھارا دادا ساقی کوثر تمھارے لیے کوثر کا جام پیش کرے گا۔

عزادارو!

حضرت امام حسین علیہ السلام کی زبان علی اکبرؑ کی زبان سے زیادہ سوکھی ہوئی ہے۔

کیوں؟

کربلا کے میدان میں سب سے بڑا جہاد میرے آقا حسین علیہ السلام نے کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ فجر سے لے کر عصر تک حسینؑ بار بار مقتل میں جاتے ہیں اور شہیدوں کے لاشے اٹھا اٹھا کر لاتے ہیں۔

اللہ رے!

عادل خدا کا عادل نمائندہ، کس شان سے حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے ایک ایک صحابی کے قریب جا رہے ہیں، ہر ایک کا لاشہ اٹھا رہے ہیں۔

ذرا خیال کریں!

جس حسینؑ نے اکبرؑ جیسے بنی ہاشمؑ کا لاشہ اٹھایا جس حسینؑ نے قاسمؑ کا لاشہ اٹھایا، وہی حسینؑ، حضرت جونؓ کے قریب جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ حضرت جونؓ کا لاشہ اٹھانے کے لیے کسی اور کو بھیجا جائے اور اکبرؑ کا لاشہ خود اٹھا کر لائیں۔

نہیں!

اگر اکبرؑ کا لاشہ حسینؑ اُٹھائے گا تو جونؓ کا لاشہ بھی اُٹھائے گا اور اس شان کے ساتھ اُٹھائے گا کہ میدانِ کربلا میں جب آقا حسین علیہ السلام حضرتِ جونؓ کے سرہانے گئے تھے۔

روایت تم نے سنی ہے نا؟!

آقا زمین کربلا پر بیٹھ گئے تھے۔

آقا کا یہ عمل ہم نے حضرتِ عباسؑ کے لیے دیکھا ہے یا یہ ہم نے حضرت جونؓ کے لیے دیکھا ہے۔

بس!

زمین کربلا میں بیٹھے اور اپنی گود میں عباسؑ کا سر لیا تھا یا جونؓ کا لیا تھا اور ایک بار حضرت جونؓ کے چہرے پر مسکراہٹ ہے۔

حضرتِ حبیبؓ ابن مظاہرؓ جب تک زندہ رہے ہر شہید کے سرہانے آقا حسین علیہ السلام کے ساتھ جاتے تھے جب جونؓ کے سرہانے آئے تو حضرت حبیبؓ نے کہا: مسکرا کیوں رہے ہو؟

حضرت جونؓ نے کہا: میں ہمیشہ غلام کہلواتا رہا' لیکن اے حبیبؓ! میں آج تم سے افضل ہو گیا ہوں' اس لیے کہ میرا سر میرے آقا کی گود میں ہے۔

عزادارو!

تمھارے علم میں ہے نا؟

جب حضرتِ جونؓ مقتل کی طرف جا رہے تھے تو بڑے مایوس تھے۔

آپؑ نے عرض کیا: آقاؑ! میرا رنگ کالا ہے' میرا پسینہ بدبودار ہے' میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنا خون بنو ہاشمؑ کے خون کے ساتھ ملاؤں کہ نہ ملاؤں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس وقت ہاتھ اُٹھا کر دعا کی تھی:

اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھَهٗ

"اے خدا! اس کے چہرے کو نورانی کر دے اور اس کے پسینے کو خوش بودار کر دے۔"

واقعہ کربلا کے بعد جب سیدالساجدین علیہ السلام لاشوں کو دفن کرنے کے لیے آئے تو حضرتِ جونؓ کے لاشے کو اس خوش بو کی وجہ سے پہچانا جو آقا حسین علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں پیدا ہوئی تھی۔

آقا' اکبرؑ سے زیادہ پیاسا ہے' آقا' اکبرؑ سے زیادہ تھکا ہوا ہے' صبح سے لے کر جس نے آقا کو پکارا' میرا آقا ذوالجناح پر سوار ہو کر گیا' مسلمؓ ابن عوسجہ کا لاشہ اُٹھا کر لائے' حضرتِ جونؓ کا لاشہ اُٹھا کر لائے' حضرتِ حبیبؓ کا لاشہ اُٹھا کر لائے' حضرت ہلال ابن بجلیؓ کا لاشہ اُٹھا کر لائے' حضرتِ عونؑ و محمدؑ کے لاشے اُٹھا کر لائے' حضرتِ قاسمؑ کے بدن کے ٹکڑے لائے' حضرتِ اکبرؑ کا لاشہ اُٹھائے' حضرت عباسؑ کے سرہانے گئے اور پھر وہ وقت آ گیا کہ حضرتِ اصغرؑ کی ننھی سی قبر کو کربلا کے میدان میں تیار کیا' جب حضرتِ اصغرؑ کی قبر تیار ہو گئی تو اب میرا آقا خیموں میں آیا۔

ذکرِ مصائب: شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام

عزادارو!

بس!

یہی وہ وقت ہوگا۔

امامِ مظلوم علیہ السلام ایک بار خیمے میں آئے۔

اچھا! ذرا عجیب بات سنیے!

جب سے حضرت امام حسین علیہ السلام مدینے سے چلے اس وقت سے ہر کام حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا کے مشورے سے ہو رہا ہے' ہر کام میں حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا کو بلایا جا رہا ہے' لیکن آج جو حضرتِ اصغرؑ کی ننھی سی قبر بنا کر میرا آقا اپنے خیمے میں آتا ہے۔

دیکھیے!

یہ جملے عام طریقے سے نہ سنیے بل کہ پہلے شہزادی فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ایک نصیحت و وصیت سنیے:

اے میرے بیٹے کے ذاکر! میرے بیٹے کی رُخصتی کا حال ضرور بیان کرنا۔

عزادارو!

حضرتِ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا' حضرت امام حسین علیہ السلام کی رُخصتی کے مصائب سب سے زیادہ سننا چاہتی ہیں۔

اب یہ رُخصتی کے مصائب شروع ہوئے!

ایک بار خیمے میں آئے' آج زینبؑ کو نہیں بلایا' بل کہ حضرت فضہؑ کو بلایا۔

فرمایا: اماں فضہؑ! میرا ایک کام کر دے' اس خیمے میں جاؤ جہاں سامان رکھا ہے اور جو میرا پرانا کرتہ ہے اسے لے کر آ' مگر ایک بات کا خیال رکھنا وہ یہ ہے کہ

اس طرح چھپا کر لانا کہ ایسا نہ ہو کہ میری بہن زینبؑ کی نگاہ پڑ جائے۔

حضرت فضہؑ گئیں، اس خیمے سے حضرت امام حسین علیہ السلام کا کُرتہ لے کر آئیں اور چھپا کر لا رہی ہیں اور اُدھر حضرت زینب سلام اللہ علیہا بھی بے چین و بے قرار تھیں کہ ارے! یہ فضہؑ اس خیمے میں کیوں گئی ہے؟

جب حضرت فضہؑ باہر آئیں۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: اماں فضہؑ! یہ تو بتاؤ کہ تم یہ کیا لے کر جا رہی ہو؟ حضرت فضہؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: فضہؑ! کوئی بات ضرور ہے، بتا کیا لے کر جا رہی ہو؟

حضرت فضہؑ خاموش ہے۔

تیسری بار حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے تڑپ کر فرمایا: فضہؑ! تجھے میری ماں فاطمہؑ کے حق کا واسطہ! مجھے یہ بتا کہ تُو کیا لے کر جا رہی ہے؟

حضرت فضہؑ نے عرض کیا: شہزادیؑ! کوئی خاص بات نہیں ہے دیکھیے یہ میں اپنے آقا کا کُرتہ لے کر جا رہی ہوں۔

عزادارو!

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کُرتہ دیکھا تو گھبرا گئیں۔

فرمایا: فضہؑ! یہ کیوں کہہ رہی ہو کہ کُرتہ لے کر جا رہی ہو، بلکہ یہ کہو کہ میرے بھیا کا کفن لے کر جا رہی ہو۔

حضرت فضہؑ نے عرض کیا: شہزادیؑ! یہ آپؑ نے کیا کہہ دیا؟

حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: میں یہ کُرتہ پہچانتی ہوں' اس لیے کہ ایک مرتبہ میری ماں فاطمہؑ مدینہ میں یہ کُرتہ سیتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں' میں نے پوچھا تھا: اماںؑ! یہ آپؑ کُرتہ سیتے ہوئے رو کیوں رہی ہیں؟

اماںؑ نے فرمایا تھا: بیٹی! جب کربلا میں میرے بیٹے کے گلے پر قاتل کا خنجر چلے گا تو اس وقت میرا حسینؑ یہی کُرتہ پہنے ہوئے ہوگا۔

بس عزادارو!

حضرت امام حسین علیہ السلام نے کُرتہ پہنا اور امامؑ خیموں کے صحن میں آئے' جیسے ہی حسینؑ وہاں پر آئے تو ہر بی بیؑ دیکھ رہی ہے' اب میرے آقاؑ نے ایک ایک بی بیؑ کا نام لے کر الوداعی سلام کرنا شروع کیا' ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نگاہ حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا پر پڑی' سلام کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا اُخْتِی زَیْنَبُ وَاُمِّ كُلْثُوم

"اے میری بہن زینبؑ واُمّ کلثوم! میرا آخری سلام قبول کرو۔"

ایک بار حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں کو دیکھا اور سلام کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا فَاطِمَةَ الْكُبْرٰی وَالسَّكِینَه

"اے میری بیٹی فاطمہؑ وسکینہؑ! بابا کا آخری سلام قبول کرو۔"

ایک بار حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی بیویوں کو دیکھا اور سلام کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا لَیْلٰی

اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا رَبَابُ

"اے لیلیٰؑ ورُبابؑ! میرا آخری سلام قبول کرو۔"

ایک بار حضرت امام حسین علیہ السلام کی اصحابِ امامؑ کی بیواؤں پر نگاہ پڑی تو سلام کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَی اللَّائِی قُتِلَ اَوْلَادُهُنَّ وَ اَزْوَاجُهُنَّ فِی نُصْرَتِی

''میرا سلام ہو ان بیبیوںؑ پر جن کے بیٹے اور شوہر میری مدد کرتے ہوئے مارے گئے۔''

اب ذرا خیمہ پر نگاہ پڑی تو حضرت فضہؑ کھڑی تھیں ان کو بھی سلام کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا اُمِّی فِضَّه

''اے میری اماں (فضہؑ!)! آپؑ بھی میرا سلام لیجیے۔''

جب سب کو سلام کر لیا تو آخر میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے کہا: بہن زینبؑ! ذرا میرے ساتھ سجادؑ کے خیمے میں چلو۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا: بھیا! سجادؑ کے خیمے میں مجھے ساتھ کیوں لے جا رہے ہو؟

فرمایا: بہن زینبؑ! صبح کی بات الگ تھی، دوپہر کی بات الگ ہے اور اس وقت کی بات الگ ہے اس وقت سر سے پیر تک میں اتنا زخمی ہوں کہ جوان بیٹا اگر لپٹ جائے تو کوئی الگ کرنے والا ہو۔

عزادارو!

کیا میں اپنے آقا سے ایک جملہ نہ کہوں؟

آقا! اگر جوان بیٹا بوڑھے باپ سے لپٹے تو الگ کرنے کے لیے زینبؑ جیسی مہربان کو بلایا، لیکن جب شامِ غریباں میں سکینہؑ آپؑ کے لاشے سے لپٹے گی تو

شمر کے طمانچے پڑیں گے یا عمر ابن سعد کے کوڑے پڑیں گے۔

بس!

امام علیہ السلام، حضرتِ سجادؑ کے خیمے میں آئے' حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا بھتیجے کے سرہانے بیٹھیں' شانے کو ہلایا۔

کہا: بیٹا سجادؑ! ذرا آنکھیں کھولو۔

حضرتِ سجادؑ نے آنکھیں کھولیں۔

حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے سوال کیا: بیٹا! اب کیسی طبیعت ہے؟

فرمایا: خدا کا شکر ہے' لیکن پھوپھی اماں! اس وقت آپؑ کیسے آئیں؟

کہا: سجادؑ! اس وقت تیرا بابا! تیرے پاس آخری رُخصت کے لیے آیا ہے۔

بس!

اتنا سننا تھا کہ گھبرا کر میرا بیمار امامؑ بستر سے کھڑا ہونے لگا' لیکن ہائے میرا امامؑ اتنا کم زور ہو چکا ہے اور اتنا بیمار ہے کہ بستر پر گر پڑے' تین بار کوشش کی' لیکن کھڑا نہ ہوا گیا۔

کہا: پھوپھی اماں! ذرا سہارا دے کر مجھے کھڑا کریں میرا بابا آیا ہے۔

حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے سہارا دے کر کھڑا کیا۔

جب امامِ سجادؑ کھڑے ہوئے اور بابا کو دیکھا تو عرض کیا: بابا! آپؑ کی یہ کیا حالت ہے؟

فرمایا: تیرے بھائیوں کی لاشیں اُٹھا اُٹھا کر آ رہا ہوں' لیکن تیرے پاس اس لیے آیا ہوں کہ اے بیٹا سجادؑ! جب قیدوں سے رہا ہو کر مدینے میں جانا اور کوئی شیعہ

ملنے آئے تو کہا: اے حسینؑ کے شیعو! آقاؑ نے تمھیں بھی آخری وقت سلام کیا تھا۔

عزادارو!

امام حسین علیہ السلام کا سلام لو! امام حسین علیہ السلام آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔

اس کے بعد پھر میرا مولاؑ صحن خیمہ میں آیا' ذوالجناح پر سوار ہونا چاہا کہ دائیں بائیں دیکھا تو فرمایا: ارے! ہے کوئی جو میری سواری کو پکڑے' تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں۔

عزادارو!

اس وقت کوئی نہیں تھا جو آقاؑ کو جواب دیتا' لیکن ایک بار پھر علیؑ کی بیٹی زینبؑ آگے بڑھی اور کہا: بھیا! اگر کوئی تجھے سوار کرانے والا نہیں ہے تو تیری بہن زینبؑ جو موجود ہے' میں تجھے سوار کراتی ہوں۔

حسینؑ گھوڑے پر سوار ہوئے' مقتل کی جانب جانا چاہتے ہیں' ذوالجناح کو ایڑھ لگائی' لیکن ذوالجناح آگے نہیں بڑھا۔

امامؑ نے فرمایا: اے ذوالجناح! آگے کیوں نہیں بڑھتا؟

ایک بار ذوالجناح نے جھک کر زمین کربلا کی طرف دیکھا اور اپنے سُموں کی طرف اشارہ کیا۔

جب امامؑ نے ذوالجناح کے سُموں کی طرف دیکھا تو کیا دیکھا کہ ننھی سکینہؑ گھوڑے کی پچھلی ٹانگوں سے لپٹی ہوئی ہے اور کہہ رہی ہے: اے ذوالجناح! میرے بابا کو مقتل میں نہ لے جا' جو بھی صبح سے گیا ہے واپس نہیں آیا' مجھے یتیم نہ کر۔

امامؑ گھوڑے سے اُترے' سکینہؑ کو گود میں لیا۔

فرمایا: بیٹی سکینہؑ! کیا بات ہے؟

عرض کیا: میں آپؑ کو نہیں جانے دوں گی۔

فرمایا: مجھے جانے دے، شاید میں تیرے لیے پانی لے کر آ جاؤں۔

عزادارو!

تین دن سے پیاسی سکینہؑ، بار بار پانی مانگنے والی سکینہؑ نے جب یہ سنا تو کہا: بابا! مجھے پانی نہیں چاہیے، یہی کہہ کر میرا چچا عباسؑ گیا تھا، لیکن پانی بھی نہ آیا اور چچا بھی نہ آیا۔

عزادارو!

امامؑ نے بچی کو اپنی گود میں بٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔

اب جو بچی کو بابا کا سینہ ملا تو سکینہؑ کو نیند آ گئی اور اِدھر سوئی اُدھر جاگ گئی۔

عرض کیا: بابا! ذرا مجھے گود سے تو اُتار دیجیے۔

امامؑ نے سکینہؑ کو گود سے اُتارا۔

عرض کیا: جائیے بابا! خدا حافظ، اب مرنے کے بعد ملیں گے۔

امامؑ نے فرمایا: سکینہؑ! اب تو مجھے روک رہی تھی اور ابھی مجھے بھیج رہی ہے؟

عرض کیا: بابا! جیسے ہی میری آنکھ لگی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میری دادی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا آئی ہے اور کہہ رہی ہے: سکینہؑ بیٹی! میرے حسینؑ کا راستہ نہ روک، اب وہ وقت آ گیا جس کے لیے میں نے چکیاں چلا چلا کر اپنے لالؑ کو پالا تھا۔

بابا! اب آپؑ جائیے، خدا حافظ۔

اب حسینؑ چلے' میدان میں پہنچے' جہاد شروع کیا' امامؑ نے تین حملے ایسے کیے کہ سارا لشکر یزید میدان چھوڑ کر بھاگا اور لشکر کا آخری سرا کوفہ کے دارالامارہ سے ٹکرانے لگا مگر پھر وہ وقت آ گیا جس کے لیے فاطمہؑ نے حسینؑ کو پالا تھا' اب تیر چل رہے' تلواریں چل رہی ہیں' نیزے برس رہے ہیں' یہاں تک پتھر مارے جا رہے ہیں' اب میرا آقا ذوالجناح پر ڈگمگانے لگا' حرملہ کا تیسرا تیر چلا' حسینؑ کی پیشانی میں لگا' آقا ذوالجناح کی زین سے زمین کربلا کی طرف آئے اور اُدھر حضرت زینب سلام اللہ علیہا گھبرا کر سجادؑ کے پاس گئیں۔

تاریخوں میں لکھا ہے کہ اس وقت کربلا میں تین چیزیں ظاہر ہوئیں:

(۱) یہ کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا دائیں سے بائیں دیکھ رہی ہیں کہ میرا بھیا کہاں ہے؟

(۲) ایک چیز آسمان سے زمین کی طرف آ رہی ہے یہ جبرئیلؑ امین ہیں جو حسینؑ کا ماتم کرتے آ رہے ہیں۔

(۳) ایک چیز زمین سے آسمان کی جانب جا رہی ہے۔

یہ کون سی چیز ہے؟

حضرت زینب سلام اللہ علیہا حضرت سجادؑ کے پاس آئیں۔

فرمایا: بیٹا سجادؑ! میرا بھیا جب تک ذوالجناح پر سوار تھا تو نظر آ رہا تھا' لیکن اب میرا بھیا نظر نہیں آ رہا' وہ ذوالجناح سے گر گیا' لیکن ابھی میں نے اماںؑ کے رونے کی آواز سنی ہے' زمین کربلا میں زلزلہ ہے' سورج کو گہن لگا ہوا ہے' آندھیاں چل رہی ہیں اتنا بتا دے میرا ماں جایا کس حال میں ہے؟

حضرت سجادؑ نے کہا: پھوپھی اماںؑ! مجھے سہارا دے کر دروازے تک لے جایئے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے سہارا دیا' درِ خیمہ پر لے آئیں' سجادؑ نے پردہ ہٹایا' دائیں طرف دیکھا' باباؑ نظر نہ آئے' بائیں طرف دیکھا' باباؑ نظر نہ آئے' آخر میں آسمان کی طرف دیکھا تو ایک مرتبہ کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: بیٹا! آسمان کی طرف دیکھ کر کسے سلام کر رہا ہے؟

حضرت سجاد علیہ السلام نے کہا: پھوپھی اماںؑ! وہ دیکھیے ابھی ابھی میرے باباؑ کا سر تن سے جدا کر کے نوکِ نیزہ پر بلند کیا گیا ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّـآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلسِ نہم

(شامِ غریباں)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ۝ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ (سورۂ مبارکہ بقرہ، آیات ۱۵۵،۱۵۶)

"اور ہم تمھیں کچھ خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے ضرور آزمائیں گے اور (اے رسولؐ!) ایسے صبر کرنے والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت آ پڑی تو وہ (بے ساختہ) بول اُٹھے ہم تو خدا ہی کے ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔"

کربلا میں شامِ غریباں آ گئی۔ ایک کل کی رات تھی اور ایک آج کی رات ہے، لیکن ان دو راتوں کا فرق بیان کرنے سے پہلے یہ عرض کردوں کہ کربلا یقیناً ایک مقتل تو ہے کہ جہاں پر یہ ساری شہادتیں دی گئیں، لیکن ساتھ میں کربلا ایک مکتب بھی

ہے کہ ہر شہادت اور ہر مصیبت کے ساتھ ہماری اور آپ کی ہدایت کے لیے کوئی نہ کوئی پیغام ملتا رہا' چناں چہ شامِ غریباں کا آغاز بھی تین اہم ترین پیغامات کو لے کر آیا ہے لیکن تینوں کو میں آج نہیں بیان کر رہا ہوں بل کہ صرف دو باتیں کروں گا اور وہ بھی بہت مختصر' اس وقت کربلا میں اس سارے قافلے کی قیادت مظلوم آقا کے ہاتھ میں تھی جب تک کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا کٹا سرِ نوکِ نیزہ پر بلند نہ ہوا اور اِدھر یہ سرِ نوکِ نیزہ پر بلند ہوا اُدھر یہ قافلہ حضرتِ زینبِ کبریٰ سلام اللہ علیہا کے ہاتھ میں چلا گیا۔

کون ہے زینبؑ ؟

حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا کا لقب خالی ثانی زہراؑ نہیں ہے' بل کہ حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا کا ایک لقب شریکۃ الحسینؑ بھی ہے' اُمّ المصائب بھی ہے' وارثہ علیؑ و فاطمہؑ بھی ہے اور حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا کا ایک لقب عقیلہ بنی ہاشمؑ بھی ہے۔ پورے بنی ہاشمؑ میں عقل کے اعتبار سے زینبؑ کے برابر کوئی نہیں ہے اور میرے چوتھے امامؑ کا فرمان ہے:

أَنْتِ عَالِمَةٌ غَيْرُ مُعَلَّمَةٍ

''پھوپھی اماںؑ ! آپؑ کا علم اتنا ہے اور آپؑ کا علم ایسا ہے کہ آپؑ کو کسی سے علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''آپؑ عالمہ بھی ہیں اور عقیلہ بھی ہیں۔''

تو کیا جو ہمارے مدارس میں پڑھنے والا ایک بچہ یہ مسئلہ جانتا ہے تو کیا حضرتِ زینبِ کبریٰ سلام اللہ علیہا کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا کہ جب جان خطرے میں

ہو تو حجاب معاف ہو جاتا ہے؟ اتنا معمولی سا مسئلہ جو ہمارے مدرسہ کا ایک بچہ بھی جانتا ہے تو کیا عقیلہ بنی ہاشمؑ" کیا عالمہ غیر معلمہؑ" کیا وارثہ علم علیؑ اور فاطمہؑ" کیا شریکۃ الحسینؑ کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا؟

اگر جانتی تھیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت سجادؑ کے پاس جا کر فرمایا: بیٹا سجادؑ! آنکھیں کھولو تمھاری پھوپھی تمھاری امامت میں تم سے پہلا مسئلہ یہ پوچھنے آئی ہے کہ اب ہم کیا کریں؟

اصل میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا مسئلہ نہیں پوچھ رہی تھیں بلکہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا یہ پیغام دے رہی تھیں کہ اسلام اور شریعت بچوں کا کھیل نہیں ہے کہ ہر کس و ناقص جب دل چاہے اپنی رائے قائم کرے اور اپنی طرف سے مسئلہ بنا دے، ہر مسئلہ حجت خدا سے پوچھا جاتا ہے، جب امامؑ ظاہر ہوں تو وہ حجت خدا ہیں اور جب امامؑ غائب ہوں تو جسے وہ اپنا نمائندہ بنا کر گئے ہیں وہ امامؑ کی طرف سے ہم پر حجت ہے۔

آج کربلا کے حوالے سے جس کو بھی دیکھیے اور شریعت کے حوالے سے بھی جسے دیکھیے اپنی رائے دیتا ہے۔ قرآن کا پتا ہے، نہ حدیث کا علم ہے، بس ہر مسئلے میں زبان کھولنے کو تیار ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا کہ زلزلہ ہے، آندھیاں ہیں، سورج کو گہن لگا ہے، میرے گھرانے کے اٹھارہ لاشے جلتی ریت پر پڑے ہوئے ہیں اور خیمے جل رہے ہیں، لیکن میں اتنا اہم پیغام ضرور دوں گی۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے پہلی ذمہ داری یہ بتائی کہ اپنی طرف سے

شریعت میں زبان نہ کھولو۔

زینبؑ جیسی شریکۃ الحسینؑ، عقیلہ بنی ہاشمؑ اور عالمہ غیر معلمہ بھی پہلے امام وقتؑ سے مسئلہ پوچھتی ہیں پھر بتاتی ہیں۔

دوسری بات؟

کیوں کہ اب کربلا کا میدان حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا کے حوالے ہے اس لیے دوسری بات بھی حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا کے ذریعے سے ہے۔

کربلا کے واقعہ کے بہت بعد کسی نے مدینے میں میرے چوتھے امامؑ (زین العابدین علیہ السلام) سے شامِ غریباں کے حوالے سے ایک سوال کیا۔ دو سوال کیے گئے تھے، جن میں سے ایک ابھی آ رہا ہے، کیوں کہ اس میں ایک پیغام ہے اور ایک روایت بعد میں آئے گی، کیوں کہ وہ غم کا بیان ہے۔

یہ یاد رکھیے گا کہ جب میرے مظلوم آقا کا کٹا سر نوکِ نیزہ پر بلند ہوا تو سورج کو گہن لگ گیا تھا، دن کا وقت تھا، لیکن روشنی بہت کم ہو گئی تھی۔ سوال کرنے والا پوچھتا ہے: مولاؑ! میں کربلا میں نہیں تھا، لیکن جو لوگ کربلا میں تھے، وہ یہ بتا رہے ہیں کہ جب شامِ غریباں قریب آئی اور خاص طور پر جب خیموں میں آگ لگی تو سارا گھرانہ آپؑ کا بے چین اور پریشان ہو گیا تھا۔ بچے الگ رو رہے تھے، بیبیاںؑ الگ فریاد کر رہی تھیں، کسی کی زبان پر تھا: وَا جَدَّاہُ، کوئی کہہ رہی تھی: وَا عَلِیَّاہُ، کوئی آواز دے رہی تھی: وَا عَبَّاسَاہُ، مگر ایک بی بیؑ تھی جس نے سرخ رنگ کی چادر اُوڑھ رکھی تھی وہ بی بیؑ کبھی بچوں کو تسلی دیتی تھیں، کبھی سیدانیوںؑ کو دلاسا دیتی تھیں یہاں تک کہ جب آپؑ کا خیمہ جلا اور آپؑ غشی کی حالت میں تھے تو آپؑ کے خیمے میں جا

کر جلتے ہوئے خیمے سے آپؑ کو باہر لائی تھیں۔

مولاؑ! ایسے حالات میں وہ کون بی بیؑ تھیں جو اتنے بڑے صبر کا مظاہرہ کر رہی تھیں؟

میرے چوتھے امامؑ نے سر جھکا کر فرمایا: وہ میری پھوپھی ثانی زہرا زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا تھیں۔

راوی کہتا ہے: مولاؑ! ایک بات بتایئے۔

فرمایا: کیا بات ہے؟

اس نے عرض کیا: مولاؑ! کیا شامِ غریباں میں آپؑ کی پھوپھیؑ کو کوئی سفید رنگ کی چادر نہیں ملی کہ وہ سرخ رنگ کی چادر اُوڑھ کر خیموں سے نکلی تھیں؟

عزادارو!

آپؑ کیا رو رہے ہیں جو میرا آقا سجادؑ رویا۔ ایک مرتبہ روتے روتے فرمایا: اے شخص! تُو نے میرے کلیجے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ارے! میری پھوپھیؑ کی چادر سرخ نہیں تھی' بلکہ سفید تھی۔

راوی عرض کرتا ہے: مولاؑ! جو لوگ کربلا کے میدان میں تھے وہ دیکھ رہے تھے کہ چادر سرخ رنگ کی تھی؟

امامؑ نے فرمایا: اے شخص! چادر تو سفید تھی' لیکن جب خیمے میں میرے بھائی اکبرؑ کا لاشہ آیا اور میری پھوپھیؑ ہائے بیٹا اکبرؑ کہہ کر جوان کے لاشے پر گریں تو میرے بھائی اکبرؑ کے سینے سے نکلنے والے خون نے میری پھوپھی زینبؑ کی سفید چادر کو سرخ کر دیا۔

عزادارو!

میرا سوال یہ ہے کہ اس میں حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے پیغام کیا دیا؟

حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے پیغام یہ دیا کہ میں خیمے میں ہوں کوئی نامحرم نہیں ہے' خیمے میں خالی خواتین کے درمیان اور اکبرؑ جیسے جوان کا ماتم۔

ارے!

ماں پاگل ہو جائے اگر کسی ماں کا اکبرؑ جیسا بیٹا مارا جائے۔

اکبرؑ جیسے جوان کا ماتم بھی ہو تو زینبؑ چادر نہیں اُتارے گی' بل کہ چادر پہن کر ماتم کرے گی۔

خیمے میں' عورتوں کے درمیان' اکبرؑ جیسے جوان کا اتنا بڑا غم' لیکن اس میں بھی خدا کے حکم کی مخالفت نہیں ہو سکتی۔

کیا ہمارے مردوں اور عورتوں کے لیے اکبرؑ کے لاشے پر چادر کا پیغام بھی اتنا اہم نہ بنا کہ شامِ غریباں کے بعد بھی اپنے حجاب کا خیال رکھا جائے؟

ہمارا سلام ہو عقیلہ بنی ہاشمؑ' وارثہ علیؑ اور فاطمہؑ اس زینبؑ کبریٰ پر۔ حسینؑ اب یہ قافلہ حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا کے حوالے کر کے گئے۔

عزادارو!

عاشور کی سہ پہر تک زینبؑ زینبؑ تھی لیکن عاشور کی سہ پہر کے بعد اب زینبؑ خالی زینبؑ نہ رہی بل کہ جیسا وقت پڑا تو اس وقت کبھی زینبؑ عباسؑ بنی' کبھی زینبؑ اکبرؑ بنی' کبھی زینبؑ حسینؑ بنی اور کبھی بازاروں میں زینبؑ علیؑ بنی' لیکن ابھی زینبؑ سید الساجدینؑ کے ذریعے سے ماں جائے کا کٹا ہوا سر دیکھ کر خیمے

میں آئی تو زینبؑ کے کان میں گھوڑے دوڑنے کی آوازیں آنے لگیں۔

ابھی زینبؑ خیمے میں آ کر بیٹھی ہے کان میں گھوڑے دوڑنے کی آوازیں آئیں۔

گھبرا کر فرمایا: اماں فضہؓ! ذرا دیکھ کر آنا میرا بھیا مارا گیا ہے لیکن اب یہ گھوڑے کس لیے؟

حضرتِ فضہؓ باہر نکلیں تو بڑا عجیب منظر دیکھا اور یہ دیکھا کہ عمر ابن سعد ملعون کہہ رہا ہے: اے میرے سپاہیو! تم تو عرب کے رہنے والے ہو جب ہم کسی سے انتقام لیتے ہیں تو اس کے لاشے کو پامال بھی کرتے ہیں' گھوڑوں کو تیار کرو ایک ایک لاشے کو پامال کیا جائے گا۔

اِدھر گھوڑے تیار ہوئے' اُدھر حضرت حبیبؓ ابن مظاہر کا قبیلہ آگے بڑھا۔

کہا: اے عمر ابن سعد! حبیبؓ نے بڑی غلطی کی چناں چہ وہ مارا گیا' لیکن اب ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے' ہماری غیرت کے خلاف ہے کہ ہمارے سامنے حبیبؓ کا لاشہ پامال ہو۔

عمر ابن سعد نے کہا: حبیبؓ سے میرا کون سا اتنا بڑا جھگڑا تھا اچھا یہ لاشہ لے جاؤ۔

یہ دیکھ کر حضرتِ حُرؓ کی فوج آگے بڑھی۔ کہا: یقیناً ہمارے سردار نے غلطی کی ہے لیکن سزا پالی ہے' اب ہم یہ برداشت نہیں کریں گے کہ ہمارے سامنے حُرؓ کا لاشہ پامال ہو۔

کہا: اچھا! یہ لاشہ بھی لے جاؤ۔

ایک ایک شہید کا لاشہ اُٹھا لیا گیا' کسی کا رشتہ دار آتا ہے' کسی کا دوست آتا

ہے کسی کے قبیلے والے آتے ہیں سارے لاشے اُٹھائے گئے یہاں تک کہ علی اکبرؑ کا لاشہ بھی لے جایا گیا لیکن کربلا کی ریت پر ایک اکیلا لاشہ رہ گیا ہے جس کو اُٹھانے والا کوئی نہ آیا اور کوئی نہیں ہے جو آکر کہے: اے عمر ابن سعد! یہ رسولؐ کے نواسے کا لاشہ ہے یہ علیؑ کے بیٹے کا لاشہ ہے یہ فاطمہ زہراؑ کے لختِ جگر کا لاشہ ہے۔

ارے!

علی اکبرؑ زندہ ہوتا تو بابا کا لاشہ بچانے آتا۔

حضرت فضہؓ نے یہ منظر دیکھا۔

آواز دی: شہزادیؑ! ذرا باہر آکر دیکھیے۔

زینبؑ باہر آئیں تو دیکھا کہ ماں جائےؑ کا لاشہ ہے اور گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔

بس!

ایک بار زینبؑ نے مدینے کا رُخ کیا' آواز دی: نانا رسولؐ اللہ! جس حسینؑ کو آپؐ سینے پر سلایا کرتے تھے اس حسینؑ کے سینے پر گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔

عزادارو!

خالی لاشہ حسینؑ پر گھوڑے نہیں دوڑے بلکہ اِدھر لاشہ پامال ہوا اُدھر یہ سارے گھوڑے مڑے اور خیموں کی جانب آنے لگے' خیمے جلے' آگ کے شعلے بلند ہوئے' بیبیاںؑ ایک خیمے سے دوسرے خیمے میں گئیں' دوسرے سے تیسرے میں گئیں' یہاں تک آخری خیمے میں آ گئیں۔

عزادارو!

چاروں طرف سے آگ لگی ہوئی ہے' سارا گھرانہ آخری خیمے میں ہے اور ہر

بی بیؑ زینبؑ کو دیکھ رہی ہے اور کہہ رہی ہے: شہزادیؑ! آقاؑ نے ہمیں آپؑ کے حوالے کیا ہے اب آپؑ بتایئے کہ ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ آپؑ کہیں تو ہم آگ میں جل کر مر جائیں؟

حضرت زینب سلام اللہ علیہا قریب آئیں اور فرمایا: ٹھہرو پہلے اپنے امامِ زمانہؑ سے پوچھ لوں۔

سجادؑ کو بیدار کیا: بیٹا سجادؑ! یہ بتاؤ ہماری ذمہ داری کیا ہے؟

آقاؑ نے فرمایا: پھوپھی اماںؑ!

عَلَیکُنَّ بِالصَّحرَآء

"اب پردہ ساکت ہو گیا ہے ان بیبیوںؑ کو لے کر جنگل میں نکل جایئے۔"

عزادارو!

ساری بیبیاںؑ جلتے ہوئے خیموں سے نکل گئیں۔

کربلا کے بعد کسی نے پوچھا تھا: آقا سجادؑ! جب یہ سارا گھرانہ خیمے سے نکلا تو کس طرح نکلا تھا؟

آقاؑ کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔

فرمایا: اگر یہ تسبیح ٹوٹ جائے تو جس طرح تسبیح کے دانے بکھر جاتے ہیں اس طرح کربلا کے جنگل میں نبیؐ زادے، امامؑ زادے، حسینؑ کی بیٹیاں بکھر کر رہ گئیں۔

بس عزادارو!

اندھیرا چھا گیا، رات آ گئی، لیکن ہاں جہاں پر یہ سیدانیاںؑ ہیں وہاں پر روشنی

ہے باقی سارے کربلا میں اندھیرا ہے۔

یہ روشنی کس چیز کی ہے؟

یہ جلتے ہوئے خیموں کی روشنی ہے، جس میں زینبؑ لٹے ہوئے گھر کو لے کر بیٹھی ہے اور ایک بار کہتی ہیں: کلثومؑ بہن! دیکھو! یہ سارے بچے کربلا کے میدان میں بکھر گئے ہیں، آؤ بچوں کو جمع کریں، اگر کوئی نہ رہا تو کم از کم ہم اور تم تو ہیں، آؤ بچوں کو جمع کریں۔

ہمارا سلام ہو حضرت زینبؑ و کلثومؑ پر! یہ وہ بیبیاںؑ ہیں جو دن کی روشنی میں بھی کبھی محرم مردوں کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلیں اور آج جنگل ہے، رات کا اندھیرا ہے مگر علیؑ کی دونوں بیٹیاں اکیلی چلیں، کہیں بچے رو رہے تھے، ان کو لے کر آئیں، کہیں بچے سو رہے تھے انھیں لے کر آئیں، ایک جھاڑی کے پیچھے دو چھوٹے بچے ایک دوسرے کے قریب لیٹے نظر آئے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا: بہن کلثومؑ! آہستہ چلو، ایسا لگ رہا ہے کہ ان کو نیند آ گئی ہے، ان کی آنکھ نہ کھلے۔

عزادارو!

جب قریب آئیں تو دونوں بہنوں نے کیا دیکھا کہ یہ دو سوتے ہوئے بچے نہیں ہیں، بلکہ دو بچوں کے لاشے پڑے ہوئے ہیں، جن کے سینوں پر گھوڑوں کی ٹاپوں کے نشان ہیں۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا: کلثومؑ بہن! گھبرانا نہیں آؤ ہم یہ لاشے اٹھاتے ہیں۔ ایک لاشہ میں اٹھاتی ہوں ایک لاشہ تم اٹھاؤ۔

ایک بار دونوں بہنوں نے لاشے اُٹھائے مگر اب زینبؑ کا دل بھر آیا۔

ارے!

چاروں طرف دیکھا اور ایک بار فرات کی طرف دیکھ کر آواز دی: تُو نہ رہا تو یہ وقت آ گیا کہ لاشے بھی تیری بہنوں کو اُٹھانا پڑ رہے ہیں۔

زینبؑ نے عباسؑ کو پکارا اور سکینہؑ نے کس کو پکارا؟

جب خیمے جل رہے تھے اور بچے نکل رہے تھے۔

حمید ابن مسلم روایت کرتا ہے: میں سب کے قریب کھڑا تھا' سارے خیمے خالی ہو گئے۔ میں نے آخر میں دیکھا کہ ایک چھوٹی سی بچی ہے جو سب سے آخر میں خیمے سے باہر آتی ہے اور اس کے کرتے میں آگ لگ چکی ہے' لیکن اُسے کرتے کی آگ کا کوئی خیال نہیں ہے' مل کہ بار بار ماتم کرتی ہے' کبھی کہتی ہے: ہائے میرے بابا! کہاں ہو؟ کبھی کہتی ہے: ہائے میرے چچا عباسؑ! کہاں ہو؟

حمید ابن مسلم کہتا ہے: میری بھی ایک چھوٹی سی بچی وطن میں تھی' میں گھبرا کر آگے بڑھا کہ یہ بچی جل نہ جائے' میں قریب آیا' میں نے ہاتھ آگے بڑھایا' وہ بچی جس کو آگ کا خیال نہیں ہے' ماتم کر رہی ہے' لیکن اِدھر میرا ہاتھ آگے بڑھا' اُدھر ایک بار وہ بچی پیچھے ہٹی' پورے جلال کے ساتھ مجھے دیکھا' اس بچی نے کہا: خبردار! میرے قریب مت آنا' میں فاطمہ زہراؑ کی پوتی سکینہؑ ہوں۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے: میں نے ہاتھ جوڑے' میں نے کہا: شہزادیؑ! کرتہ پکڑ کر آگ بجھاؤں گا۔

جب میں نے آگ بجھائی تو حیرت کے ساتھ مجھے اس بچی نے دیکھا۔

فرمایا: اے شخص! جہاں ایک مہربانی کی ہے وہاں ایک مہربانی اور کر دے وہ یہ کہ مجھے نجف کا پتا بتا دے۔

حمید ابن مسلم نے کہا: نجف کا کیوں راستا پوچھ رہی ہے؟

فرمایا: نجف میں میرا دادا علیؑ دفن ہے دادا کی قبر پر جا کر فریاد کروں گی: دادا! آپؑ ہر ایک کی مدد کو آتے ہیں اور آپؑ کے حسینؑ کی یتیمہ آپؑ کو بلاتی رہی لیکن آپؑ مدد کو نہ آئے۔

بس عزادارو!

اب اسی جملے پر میں مصائب ختم کروں گا!

تھوڑی دیر کے بعد لشکر یزید کی طرف سے پانی آ گیا، جب پانی نظر آیا تو ہر بی بیؑ کو اپنا وارث یاد آ گیا، حضرتِ سجادؑ نے حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا کو پانی پیش کیا۔

حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: سجادؑ! مجھے یہ پانی نہیں چاہیے پانی واپس کر دے۔

ارے! میرا بھیا پیاسا مارا گیا، میرا اکبرؑ پیاسا مارا گیا، میرا عباسؑ پیاسا مارا گیا، مجھے پانی نہیں چاہیے۔

حضرت سجاد علیہ السلام نے سر جھکایا اور فرمایا: پھوپھی اماںؑ! یہ پانی لے لیجیے اور پی لیجیے۔

حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: بیٹا سجادؑ! کیا بات ہے آخر تُو پانی پلانے پر اصرار کیوں کر رہا ہے؟

کہا: پھوپھی اماںؑ! بس ایک منظر دیکھ لیجیے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: کیا منظر؟

امام سجاد علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور آسمان کی جانب اُنگلی اُٹھائی۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے دیکھا' جنت نظر آ رہی ہے' کوثر کا کنارہ ہے' رسولؐ خدا بیٹھے ہیں' برابر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بیٹھی ہوئی ہیں اور دوسری طرف حسن مجتبیٰؑ ہیں اور میرا مولاؑ ساقی کوثرؑ کوثر کا جام بھر کر مولا حسین علیہ السلام کے سامنے لا رہا ہے اور کہتے ہیں: حسینؑ بیٹا! تیرا امتحان پورا ہو گیا' اب پروردگار کی رضا ہے' یہ کوثر کا پانی پی لے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام عرض کرتے ہیں: بابا! میں یہ پانی نہیں پیئوں گا۔

ایک بار حضرت امامِ حسن علیہ السلام آگے بڑھے چھوٹے بھائی سے فرمایا: بھیا حسینؑ! یہ پانی پی لے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے عرض کیا: بھیا! میں پانی نہیں پیئوں گا۔

نانا نے فرمایا: بیٹا حسینؑ! بہت پیاسا ہے پی لے پانی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام عرض کرتے ہیں: نانا! پانی نہیں پی سکتا۔

آخر میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا آگے بڑھتی ہیں اور کہتی ہیں: میرے لالؑ! پانی پی لے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے عرض کیا: اماںؑ! میں پانی نہیں پی سکتا۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کہتی ہیں: بیٹا! کیوں؟

حضرت امام حسین علیہ السلام کہتے ہیں: اماںؑ! میں پانی کیسے پیئوں؟ میری زینبؑ

پیاسی ہے میری سکینہؑ پیاسی ہے۔

حضرت سجاد علیہ السلام نے عرض کیا: پھوپھی اماں! اگر آپؑ نے پانی نہ پیا تو کوثر کے کنارے میرا بابا پیاسا رہے گا۔

عزادارو!

اب حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کچھ نہ کہا' پانی تو لے لیا' چاروں طرف دیکھا' ایک کونے میں سکینہؑ سو رہی ہے' جا کر سکینہؑ کو بیدار کیا: سکینہؑ بیٹی! اٹھ جا تو بڑی پیاسی ہے' پانی آ گیا۔

حضرت سکینہؑ نے عرض کیا: پھوپھی اماںؑ! پہلے آپؑ پانی پئیں۔

فرمایا: نہیں بیٹی! پہلے تو پی لے۔

پھوپھی اماںؑ! اگر آپؑ نہیں پئیں گی تو میری ماں رُبابؑ کو دیں۔

فرمایا: نہیں بیٹی! پہلے تو پی لے۔

ارے! میرا بیمار بھیا سجادؑ؟

حضرت زینبؑ نے فرمایا: نہیں! پہلے تجھے پینا ہے۔

سکینہؑ نے عرض کیا: پھوپھی اماںؑ! جب سب پیاسے ہیں تو سب کو چھوڑ کر مجھ کو کیوں پانی دے رہی ہیں؟

فرمایا: اس لیے کہ تو سب سے چھوٹی ہے اور طریقہ یہی ہے کہ پہلے چھوٹوں کو پانی دیتے ہیں۔

اب سکینہؑ کچھ نہ بولیں' پانی لے تو لیا' لیکن پانی نہ پیا' پانی کا کوزہ لے کر مقتل کی جانب چلیں۔

حضرت زینبؑ نے فرمایا: سکینہؑ! کہاں جا رہی ہے؟

عرض کیا: پھوپھی اماںؑ! آپؑ ہی نے تو کہا ہے کہ پہلے چھوٹوں کو دیتے ہیں۔
ارے! میرا کم سن بھیا اصغرؑ جو سب سے چھوٹا ہے اس لیے پہلے اسے پانی پلا دوں۔

بس عزادارو!

مصائب کی کتنی بڑی بڑی منزلیں ہیں' یہ حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کا حوصلہ ہے کہ برداشت کیا۔ ایک ایک کو تسلی دے رہی ہے' بچوں کو دلاسا دے کر سلا دیا۔ سیدانیوںؑ کو تسلی دے کر لٹایا۔

عزادارو!

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے تو ہر ایک کو تسلی دی' مگر کوئی زینبؑ کو بھی تسلی دینے والا ہے؟

ہاں ہے اور وہ آدھی رات کے قریب آیا۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا آواز دیتی ہیں: بچو! پانی پی لیا؟
بیبیوؑ! تم سو جاؤ' اگر تم گھبرا رہی ہو کہ کوئی پہرہ دینے والا نہیں ہے تو گھبراؤ نہیں ابھی علیؑ کی بیٹی زینبؑ زندہ ہے' میں لٹے ہوئے گھر کا پہرہ دوں گی۔

عزادارو!

علیؑ کی بیٹی نے جلے ہوئے خیمے کی چوب اٹھائی لٹے ہوئے خیموں کا پہرہ دینے لگیں۔

بس آخری جملہ!

ایک بار آدھی رات کے قریب حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے دیکھا کہ کوفہ اور نجف کے راستے سے کوئی ایسا گھوڑا سوار آ رہا ہے جس کے چہرے پر نقاب ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے گھبرا کر کہا: اے شخص! شاید تو مسافر ہے اور یہ تیرا راستا ہے، میں نبیؐ کی بیٹی تجھ سے درخواست کرتی ہوں کہ اپنا راستا بدل لے تجھے زحمت تو ہوگی، لیکن بڑی مشکل سے میرے بچے سوئے ہیں، اگر ایک بار جاگ گئے تو دوبارہ نیند نہیں آئے گی۔

اس گھوڑے سوار نے زینبؑ کی آواز سنی لیکن نہ رُکا اور نہ ہی راستا بدلا، وہ آگے آرہا ہے۔

جب گھڑ سوار قریب آگیا اور رُکا نہیں تو ایک بار حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے گھوڑے کی لگام میں ہاتھ ڈالا اور کہا: اب آگے نہ بڑھنا میں عباسؑ کی بہن ہوں، تجھے آگے نہ جانے دوں گی، پہلے بتا تُو ہے کون؟

بس!

جیسے ہی یہ سوال کیا ویسے ہی آنے والے نے چہرے سے نقاب ہٹائی۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے دیکھا کہ میرا بابا! آگیا ہے، جیسے ہی زینبؑ نے بابا! کو دیکھا تو گھبرا کر پیچھے ہٹی اور بیبیوںؑ کے درمیان آگئی۔

بیبیوںؑ نے عرض کیا: شہزادیؑ! یہ کون ہیں؟

فرمایا: یہ میرا بابا علیؑ آیا ہے۔

بیبیوںؑ نے عرض کیا: پھر وہاں رُکی کیوں نہیں؟

فرمایا: میں ڈھونڈ رہی ہوں کہ شاید کسی کے پاس کوئی چادر بچی ہو، میں زندگی میں کبھی بھی ننگے سر بابا! کے سامنے نہیں گئی، میں کھلے سر کے ساتھ بابا! کے سامنے کیسے جاتی؟

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلسِ دہم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۂ مبارکہ نساء، آیت ۶۵)

''(پس اے رسولؐ!) تمھارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ سچے مومن نہ ہوں گے تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو اپنا حاکم (نہ) بنائیں پھر (یہی نہیں بلکہ) جو کچھ تم فیصلہ کرو اس سے کسی طرح دل تنگ بھی نہ ہوں بلکہ خوش خوش اس کو مان بھی لیں۔''

غدیری اسلام اور یزیدی اسلام۔ اس کے فرق کو بیان کرتے کرتے آج آخری مجلس آ گئی اور حق بات یہ ہے کہ بہرحال جو ہمارا موضوع تھا اس پر گفتگو مکمل نہیں ہو سکی۔

بہرحال!

اب جو بھی ہو واپس تو ہم جا نہیں سکتے' آج کی آخری مجلس میں دو تین بہت اہم اہم باتیں آپ تک پہنچانی ہیں' لیکن اس سے پہلے ایک خصوصی درخواست یہ ہے کہ کل عاشورہ کے دن افغانستان میں جس طرح سے شیعہ جلوس پر حملہ کیا گیا اور

اگرچہ پانچ مومنین کی شہادت کی اطلاع ہے لیکن اندازہ یہ ہے کہ اس سے بہت زیادہ شہادتیں ہوئی ہیں اور کل پاکستان میں جس طرح سے ایک ماتمی جلوس میں سوسائیڈ بمبنگ (suicide bombing) ہوئی' اگرچہ رپورٹ اکتیس شہادتوں کی ہے لیکن میرے پاس اطلاع ہے کہ سو سے زیادہ مومنین شہید ہوئے ہیں۔ یہ دو بہت بڑے بڑے واقعات ہیں جو کل پیش آئے۔ ہم پہلے ان شہداء کے لیے ایک سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں اور پھر آگے بیان کو جاری کرتے ہیں۔

اسی عاشورہ کے ان دو واقعات کی روشنی میں مجلس کے شروع میں ایک دو بہت اہم باتیں اور پھر میں اپنے موضوع کو مکمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ وہ یہ کہ یقیناً یہ بہت بڑا سانحہ ہے' لیکن اس کی وجہ سے نہ ہم پریشان ہوتے ہیں اور نہ ہم خوف کھاتے ہیں' نہ ہماری عبادتوں میں کوئی کمی آتی ہے' اس لیے کہ ہم وہ قوم ہیں جس کا یہ عقیدہ ہے:

فَیَا لَیْتَنِی کُنْتُ مَعَکُم فَاَفُوزَ مَعَکُم

"ہم مرنے سے نہیں ڈرتے ہیں' ہم شہید ہونے سے نہیں ڈرتے ہیں۔ ہم تو افسوس کرتے ہیں کہ کاش! ہم بھی کربلا میں ہوتے تو اپنی جان امام مظلوم علیہ السلام کے آگے قربان کرتے۔"

یاد رکھیے!

آپ حضرات ایک ایسے علاقے میں بیٹھے ہیں جہاں آپ کو یہ ساری چیزیں خالی اخبارات کے ذریعے یا منبر کے ذریعے پتا چلتی ہیں' لیکن میں تو خود پاکستان کا ہوں اور پاکستان میں یہ گذشتہ جو دس یا بارہ سال گزرے ہیں جن میں مسلسل

صاحبانِ ایمان کی شہادتیں ہو رہی ہیں اور ہر سال یہ واقعات بڑھتے جا رہے ہیں لیکن ہمارے دشمن کے لیے یہ چیز بڑی دل چسپ ہے کہ جب بھی اس قسم کا کوئی واقعہ ہوتا ہے تو پاکستان میں ہم نے دیکھا کہ جب بھی کسی شیعہ مسجد پر حملہ ہوا' جب کسی امام بارگاہ میں حملہ ہوا' جب نماز کے درمیان یا مجلس کے درمیان اس قسم کا کوئی واقعہ ہوا تو مومنین کی تعداد اور بڑھ جاتی ہے۔

اچھا!

اب ذرا یہ سوچیے کہ ہمارا دشمن اس کے لیے یہ چیز دل چسپ کیوں ہو جاتی ہے؟

جو بھی ہمارا دشمن ہو اور جو بھی ہمارے خلاف کارروائیاں کرتے رہتے ہیں وہ اس بات سے پریشان تو بہت ہوتے ہیں کہ ہم اس طرح سے ان لوگوں کو شہید کر رہے ہیں' ان کے لاشے گرا رہے ہیں' ان کے گھروں کو جلا رہے ہیں' ان کے بچوں کو مار رہے ہیں' لیکن یہ شیعہ قوم کہیں سے ہمیں کم زور نظر نہیں آتی ہے بل کہ اور زیادہ ترقی کر رہی ہے۔ اگر اتنے ظلم کسی اور قوم پر ہوتے تو وہ قوم دس سال میں ختم ہو جاتی۔ ہم چودہ سو سال سے یہ سارے ظلم برداشت کر رہے ہیں اور ہماری طاقت بڑھتی جا رہی ہے (نعرۂ حیدری)۔

دشمن (جو گم راہ ہے) وہ یہ سوچتا ہے کہ یہ قوم ابھی بھی زندہ ہے اور خالی زندہ بھی نہیں ہے بل کہ ان کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے تو آخر کیوں؟

وجہ کیا ہے؟

جو میں نے جملہ کہا، نا، کہ دشمن اگر گم راہ ہے تو یہ نہ سمجھئے کہ وہ بے وقوف ہوتا ہے بل کہ وہ چالاک ہے اور ایک نتیجہ نکالتا ہے اور میں آپ کو اس کے لیے ایک مثال

کربلا ہی سے دیتا ہوں۔

کل میں نے عرض کیا تھا کہ کربلا میں جگہ جگہ ہمارے لیے پیغامات ہیں۔

میں ایک مثال دیتا ہوں!

وہ مثال کیا ہے؟

مثال یہ ہے کہ جو اس وقت ہماری تاریخ ہے نا، سمجھ لیجیے کربلا میں اس کے لیے بہترین ایک نمونہ ہے کہ جب کسی پر حملہ کرو اسے زخمی کرو اور پھر بھی اگر وہ اتنا ہی طاقت ور نظر آئے تو پھر سوچو کہ وجہ کیا ہے۔

حرملہ لعین کو جب گرفتار کر کے حضرت مختارؓ کے سامنے لایا گیا اور حرملہ وہ دشمن ہے جس کے لیے خاص کر میرے چوتھے امامؑ نے پوچھا تھا کہ حرملہ مارا گیا کہ نہیں مارا گیا؟ جب منہال مدینے میں گئے تھے اور عرض کیا تھا: مولاؑ ! آج کل مختارؓ نے آپؑ کے دشمنوں سے انتقام لیا ہے۔

امامؑ نے صرف ایک سوال کیا کہ حرملہ پکڑا گیا ہے کہ نہیں؟

عرض کیا: مولاؑ ! جب میں کوفہ سے چلا تھا تو اس وقت تک حرملہ نہیں پکڑا گیا تھا۔

جب یہ منہال آئے اور اسی دن حرملہ پکڑا گیا چناں چہ یہ سیدھا کوفہ کے گیٹ سے داخل ہوئے۔ اسی میدان میں گئے جہاں پر حضرت مختارؓ ان ظالموں کو سزا دیتے تھے۔

حرملہ سے پوچھا گیا: یہ بتاؤ تم نے کربلا میں کیا کیا؟

حرملہ نے کہا: عمر ابن سعد نے مجھے ایک کونے میں بٹھا دیا تھا اور کہا کہ جب

معاملہ ہمارے کنٹرول سے باہر ہوگا تو تب ہم تم کو بلائیں گے۔ تین ایسے مواقع تھے جب عمر ابن سعد اتنا گھبرا گیا کہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں' تو اس وقت وہ میرے پاس آیا تھا اور میں نے تین تیر ایسے چلائے تھے۔

اب وہ روایت میں نہیں پڑھ رہا ہوں' صرف اس میں سے ایک بات کہتا ہوں۔ وہ جو تین تیر حرملہ نے چلائے' ان میں سے پہلا والا یعنی عاشور کی صبح سے آقا حسینؑ کا جہاد شروع ہوا اور عاشور سہ پہر تک کوئی ایسا time نہیں آیا کہ حرملہ کو بلانا پڑے۔

پہلی مرتبہ حرملہ کو کب بلایا گیا؟

حرملہ کہتا ہے: عمر ابن سعد گھبرا کر میرے پاس آیا اور کہا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ہم عباسؑ کو کیسے روکیں؟

دیکھیے!

صبح سے جہاد کربلا شروع ہوا ہے حضرت عباس علیہ السلام تک جنگ بالکل عمر ابن سعد کے کنٹرول میں ہے' جس طرح سے وہ چاہ رہا ہے اسی طرح سے جنگ ہو رہی ہے' لیکن وہ گھبرا کر آیا۔

کہا: ایک عباسؑ ہے اور پوری فوج اس کا راستا روک رہی ہے اور وہ ساری فوج کو کاٹتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا ہے یہاں تک کہ عباسؑ کا سیدھا ہاتھ بھی ہم نے کاٹ دیا پھر بھی وہ نہیں رُک رہا' عباسؑ کا اُلٹا ہاتھ ہم نے کاٹ دیا پھر بھی وہ نہیں رُک رہا' سر سے پیر تک پورا جسم تیروں سے زخمی ہے اس کے باوجود عباسؑ آگے بڑھتا جا رہا ہے۔

عمر ابن سعد لعین نے کہا: بس اگر یہ پانی حسینؑ کے خیموں تک پہنچ گیا تو غضب ہو جائے گا۔ عباسؑ کو روکنا ہے۔

حرملہ کہتا ہے: میں آیا' میں نے سروے کیا' واقعاً میں نے دیکھا کہ دونوں ہاتھ عباسؑ کے کٹ چکے ہیں' جسم پر تلواریں بھی ماری جا رہی ہیں' نیزے بھی مارے جا رہے ہیں' برچھیاں بھی ماری جا رہی اور تیر بھی برسائے جا رہے ہیں' لیکن وہ رُک ہی نہیں رہا۔ آخر میں نے سوچا کہ وہ کیا چیز ہے جس نے عباسؑ کو ایسی طاقت دی ہوئی ہے؟

میں نے سوچا کہ اب عباسؑ کو کیسے روکا جائے؟

آخر میں' میں نے ایک نتیجہ نکالا اور بالکل صحیح نتیجہ نکالا' میں نے دیکھا کہ عباسؑ کی ساری طاقت مشکِ سکینہؑ کی وجہ سے لگ رہی ہے۔

یہ مشکِ سکینہؑ ہے جو عباسؑ کو اتنی طاقت دے رہی ہے چنانچہ حرملہ نے جو پہلا تیر چلایا وہ اس مشک پر مارا۔

حرملہ کہتا ہے: جیسے ہی میرا تیر مشکِ سکینہؑ پر لگا اور مشک سے پانی بہہ گیا' جیسے ہی پانی بہا تو اب ایسے لگا جیسے عباسؑ کی ساری طاقت ختم ہو گئی ہو اور اب عباسؑ گھوڑے سے زمین کربلا پر گر رہے ہیں۔

ظالم' دشمن اہلِ بیتؑ' شیطان کا نمائندہ' لیکن بہر حال نتیجہ اس نے صحیح نکالا کہ یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ کسی کو اتنا زخمی کر دو' کسی کے راستے میں اتنی رکاوٹیں کھڑی کر دو پھر بھی وہ کیسے آگے بڑھ رہا ہے؟

اس کی طاقت کا راز معلوم کرنا پڑتا ہے کہ اصل بات کیا ہے؟ چنانچہ حضرت

عباس علیہ السلام کے لیے حرملہ سمجھ گیا کہ جب تک یہ پانی سے بھری مشک سلامت ہے اس وقت تک عباسؑ کو کوئی نہیں روک سکتا۔

اسی طرح سے ہمارے دشمنوں نے بھی یہ دیکھا کہ آخر یہ قوم چودہ سو سال سے لے کر آج تک اتنے ظلم برداشت کرنے کے باوجود بھی زندہ ہے' چودہ سو سال سے ہم ان کو شہید بھی کر رہے ہیں' ان کے بیٹوں کو بھی مار رہے ہیں' ان کے گھروں کو بھی آگ لگا رہے ہیں اور اِن کے جلوسوں پر بھی حملے کر رہے ہیں پھر بھی یہ قوم نہ ختم ہو رہی ہے' نہ کمزور ہو رہی ہے اور نہ اس کا نام ختم ہو رہا ہے' بل کہ یہ تو آگے بڑھتی جا رہی ہے' آخر کیوں؟

کہا: ضرور کوئی طاقت ہے ان کے پاس جو ان کو تقویت پہنچا رہی ہے۔

بہر حال!

تین چیزیں ہمارے دشمن کی سمجھ میں آ گئیں کہ اس کی طاقت یہ ہیں۔ اگر اس قوم کو ختم کرنا ہے تو ان کی گردن کاٹنے کا فائدہ نہیں ہے' بل کہ یہ تین چیزیں ان کے پاس سے ختم کر دو۔

وہ تین چیزیں کون سی ہیں؟

① ہمارے پاس زمانے کے امامؑ کا ایک عقیدہ ہے کہ ہمارا ایک امامؑ ہے جو زندہ ہے' جو ہمیں دیکھ رہا ہے' جو ہمیں ہدایت دے رہا ہے۔

② ہماری عزاداری ہے' جب تک اس قوم کے پاس یہ عزاداری موجود ہے اس عزاداری کی وجہ سے آج شیعہ قوم کا وجود باقی ہے۔

یہ عزاداری ان تین چیزوں میں سے ایک ہے' جو ہماری قوم کو زندہ رکھے

ہوئے ہے جو ہم کو بچانے والی ہے۔

(۳) ہماری مرجعیت ہے۔

یہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اس زمانے میں ہماری حفاظت کر رہی ہیں۔ اس وقت ہمارے دشمن کی نظر میں ہماری تین چیزیں ہیں۔ اب اگر دنیا کے حالات دیکھیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ جو تیرہ سو سال سے ہمارے عقیدے تھے' جن سے کبھی کسی شیعہ نے اختلاف نہیں کیا تھا' لیکن اب نا صرف یہ کہ ان تین عقیدوں پر حملہ ہوا ہے بل کہ خود ہمارے درمیان سے بھی کبھی کوئی آواز اُٹھتی ہے' کبھی کوئی ایسی کتاب لکھی جاتی ہے' کبھی کوئی ایسا ماہنامہ شائع ہوتا ہے۔

جس طرح سے کربلا کی تاریخ نے بتایا کہ عباسؑ نے اپنے جسم کو بچانے کی کوشش نہ کی بل کہ آخری سانس تک مشکِ سکینہؑ کو بچانے کی کوشش کی ہے اس لیے یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اب ہم ان تین عقیدوں کو نا صرف یہ کہ بچائیں بل کہ اپنی نئی نسل کو اسی طرح سے تربیت دیں جیسی تربیت ہمارے بزرگوں نے ہم کو دی ہے (صلواۃ)۔

جب تک یہ تین چیزیں ہمارے پاس موجود رہیں گی اس وقت تک کوئی دشمن کی سازش ہمارا نقصان نہیں کرسکتی۔

یہ تین چیزیں ہماری حفاظت کر رہی ہیں اور ہمیں کیوں تقویت پہنچا رہی ہے؟

ہمیں صرف اس لیے تقویت پہنچا رہی ہیں کہ ہم اس اسلام پر عمل کرنے والے ہیں جو غدیرِ خم کے میدان میں مکمل ہوا اور کربلا کے میدان میں جس کے لیے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اتنی بڑی قربانی دی (صلواۃ)۔

بس!

یہ تین چیزیں ہماری زندگی ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اہل بیتؑ کی بارگاہ میں ہماری عزت اور احترام اس وقت تک ہے جب تک ہم اسلام پر عمل کر رہے ہیں۔

ان دونوں کو ملایئے تو ایک بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اِسلام پر کب عمل کر سکیں گے؟

یہ ایک سوال ہے جس کا جواب ابھی آ رہا ہے۔

دوسری طرف ان تین چیزوں کو ہم کس طرح اپنی زندگی میں لائیں؟

بس!

اس کے لیے ایک ہی چیز ہے اور یہی میری دس دن کی مجالس کا آخری پوائنٹ تھا۔ یہ ایک چیز اگر ہمارے پاس رہ گئی تو ہمارے یہ تینوں عقیدے بھی محفوظ رہیں گے اور وہ جو اِسلام ہے' جو غدیر سے لے کر کربلا تک اس پر بھی عمل کر سکیں گے اور اگر یہ ایک چیز ہمارے پاس نہ رہی تو پھر ہم اپنی حفاظت نہیں کر سکتے۔

وہ ایک چیز کیا ہے؟

اب اگر کوئی آدمی آپ سے یہ کہے کہ کربلا کا جو اتنا بڑا جہاد ہے جس کے اثرات آج تک ہم کو نظر آ رہے ہیں تو آخر کربلا کے جہاد کا مقصد کیا تھا؟ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اتنی قربانیاں کیوں دیں؟

یہ ایک آسان سا جواب ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ ساری قربانیاں صرف اور صرف اِسلام کو بچانے کے لیے دیں' لیکن اس کا طریقہ حضرت امام حسینؑ نے کیا اختیار کیا؟ اِسلام کو کیسے بچایا جاتا ہے؟

اگر کوئی کہے کہ کربلا کے جہاد کا مقصد کیا تھا؟

اگر میں مصائب کے رنگ میں بات کروں تو اس طرح بات ہوگی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ کیوں چھوڑا؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے حج کو عمرہ میں تبدیل کیوں کیا؟

حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں کیوں آئے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں تین دن کی بھوک اور پیاس کیوں برداشت کی؟

حضرت سجاد علیہ السلام اور تمام بیبیوںؑ کا کوفہ اور شام کے بازاروں اور درباروں میں جانے کا کیا مقصد تھا؟

اب آیئے اس کا ایک مختصر سا جواب سنیے!

ایک جملے میں جواب!

زیارتِ اربعین میں اس سوال کا جواب ہے کہ کربلا کا اتنا بڑا جہاد کیوں ہوا؟

وَ بَذَلَ مُهجَتَهُ فِيكَ لِيَستَنقِذَ عِبادَكَ مِنَ الجِهالَةِ وَ حَيرَةِ الضَّلالَةِ (زیارت اربعین)

"اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ میرے آقا حسین علیہ السلام نے یہ جہاد کیا' تا کہ تیرے بندوں کو جہالت سے نکالا جائے۔"

سب سے بڑا مسئلہ پوری دنیا کا' مسلمانوں کا اور مومنین کا یہی ہے اور جب تک یہ مسئلہ رہے گا یعنی جہالت کا وجود رہے گا تو ہمارے تینوں عقیدے خطرے میں ہوں گے۔

بھئی!

ہمارا دشمن عزاداری کے حوالے سے جو شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے تو وہ کس چیز کو استعمال کرتا ہے؟

وہ اس جہالت کا سہارا لیتا ہے۔

ہمارے بچے' ہمارے جوان ہم سے سوال کرتے ہیں: یہ کیوں ہے اور یہ کیا ہے؟ مجھے یقین ہے کہ آپ کے پاس بھی خود آپ کے بچے آ کر پوچھتے ہوں گے کہ علم کیوں اُٹھائیں؟ شبیہ کا کیا فائدہ ہے؟ تابوت کی کیا دلیل ہے؟ ماتم کیوں کریں؟ یہ سوال خود آپ کے بچے بھی آ کر آپ سے کرتے ہوں گے' جو آپ نے کبھی اپنے والدین سے نہیں کیا ہوگا۔ اس کے لیے آج ان بچوں کے ذہنوں کو خراب کیا جا رہا ہے۔

بہر حال!

یہ جو جہالت ہے یہ جوانوں کو غلط راستے پر لانے میں بہت آگے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانے کے امامؑ کے بارے میں لوگ آ کر سوال کرتے ہیں' ہمارے نوجوان آ کر ہم سے سوال کرتے ہیں کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ گیارھویں امامؑ کی کوئی اولاد ہی نہیں تھی اور اسلام میں عورت کی گواہی تو آدھی ہے۔ ایک ضعیف روایت میں گر ولادت کا تذکرہ بھی ہے تو وہ ایک عورت حضرت حکیمہؑ خاتون کی گواہی ہے اس کو ہم کیسے مان لیں؟

یہ سوال ہمارے بچے آ کر پوچھتے ہیں' کوئی اور نہیں آتا اور ایک بڑی دل چسپ بات یہ ہے کہ اس عقیدے کو غیر شیعہ آج کل اتنا ماننے لگے ہیں کہ آخری

زمانے میں ایک امامؑ آئے گا کہ اس وقت جب ہم حج پر جاتے ہیں تو مکہ اور مدینہ دونوں جگہوں پر کسی بھی بک سٹال پر ہم جاتے ہیں تو سب سے زیادہ جو کتابیں ہیں وہ اسی پر موجود ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور' علاماتِ ظہور' ان کے حالات اور ان کا جہاد' یعنی جو دشمن امامت ہے وہ تو آج کل اس عقیدے پر اس طرح یقین کر رہا ہے کہ سب سے زیادہ کتابیں اس پر لکھ رہا ہے اور جو ہماری زندگی' شیعیت کی بنیاد' ہماری اولادیں وہ آ کر ہم سے یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ مستند بھی ہے کہ نہیں؟

یہ لفظ پتا نہیں کہاں سے ان کے ہاتھ آ گیا!

کربلا کے ہر واقعے کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ یہ مستند بھی ہے یا نہیں ہے؟ اہل بیتؑ کی ہر فضیلت کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ یہ مستند بھی ہے یا نہیں ہے؟

اچھا!

جن کو اِسلام نے اجازت دی ہے کہ وہ کسی شئے کو بتائے کہ یہ مستند ہے یا نہیں ہے' یعنی مراجع عظامؒ ان کے بارے میں بھی شکوک وشبہات پیدا کیے جا رہے ہیں۔

تو یہ سارے شکوک وشبہات کیوں دل میں آتے ہیں؟

جہالت کی وجہ سے۔

کربلا کے جہاد کا اصل مقصد جو ہے جس کو امامؑ نے زیارتِ اربعین میں بیان فرمایا:

لِيَستَنقِذَ عِبادَكَ مِنَ الجَهالَةِ

"تیرے بندوں کو جہالت سے نکالا جائے۔"

یہ خالی کربلا ہی کا جہاد نہیں ہے' بل کہ اسلام کے تمام جہادوں کا یہی مقصد ہے۔

ایک بار کسی نے بڑا دل چسپ سوال پوچھا اور وہ بڑا حیران کن بھی ہے۔

دنیا حیران ہوتی ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں امام علی علیہ السلام جیسی ہستی کوئی نہیں ہے۔

رسولؐ اللہ افضل ہیں' لیکن جس انداز سے مولا علی علیہ السلام کے فضائل ہیں اور فضائل بھی خالی حدیثوں والے فضائل نہیں بل کہ امام علی علیہ السلام کا کردار جو ہمارے سامنے آیا' ایک طرف میدان میں اتنے بہادر' دوسری طرف علوم کے سمندر اپنے سینے میں لیے ہوئے' تمام فضائل کے اعتبار سے امیر المومنین علیہ السلام منفرد شخصیت ہیں' لیکن یہ بھی تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ جتنے علیؑ کے دشمن ہوئے اتنے دشمن شاید کسی کے نہیں ہوئے' ایسی شخصیت جس نے اپنی تمام زندگی اسلام کی خاطر وقف کر دی اس کے اتنے دشمن کہ شمار میں نہیں آسکتے۔

اگر دنیا ہماری دشمن ہے تو حقیقت میں ہماری دشمن نہیں ہے' بل کہ وہ علیؑ کی دشمن ہے چوں کہ ہم علیؑ کا نام لیتے ہیں اس لیے وہ ہمارے دشمن ہو گئے ہیں۔ اگر ہم آج علیؑ کا نام لینا چھوڑ دیں تو یہ سارے ہمارے دوست بن جائیں گے' اتنی علیؑ کی دشمنی آج چودہ سو سال کے بعد بھی چل رہی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا علیؑ کی دشمن کیوں بنی؟

یہ میرا موضوع نہیں ہے اس لیے کہ اس سوال کا جواب عام طور پر علما منبر سے دیتے رہتے ہیں لیکن کوئی شک نہیں ہے کہ کربلا میں بھی جتنے آئے تھے ان کی بھی

اصل دشمنی علیؑ سے تھی۔ جیسا کہ یزید نے ایک شعر میں کہا تھا:

"کہاں ہیں میرے بدر اور اُحد کے بزرگ؟ آج میں نے ان کا بدلہ لے لیا۔"

آقا حسین علیہ السلام تو اُحد میں بھی نہیں تھے بدر میں بھی نہیں تھے بدر و اُحد میں تو امام علی علیہ السلام تھے۔

ایک آدمی نے اس سے آگے بڑھ کر سوال کیا: مولاؑ! اب اگر آپؑ کے سارے دشمن ایک لائن میں لا کر کھڑے کر دیے جائیں تو ان دشمنوں میں آپؑ سب سے پہلے کس کو قتل کریں گے؟

میں یہاں پر ایک بات اور کہہ دوں، وہ یہ ہے کہ اس نے تو ایک سوال کیا کہ اگر علیؑ کے سارے دشمن ایک لائن میں کھڑے کر دیے جائیں، لیکن ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جب علیؑ کے سارے دشمن اس دنیا میں لائے جائیں گے اور ایک لائن میں کھڑے کیے جائیں گے اسی کو ہم رجعت کہتے ہیں۔

رجعت کا عقیدہ ہمارے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے: جب زمانے کے امامؑ ظہور فرمائیں گے تو زمانے کے امامؑ خالی اس وقت کے اسلام کے دشمنوں سے انتقام نہیں لیں گے، بل کہ امام علی علیہ السلام کے دشمنوں سے لے کر گیارھویں امامؑ تک کے جتنے دشمن ہیں وہ سب لائے جائیں گے، ایک لائن میں کھڑے کیے جائیں گے اور ان سب سے انتقام لیا جائے گا، چناں چہ زیارت عاشورہ میں بھی آپ یہ جملہ پڑھتے ہیں اور جو زیارت وارثہ ہر شب جمعہ آپ پڑھتے ہیں، اس میں بھی یہ جملہ ہے:

أُشْهِدُ اللهَ وَ مَلَائِكَتَهُ وَ اَنبِيَائَهُ وَ رُسُلَهُ اِنِّی بِکُم مُؤمِنٌ وَ بِاِیَابِکُم مُؤمِنٌ

''میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تمام ملائکہؑ کو اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ اور رسولوںؑ کو کہ مولا حسینؑ ! مجھے آپؑ پر یقین ہے اور آپؑ کے دنیا میں واپس آنے پر میرا ایمان ہے۔''

یہ آپ ہر شبِ جمعہ اپنا عقیدہ ظاہر کرتے ہیں۔

دیکھیے!

ہمیں اپنا عقیدہ قائم رکھنا ہے احادیث کی روشنی میں؛ لیکن آج کل اُلٹا ہو گیا ہے' اس لیے کہ آج کل لوگ پہلے اپنا ایک نظریہ بناتے ہیں اور بعد میں احادیث کو اور آیات کو کاٹ کاٹ کر اس کے حساب سے کرتے ہیں مثلاً ایک صاحب مجھے ملے۔ انھوں نے کہا: مولانا! میں اس پر یقین نہیں کرتا کہ کسی کو آپ نام لے کر بُرا کہیں' بس ٹھیک ہے' اتنا کافی ہے کہ دشمنانِ اہلِ بیتؑ میں' ان پر لعنت' لیکن نام نہیں لینے چاہئیں؟

اچھا!

اب زیارت عاشورہ بالکل اس عقیدے کے مخالف جا رہی ہے' اس میں تو نام لے لے کر ذکر کیا گیا اور جہاں نام لینا مناسب نہیں ہے کسی وجہ سے تو numbering کے ذریعے سے بات آگے بڑھائی گئی ہے۔

دیکھیے!

اور بھی بہت ساری چیزیں ہیں' قرآن میں بھی نام لے کر لعنت آتی ہے'

حدیثوں میں بھی آتی ہے' لیکن زیارتِ عاشورہ تو بالکل واضح ہے۔

اس نے کہا: اچھا! زیارتِ عاشورہ میں یہ ہے تو میں اس کو مستند نہیں مانتا ہوں۔ اتنی اہم اور مستند زیارت ہے جو ہمارے اور آپ کے بڑے سے بڑے مسائل کا حل بھی ہے' خالی زیارت نہیں ہے۔

ایک مرتبہ میں نے مراجع عظام کے بارے میں سوچا کہ وہ بھی ہمارے ہی جیسے انسان ہیں' جیسے ہم ہیں ویسے وہ ہیں' عام گھرانوں میں پیدا ہوئے ہیں تو پھر اتنا بلند مقام ان کو کیسے ملا؟ میں نے کافی مراجع کی سیرت کو پڑھا' جن کا ذکر تاریخ میں ہے بلکہ ایک مرجع سے میں نے ملاقات کے دوران پوچھ بھی لیا' قریب قریب تمام مراجع کے پاس دو چیزیں ایک جیسی نظر آئیں کہ جتنے بھی مراجع مرجعیت کے مقام تک پہنچے ہیں وہ ایک تو نمازِ شب کے پابند تھے اور ایک زیارتِ عاشورہ کے۔

زیارتِ عاشورہ کے اسرار و رموز میں کہ پوری کی پوری کتابیں لکھی گئی ہیں۔

بہر حال!

اُنھوں نے کہا: میں اس زیارتِ عاشورہ ہی کو نہیں مانتا ہوں۔

دیکھیں!

پہلے سے اس نے ایک عقیدہ بنا لیا تو اب اگر زیارتِ عاشورہ بھی اس کے عقیدے کے مخالف جا رہی ہے تو وہ اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کریں گے' بلکہ وہ زیارتِ عاشورہ کو چھوڑ دیں گے۔

یہ دشمنانِ اہلِ بیتؑ کا طریقہ تھا۔ وہ علیؑ کی دشمنی میں اتنے اندھے تھے کہ ایک بنواُمیہ کے بادشاہ کے دربار کا واقعہ ہے کہ ایک بار ایک شامی نے کہا: میں علیؑ کا

دشمن ہوں۔

کہا: تمھیں پتا ہے کہ رسولؐ نے اپنی بیٹی علیؑ کو دی ہے؟

کہا: اچھا! تو پھر میں اس رسولؐ کو بھی نہیں مانتا ہوں۔

آپ نے دیکھا کہ ایک عقیدہ بنا لیا۔ اب جو اس کو اچھا لگے گا' وہ اس کو مانے گا اور جو اچھا نہیں لگے گا تو وہ اس کو چھوڑ دے گا۔ آج ہمارے بعض لوگوں کا بھی اسی طرح سے یہی طریقہ ہے۔

بہر حال!

زیارت وارثہ میں آپ آقا حسین علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ رجعت میں واپس آئیں گے اور صرف وہ نہیں آئیں گے بلکہ سارے معصومینؑ آئیں گے اور پھر ان کے دشمنوں کو لائن میں کھڑا کر کے انتقام لیا جائے گا۔

بہر حال!

سوال ہوا کہ مولاؑ! اگر آپؑ کے سارے دشمن ایک لائن میں کھڑے کیے جائیں تو سب سے پہلے آپؑ کی تلوار کس پر چلے گی؟

امامؑ نے فرمایا: میری تلوار سب سے پہلے میرے سب سے بڑے دشمن پر چلے گی۔

مولاؑ! آپؑ کا سب سے بڑا دشمن کون ہے؟

امامؑ نے فرمایا:

اَلجِھَالَۃُ

''جہالت''۔

عرض کیا: مولاؑ! جہالت کا کیا مطلب ہے؟

فرمایا: مسلمانوں کا جاہل ہونا' ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اگر ان میں جہالت نہ ہوتی تو کوئی ہم پر ظلم نہ کرتا۔

جہالت سبب بنی کہ لوگ اہل بیتؑ کے خلاف ہو گئے اور یہی وجہ ہے کہ کربلا میں آپ دیکھیں گے تو جتنا تلوار کا جہاد ہے اس سے زیادہ لوگوں کو جہالت سے دور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے' کیوں کہ اصل مقصد یہ ہے' تلوار کا جہاد کربلا میں صرف دس گھنٹے ہوا' عاشور کی صبح سے شروع ہوا اور عاشور کی شام تک رہا لیکن اس کے علاوہ تمام سفر کربلا' مدینہ سے مکہ' مکہ سے کربلا اور پھر کربلا سے شام اور شام سے پھر مدینہ تک اہل بیتؑ لوگوں کو جہالت سے دور رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔

گیارھویں محرم کو یہ قافلہ کربلا سے کوفہ لے جایا گیا' اس کے بعد کوفہ سے شام گیا اور شام کے قید خانے میں رہا۔

تو کیسے کربلا کا جہاد آگے بڑھا؟

یہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی تبلیغ تھی یا میرے مولاؑ کے خطبات تھے' جن کی وجہ سے لوگوں تک حضرت امام حسین علیہ السلام کا پیغام پہنچا اور ان دونوں نے مل کر جہالت کا مقابلہ کیا۔

جب تک لوگوں کے پاس جہالت رہے گی اس وقت تک نہ ان کو یہ پتا چلے گا کہ غدیری اسلام کیا ہے' نہ یہ پتا چلے گا کہ امام علی علیہ السلام کون ہیں' نہ یہ پتا چلے گا کہ کون سے اسلام سے اللہ خوش ہوتا ہے' نہ یہ معلوم ہو گا کہ امامِ زمانہؑ کون ہیں' عزاداری کیا ہے' مرجعیت کیا ہے اور نہ یہ پتا چلے گا کہ کربلا کے جہاد کا مقصد کیا تھا۔

حضرت سجاد علیہ السلام اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے لوگوں کو کربلا سے روشناس کرایا۔

یہ بات میں نے کیوں کہی؟

یہ اس لیے کہی کہ ہر سال محرم الحرام کے پہلے عشرے کے آخر میں ایک مومن یا مومنہ جہاں پر اپنے امامؑ سے دوسرے وعدے کرے مثلاً مولاؑ ! اگر شہزادی زینبؑ نے حضرت اکبرؑ کے لاشے پر بھی چادر اُتار کر ماتم نہیں کیا تو ہمارے گھر میں بغیر چادر کے اب کوئی نہیں رہے۔

مولاؑ ! اگر برستے تیروں میں بھی نماز ادا کی گئی تو آج کے بعد سے میرے گھر میں کوئی نماز قضا نہیں ہوگی۔

یہ سب باتیں اپنی جگہ لیکن ہر عشرے کے آخر میں ایک مومن کی ذمہ داری ہے کہ ایک تو وہ یہ چیک کرے کہ اس محرم کے شروع ہونے سے پہلے اس کی معلومات کیا تھیں اور اب اس نے اپنی معلومات میں کتنا اضافہ کر لیا ہے اور پورا سال اگلا محرم آنے تک وہ اسی مشن میں لگ جائے جتنا بھی اس کے پاس time ہو البتہ جو کچھ بھی وہ عمل کرے وہ صحیح طریقے سے عمل کرے۔ وہ طریقہ اختیار کرے جس طرح جلتے ہوئے خیمے میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے حضرت سجاد علیہ السلام کا بازو ہلایا تھا۔

ذکرِ مصائب: حضرت سجاد علیہ السلام کا لاشوں کو دفن کرنا

اس مشن کے لیے حضرت امام حسین علیہ السلام نے بہت بڑی قربانی دی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مصیبت کو برداشت کیا لیکن سب سے بڑی مصیبت کون سی

برداشت کی؟ سب سے بڑی قربانی امامؑ نے کیا دی؟

ہم اور آپ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ خود امامؑ بتائیں گے کہ سب سے بڑی قربانی کیا ہے اور امامؑ بھی وہ ہو جو کربلا کے واقعہ کا ایک اہم حصّہ ہو ایک امامؑ ایسا ہے جو اٹھائیس رجب ۶۰ ہجری سے مدینے سے لے کر پورے کربلا، کوفہ، شام، بازار، دربار، جیل، قیدخانہ سب میں موجود تھا اور وہ ہے میرا چوتھا امام سجادؑ ذرا ان سے پوچھ لو کہ کربلا کی سب سے بڑی قربانی کیا ہے؟

کسی نے پوچھا تھا کہ مولاؑ! کربلا کے سفر میں سب سے بڑی مصیبت کہاں پر آئی تھی؟

امامؑ نے ارشاد فرمایا:

اَلشَّامُ، اَلشَّامُ، اَلشَّامُ

فرمایا: مجھے اس طرح سے شام میں لے جایا گیا جیسے زنج کا وہ غلام جس کا کوئی مددگار نہ ہو۔

ہائے شام!

جہاں میری بہنیں اور پھوپھیاں ننگے سر گئیں۔

اچھا!

اب ایک سوال اور ہے وہ یہ کہ زینبؑ کی چادر چھنی، اتنا بڑا امتحان حضرت سجاد علیہ السلام کا ہوا، لیکن حضرتِ سجاد علیہ السلام وجہ بھی بتا رہے ہیں کہ آخر میری پھوپھی کی چادر کیوں چھنی؟

کتاب "ریاض القدس" کی ایک روایت ہے!

حضرت امام حسین علیہ السلام کا سارا گھرانہ مارا گیا' لشکر یزید اپنے نجس لاشوں کو دفن کر گیا یا بہت سے لوگ تو اپنے لاشوں کو اپنے ساتھ کوفہ میں لے گئے لیکن جلتی ریت پر امام حسین علیہ السلام اور اصحاب حسینؑ کے لاشے پڑے ہیں' بے گور و کفن لاشے ہیں' پہلے دو' تین دن تو بنی اسد کا قبیلہ ڈر کے مارے گھر سے بھی نہ نکلا' لیکن ایک بار جب ان کو یہ یقین ہو گیا کہ لشکر یزید جا چکا ہے' مردوں نے کہا کہ یہ تو بہت بُری بات ہے' آقا نے ہم سے یہ وعدہ بھی لیا تھا کہ ان کے لاشوں کو دفن کرنا ہیں اور وہ لاشے جلتی ریت پر پڑے ہیں آؤ چلیں اور اپنی یہ ذمہ داری ادا کریں۔

قبیلے کے سارے مرد چلے' عورتوں نے دیکھا کہ آج عجیب دن ہے آج سارے مرد جا رہے ہیں۔

کہا: کہاں جا رہے ہو؟

عرض کیا: آقا نے لاشوں کو دفن کرنے کا وعدہ لیا تھا' ہم وعدہ پورا کرنے جا رہے ہیں۔

عورتوں نے عرض کیا: آقا نے یہ وعدہ ہم سے بھی لیا تھا' ہم بھی ساتھ جائیں گی' آقا نے ہم سے فرمایا کہ جب فرات کے کنارے آنا تو ہماری لاشوں کو دفن کرنا۔

بچوں نے دیکھا' بڑا عجیب دن ہے کہ سارے مرد اور ساری عورتیں جا رہی ہیں' آج کیا بات ہے؟

اپنے والدین سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟

اُنھوں نے کہا: آقا نے ہم سے وعدہ لیا تھا۔

بچوں نے کہا: آپ کو نہیں پتا' آپ کے بعد آقاؑ نے ہمیں بھی بلایا تھا اور ہم سے بھی وعدہ لیا تھا اس لیے ہم بھی چلیں گے۔

اب پورا بنی اسد کا قبیلہ میدانِ کربلا میں آ گیا' جب سب لوگ کربلا کے میدان میں پہنچے تو گھبرا گئے کہ آقاؑ نے تو ہم سے لاشوں کو دفن کرنے کا وعدہ لیا تھا' لیکن یہاں تو اس وقت پہچان نہیں ہو رہی کہ آقاؑ کا لاشہ کہاں ہے' بنی ہاشمؑ کے لاشے کہاں ہیں اور اصحاب کے لاشے کہاں ہیں۔

کیوں؟

بھئی!

پہچان چہرے سے ہوتی ہے اور سر تو وہ کاٹ کر لے گئے' پہچان لباس سے ہوتی ہے اور لباس تو وہ لوٹ کر لے گئے۔

آخر سردارِ قبیلہ نے کہا: آقاؑ ہماری یہ مجبوری دیکھ رہے ہیں ایسا کرو ایک بڑی قبر تیار کرو' ایک گنجِ شہیداں' سارے لاشے ایک ساتھ دفن کر دو۔

عزادارو!

ایک بڑی قبر تو کھد گئی' ایک گنجِ شہیداں لیکن پہلا لاشہ اُٹھانے والے ہیں کہ کوفہ کے راستے سے کسی کی آواز آئی: ٹھہر جاؤ' میرا انتظار کرو' میں آ رہا ہوں۔

''ریاض القدس'' کی روایت ہے!

ایک بار سارے قبیلے والوں نے مڑ کر دیکھا۔

کیا دیکھا؟

اُونٹ پر سوار ہو کر کوئی نوجوان آ رہا ہے مگر بڑا عجیب مسافر ہے' گلے میں طوق

ہے' ہاتھوں میں ہتھکڑی ہے اور پاؤں میں بیڑی ہے۔ قریب آئے' ایک بار اُونٹ کو بٹھایا' ہتھکڑی کھلی' بیڑی ٹوٹی' طوق نہیں اُترا' طوق تو ایک سال کے بعد اُترا تھا۔

فرمایا: اے بنی اسد کے قبیلے والو! گھبرائے ہوئے' پریشان ہو' آخر وجہ کیا ہے؟

عرض کیا: یہ لاشے ہم پہچان نہیں پا رہے۔

فرمایا: آؤ میں بتاتا ہوں' یہ لاشہ اُٹھاؤ' یہ حبیبؓ ابن مظاہر کا لاشہ ہے' یہ حُرؓ کا لاشہ ہے' یہ مسلمؓ ابن عوسجہ کا لاشہ ہے اور یہ لاشہ جس سے خوش بو آ رہی ہے یہ جونؓ کا لاشہ ہے' یہ بُریر ہمدانیؓ کا لاشہ ہے' یہ ہلالؓ ابن نافع بجلی کا لاشہ ہے۔

ایک ایک لاشے کے قریب جاتے ہیں اور نام بتا کر لاشے اُٹھواتے ہیں اور آخر میں ایک لاشہ نظر آیا' آنے والا کمر کو تھام کر بیٹھ گیا۔

سردارِ قبیلہ نے پوچھا: یہ کس کا لاشہ ہے؟

فرمایا: دیکھتے نہیں سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے یہ امامِ حسن علیہ السلام کے لال قاسمؑ کا لاشہ ہے۔

قاسمؑ کا لاشہ اُٹھایا گیا' آگے بڑھے ایک لاشہ نظر آیا' آنے والا کلیجہ پکڑ کر بیٹھ گیا۔

سردار قبیلہ نے ہاتھ جوڑے اور کہا: یہ کس کا لاشہ ہے؟

فرمایا: دیکھتے نہیں' کلیجے میں برچھی کا ٹوٹا ہوا پھل ہے اب تک نظر آ رہا ہے' یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اٹھارہ سالہ جوان اکبرؑ کا لاشہ ہے۔

اب آخری ایک لاشہ نظر آیا' جیسے ہی لاشے کے قریب گئے' ایک بار آنے والے نے چیخ ماری' ہائے میرا بابا! یہ کہہ کر غش کھا کر گر پڑے پانی چھڑکا گیا' اس

مسافر نے آنکھیں کھولیں۔

سردار قبیلہ نے ہاتھ جوڑے اور عرض کیا: یہ کس کا لاشہ ہے؟

فرمایا: دیکھتے نہیں ہو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال یہ رسولؐ کا نواسہؑ ہے' یہ علیؑ کا فرزند ہے' یہ زہراؑ کا لختِ جگر ہے' یہ حسینؑ ابن علیؑ کا لاشہ ہے' سردار قبیلہ نے گھبرا کر عرض کیا: مگر یہ لاشہ دیکھ کر آپؑ نے کہا تھا: ہائے میرا بابا! تو آپؑ کون ہیں؟

فرمایا:

أَنَا عَلِيُّ ابنُ الحُسَينِ

"میں اسی حسینؑ کا یتیم اور وارث سجادؑ ہوں۔"

عزادارو!

حضرتِ سجاد علیہ السلام نے باباؑ کا لاشہ بھی اُٹھا کر دفن کیا۔ سارے لاشے میدان کربلا سے اُٹھ گئے' ایک بار قبیلہ واپس چلا۔

سردار قبیلہ نے ہاتھ جوڑے اور عرض کیا: آقاؑ! آپؑ بھی ہمارے ساتھ آئیے۔

فرمایا: ابھی کہاں جا رہے ہو؟

عرض کیا: مولاؑ! ہماری ڈیوٹی پوری ہو گئی' سارے لاشے دفن ہو گئے۔

فرمایا: نہیں! ابھی ایک لاشہ باقی ہے' میرے ساتھ فرات کے کنارے چلو ایک لاشہ فرات کے کنارے ہے۔

لوگوں نے گھبرا کر پوچھا: مولاؑ! وہ کس کا لاشہ ہے؟

فرمایا: وہ میرے چچا عباس علم دارؑ کا لاشہ ہے۔

عزادارو!

حضرتِ عباس علیہ السلام کا لاشہ ایسا تھا جو اُٹھانے کے قابل نہ تھا۔

روایت میں ہے کہ مولاؑ نے چٹائی منگوائی' چچاؑ کے جسم کے ٹکڑے جمع کیے' اپنے ہاتھوں سے چٹائی لے کر قبر میں اُترے۔

سب سے بڑی مصیبت کون سی ہے؟

میں اس کا بھی جواب دے رہا ہوں!

ایک بار قبر سے باہر آئے۔ سارے قبیلے والوں سے فرمایا: دور دور تک چلے جاؤ' کوئی قریب نہ آئے۔ یہ کہہ کر مولاؑ دوبارہ قبر میں اُتر گئے۔

راوی کہتا ہے: بہت دیر ہوگئی' میرا آقاؑ باہر نہ آیا۔ میں گھبرا گیا کہ آقا سجادؑ خیریت سے ہیں' میں چپکے سے قریب آیا' میں نے قبر میں جھانک کر دیکھا' بڑا عجیب منظر دیکھا' عباسؑ کے سینے پر سر رکھے ہوئے امامِ زمانہ سجادؑ لیٹے ہوئے ہیں اور ایک جملہ بار بار دُہرا رہے ہیں: اے میرے غیرت مند چچا عباسؑ! آپؑ یہاں آرام کر رہے ہیں' میں آپؑ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ آپؑ کی بہنوں پر کیا گزر رہی ہے۔

اے میرے غیور چچاؑ! جس زینبؑ کا سر کبھی گھر کے صحن میں نہ کھلا' آج وہ کوفہ کے بازار میں' بلوائے عام میں' نامحروں کے درمیان' بے مقنع و چادر ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَیَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُوْنَ



ادارہ منہاج الصالحین لاہور